(فضائل، معجزات، ارشادات، خطبات اور زیارات کا مجموعہ)

# سیرت امام رضاؑ


تالیف

حجۃ الاسلام موسیٰ خسروی

مترجم

حجۃ الاسلام مولانا عبدالخالق جعفری مشہدی



ادارہ منہاج الصالحین لاہور

بسمہ تعالیٰ

برادرم علی صاحب اور یوسف صاحب کی

خدمت میں تحفہ عرض کرتا ہوں

والسلام

عبدالخالق حنیفی

مشہد مقدس۔

رابطہ نمبر 98-511-2591381

| | | |
|---|---|---|
| کتاب | : | سیرت امام رضاؑ |
| تالیف | : | مولانا موسیٰ خسروی |
| ترجمہ | : | مولانا عبدالخالق جعفری مشہدی |
| پیشکش | : | مولانا ریاض حسین جعفری فاضل قم |
| کمپوزر | : | مشتاق احمد |
| پروف ریڈنگ | : | غلام حیدر چودھری، شیخ خادم حسین |
| کمپوزنگ | : | ادارہ منہاج الصالحین لاہور |
| اشاعت | : | جولائی 2004ء |
| تعداد | : | 100 |
| ہدیہ | : | 135 روپے |

ملنے کا پتہ

ادارہ منہاج الصالحین، الحمد مارکیٹ

فرسٹ فلور دکان نمبر 20، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

فون: 7225252

# حُسنِ ترتیب

## تیسرا حصہ



## چوتھا حصہ

## پانچواں حصہ

## چھٹا حصہ



## ساتواں حصہ

# عقیدت کی باتیں

آئمہ اطہار علیہم السلام کے روضہ ہائے مقدسہ اور عتبات عالیہ کی زیارات کے لئے پوری دنیا سے عقیدت مند اور محبانِ آلِ محمدؐ آتے ہیں، اور اپنی نیاز مندی کا اظہار کرتے ہیں۔ کسی بھی امام معصومؑ کے روضہ اطہر پر جائیں تو ایسے لگتا ہے کہ ساری مخلوق یہاں پر امڈ آئی ہے۔ ائمہ اہل بیتؑ کے روضوں پر فقط انسان ہی نہیں بلکہ یہاں پر ملکوتی مخلوق بھی محو پرواز و طواف رہتی ہے۔ جن لوگوں کو عملی طور پر یہ سعادت نصیب ہوتی ہے وہ اس کا بہتر ادراک کر سکتے ہیں۔

ان درباروں میں عجیب روح پرور منظر ہوتا ہے۔ ہر انسان اپنے اپنے انداز میں عقیدت ومودت کا اظہار کر رہا ہوتا ہے۔ ایک بندہ عاصی اپنے امامؑ کے قرب میں کھڑے ہو کر کیا روحانیت ومعنویت محسوس کر رہا ہوتا ہے یہ وہ خود ہی محسوس کر سکتا ہے۔ اس کا اظہار کرنا ممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ ہر امامؑ کے روضہ پر محبوں، موالیوں کا ٹھاٹیں مارتا ہوا بحر بیکراں موجزن ہوتا ہے، لیکن ثامن الائمہ لال ولایت حضرت امام رضا علیہ السلام کے روضہ کی شان ہی کچھ نرالی ہے۔ 25 ایکڑوں پر مشتمل یہ روضہ یہاں پر ارواح کو شادمانی عطا کرتا ہے اور دلوں کو جلا بخشتا ہے وہاں پر پورا صوبہ خراسان امام رضاؑ کا مرہون منت ہے کہ امامؑ کی وقف شدہ املاک سے استفادہ کر رہا ہے۔ ہزاروں ایکڑوں پر مشتمل امامؑ کے باغات ہیں۔ بڑے بڑے پولٹری اور ڈیری فارم ہیں۔ کہیں پر بنجر زمینیں امام کے خزانہ سے آباد ہو رہی ہیں۔ دوسری طرف دیکھیں تو امام کے لنگر سے ان گنت فیکٹریاں اور کارخانے لگائے گئے

ہیں۔ امام رضا علیہ السلام کے کئی بازار ہیں جن سے ہزاروں لوگ استفادہ کر رہے ہیں۔ سنا گیا ہے کہ امامؑ کا سالانہ بجٹ بعض حکومتوں کے برابر بنتا ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ حکومت ایران امامؑ کی ہمیشہ مقروض رہتی ہے۔ بہر کیف یہ حقائق ہیں کہ امام رضاؑ کی بہت جاگیر ہے، جس سے لاکھوں لوگ استفادہ کر رہے ہیں۔

مجھے یہ سعادت نصیب ہوتی ہے کہ میں ہر سال امام رضاؑ کے سنگ آستان پر بوسہ دیتا ہوں، اور امام کے توسل سے بارگاہ کبریا میں دست بدعا ہوتا ہوں۔ امامؑ نے ہمیشہ میری آرزوں، حسرتوں، خواہشوں اور تمناوں کو قبول فرمایا۔ میری عرصہ دراز سے خواہش تھی کہ میں امامؑ کی زندگی کے مختلف گوشوں اور پہلووں پر تحقیق کروں۔ آپ کے فضائل و مناقب، ارشادات واقوال، معجزات و کرامات کو حیطہ تحریر میں لاؤں۔ گزشتہ سفر میں، میں نے اپنے رفیق عزیز برادر بزرگوار حجۃ الاسلام مولانا عبدالخالق جعفری مشہدی جو عرصہ بیس سال سے امام رضاؑ کے قرب میں رہنے کی سعادت حاصل کر چکے ہیں، سے خواہش ظاہر کی کہ آپ مولا امام رضا علیہ السلام پر کچھ لکھیں۔ مولانا جعفری صاحب نے میری خواہش پر ایران کے مشہور رائیٹر موسیٰ خسروی کی کتاب 53 داستان از کرامات حضرت رضاؑ کا خوبصورت ترجمہ کیا ہے۔ میں نے اپنی ہیئت علمیہ سے خواہش ظاہر کی ہے کہ وہ امام کی زندگی کے ہر گوشہ پر تحقیق کریں۔ انشاء اللہ امام کی زندگی پر ایک سیریز شروع ہونے والی ہے۔ جو کئی جلدوں پر مشتمل ہوگی۔ پروردگار عالم جعفری صاحب قبلہ کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، اور ہمیں مکتب رضاؑ کی مسلسل خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ حضرت امام رضاؑ کے صدقہ میں میرے گناہوں کو معاف فرمائے اور روز آخرت ان کے پرچم کا سایہ نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین

طالب دعا!

ریاض حسین جعفری فاضل قم

سرپرست ادارہ منہاج الصالحین لاہور

# اظہار تشکر

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر گزار ہوں کہ جس نے مجھے توفیق عنایت فرمائی کہ میں عرصہ گذشتہ بیس سال سے حرم امام رضاؑ کو بوسہ دے رہا ہوں، اور والی خراسان کے قرب میں رہ رہا ہوں۔ پردیس میں رہنا نہایت مشکل اور دل گردے کا کام ہوتا ہے۔ اپنے وطن کی مٹی کی خوشبو ہی نرالی ہوتی ہے۔ اپنے دیس میں رہنے کا انداز ہی جدا ہے۔ پردیس کی زندگی یعنی وطن سے دور دراز رہنا خستگی آور اور باعث کوفت ہوتا ہے۔

لیکن امام رضا علیہ السلام کے روضہ مقدس میں صبح وشام حاضری دے کر جو روحانی سکون اور قلبی اطمینان ملتا ہے اس سے غریب الوطنی کی کوفت اور ماندگی دور ہو جاتی ہے۔ بلکہ یہ سکون واطمینان انسان کے اندر ایک ولولہ اور امنگ بیدار کرتا ہے۔ روحانی اور معنوی طور پر اوج کمال حاصل کرتا ہے۔ اجنبیت کا احساس بالکل نہیں ہوتا۔ یونہی انسان کی گنبد نور پر نگاہ عقیدت پڑتی ہے انسان کے اندر ایک عجیب کیف وسرور پیدا ہوتا ہے۔ آنسوؤں کے ساون کے بادلوں کی طرح ایک تار بندھ جاتی ہے۔ غریب الغرباء کی مظلومیت ومحرومیت پر دل اداس ہو جاتا ہے، اور جب انسان حرم مطہر کے اندر داخل ہوتا ہے تو پھر نسیم بہشت کے جھونکے محسوس کرتا ہے، اور اپنے اندر محسوس کرتا ہے کہ بہشت بریں کی وادی مقدس میں داخل ہو چکا ہوں۔ ہر طرف دعا کے لئے ہاتھ اٹھے ہوئے ہیں۔ بیمار لوگ ضریح مقدس سے لپٹ لپٹ کر مناجات کر رہے ہیں۔ پریشان حال اپنے امامؑ کو اپنا دکھڑا، اپنا حال سنا رہے ہیں۔ ہر دل تڑپ رہا ہے۔ ہر آنکھ اشکبار ہے۔ ہر کوئی مرادیں سمیٹنا چاہتا ہے۔ یقین مانیں اس

شہنشاہ عرب وعجم کے روضہ اقدس سے کوئی خالی جھولی نہیں جاتا، ہر کوئی کامیابی وکامرانی سے واپس پلٹتا ہے۔ ہر کسی کی آرزو پوری ہوتی ہے۔ بندہ بھی کئی سالوں سے فیوضِ امامؑ سے بہرہ مند ہو رہا ہے۔

کئی سالوں سے سوچ رکھا تھا کہ ہمارے اوپر امام رضاؑ کا قرض ہے کہ ہم ان کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کے حوالے سے اردو خوان حضرات کے لئے کام کریں، اور آپ کے محبان اور موالیان کو آپ کے معجزات وکرامات اور کمالات وفضائل ومناقب سے روشناس کرائیں۔

اللہ تعالیٰ نے امام علیہ السلام کے تصدق میں ہمیں توفیق عنایت فرمائی ہے کہ ہم نے آپ کی زندگی پر مشتمل زیر نظر کتاب کا ترجمہ کیا ہے۔ انشاء اللہ یہ سلسلہ جاری وساری رہے گا۔ میں ادارہ منہاج الصالحین کے سربراہ حجۃ الاسلام مولانا ریاض حسین جعفری فاضل قم کا شکر گزار ہوں کہ جنہوں نے شبانہ روز محنت شاقہ کر کے کتاب کو زیور طباعت سے آراستہ کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی توفیق خیر میں اضافہ فرمائے، اور ہمیں دلجمعی کے ساتھ تحریر وتحقیق کا کام کرنے کی ہمت وطاقت عطا فرماتا رہے۔

آمین، ثم آمین!

خادمِ امام رضاؑ

عبدالخالق جعفری

مشہد مقدس ایران

بسم الله الرحمن الرحيم

# مقدمۂ مؤلف

آئمہ طاہرین علیہم السلام کے کردار، گفتار، اخلاق اور سنن وآداب کی روشنی میں تزکیہ نفس کرنا اور اپنی ذات کو اچھے اخلاق سے مزین کرنا معاشرے کی سلامتی کی ضمانت ہے۔ اسی طرح مطالعہ سے دلی لگاؤ کسی بھی معاشرے کو صحیح سمت پر چلانے کا قابل ستائش ذریعہ ہے۔

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ قدیم زمانے سے لے کر آج تک برجستہ علمی شخصیات کا ہم و غم آئمہ اطہار علیہم السلام کی سیرت طیبہ کا تعارف اور ان سے منقول احادیث و روایات کی نشر و اشاعت رہا ہے۔ بعض اوقات خدا کا خاص لطف ہوتا ہے کہ وہ میرے جیسے ناچیز بندے کو بھی اپنی ہستیوں کی خدمت کے لئے منتخب کر لیتا ہے۔

خدا کا لاکھ لاکھ شکر گذار ہوں جس نے یہ نعمت مجھے عطا فرمائی ہے۔ امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ شکستہ دل سے نوک قلم کے ذریعے نکلی ہوئی آواز اور اس ناچیز سی کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

ادارہ ''نشر ہاتف'' نے کئی بار اس بات کا اظہار کیا ہے کہ کوئی ایسی کتاب تالیف کی جائے جو مذکورہ خصوصیات کی حامل ہو۔ ایک برجستہ علمی شخصیت اور اہل بیت علیہم السلام کے خدمت گذار نے مشورہ دیا کہ مشہد مقدس کے لئے ایک ایسی کتاب کی اشد ضرورت ہے جو

آٹھویں سرکار امام رضا علیہ السلام کے مختصر حالات زندگی پر مشتمل ہو۔ اس کے علاوہ اس سفر زیارت کے آداب، زیارت کی اہمیت اور معجزات وکرامات کا تذکرہ کیا جائے جو زائرین کرام کے لئے آپ کی ذات والاصفات کے ساتھ متوسل ہو کر آسودگی کا باعث بنیں۔

پس مذکورہ مطالب اس بات کا سبب بنے کہ ان کی خواہش کو عملی جامہ پہناؤں۔

یہ کتاب زائرین کرام کے لئے ایک سوغات ہے۔ انہیں چاہیے کہ دوران سفر اسے اپنے ہمراہ رکھیں اور امام ہشتم علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کی حیات طیبہ کا مطالعہ فرمائیں۔

یہ کتاب میری تالیف شدہ کتاب ''زندگانی امام رضا علیہ السلام'' کا خلاصہ ہے جو متعدد بار شائع ہو چکی ہے۔ البتہ اس میں کچھ مفید مطالب مثلاً آداب زیارت اور سفر کے آداب وغیرہ کا ان حضرات کے لئے اضافہ کیا گیا ہے جو مختلف دور دراز ملکوں، شہروں اور دیہاتوں سے سفر کی کٹھن منازل طے کر کے مشہد مقدس زیارت سے شرفیات ہونے کے لئے تشریف لاتے ہیں۔

آخر میں امام رضا علیہ السلام کے زائرین اور کتاب حاضر کا مطالعہ کرنے والے حضرات سے دعا کی التماس کرتا ہوں۔

موسیٰ خسروی

# امام رضاؑ اور آپ کی والدہ محترمہ کے حالات زندگی

آپ کی ولادت باسعادت گیارہ ذیقعدہ، ۱۴۸ھ بروز جمعہ کو ہوئی اور ماہ صفر المظفر کی آخری تاریخ ۲۰۳ھ ق کو سناباد توس میں آپ مرتبہ شہادت پر فائز ہوئے، اس طرح آپ نے پچپن سال کی عمر گزاری۔

آپ کا جشن میلاد اور ایام سوگواری پورے ایران میں بڑے جوش وخروش سے منائے جاتے ہیں۔

آپ پانچ سال کے تھے کہ آپ کے جد بزرگوار امام جعفر صادق علیہ السلام زہر قاتل کے ذریعے دنیا سے رخصت ہو گئے اور جب عمر کی تنتالیس بہاریں گذار چکے تو آپ کے پدر بزرگوار امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام شہادت کے مرتبہ جلیلہ پر فائز ہوئے۔ آپ کی مدت امامت بیس سال کے عرصہ پر محیط ہے۔ آپؑ کا لقب رضا، کنیت ابوالحسن اور نام علی تھا۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام تکتم ہے۔ البتہ آپ کی والدہ ماجدہ کے کئی نام نقل ہوئے ہیں۔ مثلاً طاہرہ، سمان، سکن، سکینہ، نجمہ اور تکتم۔

علی بن میثم کہتا ہے: امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کا نام حمیدہ تھا اور آپ کا تعلق عجم سے تھا۔ آپ کی ایک کنیز کا نام تکتم تھا۔ دین، عقل اور عظمت مقام کے لحاظ سے

بہت کم عورتیں آپ جیسی تھیں۔ آپ اپنی مالکہ حمیدہ کا اس درجہ احترام کرتی تھیں کہ جس دن سے آپ کو خریدا گیا اس دن سے لے کر جب تک بی بی کی خدمت میں رہیں کبھی بھی آپ کے سامنے نہیں بیٹھیں۔

حضرت رضا علیہ السلام جب دنیا پر تشریف لائے تو آپ کافی صحت مند تھے۔ اس لئے آپ کی والدہ ایک ایسی عورت کی تلاش میں تھیں جو آپ کے بچے کو دودھ پلائے۔

آپ سے پوچھا گیا: کیا تمہارا دودھ کم ہے؟

آپ نے فرمایا: دودھ کم نہیں ہے لیکن جس دن سے مولود مسعود دنیا پر تشریف لایا ہے اس دن سے میں دعا و نماز صحیح طور پر انجام نہیں دے سکتی ہوں۔ (بحار الانوار، ج ۴۹، ص ۵)

عیون اخبار الرضا میں ہشام بن احمد نقل کرتے ہیں کہ ایک دن امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے مجھے فرمایا:

''تمہیں اطلاع ہے کہ کوئی اہل مغرب یہاں پر آیا ہو؟''

میں نے کہا: ''کوئی نہیں آیا ہے۔''

آپؑ نے فرمایا: ''ایک شخص آیا ہوا ہے۔''

میرے ساتھ آؤ اس کے پاس چلتے ہیں، جب ہم اس کے پاس گئے تو معلوم ہوا کہ وہ ایک بردہ فروش شخص ہے۔ اس کے پاس کچھ کنیزیں ہیں جنہیں وہ فروخت کرنا چاہتا ہے۔

امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے فرمایا: اپنی تمام کنیزیں لے آؤ۔

اس شخص نے نو کنیزیں آپ کے حضور حاضر کیں۔

آپ نے فرمایا:

میں ان میں سے کوئی بھی نہیں خریدنا چاہتا ہوں۔ ان کے علاوہ اگر کوئی اور ہے تو اسے لے آؤ۔

اس شخص نے کہا: صرف ایک کنیز اور ہے جو مریضہ ہے۔

آپ نے فرمایا: ''اسے کیوں نہیں لائے ہو؟''

یہ کہنے کے باوجود وہ شخص اس کنیز کو نہیں لایا ہے۔

امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام واپس تشریف لے گئے۔ اگلے روز مجھے دوبارہ اس شخص کے پاس بھیجا اور فرمایا:

''اس شخص سے پوچھو: اس کنیز کو کتنے میں فروخت کرنا چاہتا ہے؟ وہ جتنی رقم کہے اسے دے کر اس کنیز کو لے آؤ۔''

ہشام کہتا ہے: میں اس شخص کے پاس گیا اور اسے کہا: اس کنیز کو کتنے میں فروخت کرنا چاہتے ہو؟

اس نے کہا: فلاں مقدار مبلغ سے کم میں نہیں بیچوں گا کیونکہ میں نے خود اتنے میں ہی خریدی ہے۔

اس کے بعد اس شخص نے پوچھا: جس شخص کے ساتھ آپ کل آئے تھے وہ کون تھے؟

میں نے کہا: ان کا تعلق خاندان بنی ہاشم سے ہے۔ اس شخص نے دوبارہ سوال کیا کہ بنی ہاشم کے کس قبیلہ سے ہیں؟

میں نے کہا: اس سے زیادہ کچھ نہیں بتاؤں گا۔

اس بردہ فروش شخص نے کہا: میں اس کنیز کے بارے میں ایک واقعہ نقل کرتا ہوں۔ میں نے اسے مغرب کے دور دراز علاقے سے خریدا ہے۔ جب ایک اہل کتاب عورت نے اسے دیکھا تو بڑی غور و فکر کرنے کے بعد پوچھتی ہے یہ کنیز کس کی ہے؟

میں نے اسے کہا: یہ کنیز میں نے اپنے لئے خریدی ہے۔

اس اہل کتاب عورت نے کہا: تم اس لائق نہیں ہو کہ ایسی کنیز تمہارے پاس رہے، بلکہ یہ روئے زمین پر سب سے اچھے شخص کی ملکیت ہونی چاہیے کیونکہ کچھ مدت کے بعد اس سے ایک ایسا بچہ پیدا ہوگا جس کی امامت پر پوری دنیا کو ایمان لانا ہوگا۔

ہشام بن احمد کہتا ہے:

میں اس کنیز کو امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی خدمت میں لے گیا، تھوڑا عرصہ گذرنے کے بعد اس کے بطن سے علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام متولد ہوئے۔ (بحار الانوار، ج ۴۹، ص ۷)

علی بن میثم کا باپ کہتا ہے: میری والدہ نے نقل کیا ہے کہ میں نے حضرت رضا علیہ السلام کی والدہ ماجدہ بی بی نجمہ سے سنا ہے۔ وہ کہتی ہے کہ جب میں اپنے فرزند علی کی وجہ سے حاملہ ہوئی تھی تو مجھے اصلاً حاملہ ہونے کا احساس نہیں ہوا ہے۔ میں نیند کی حالت میں تسبیح وتہلیل کی آوازیں سنتی تھی۔ بعض دفعہ تو ڈر کے مارے بیدار ہو جاتی تھی، لیکن بیدار ہونے کے بعد کوئی آواز نہیں سنتی تھی۔

آپ کی والدہ فرماتی ہیں:

جب آپ دنیا پر تشریف لائے، تو آپ نے اپنے ہاتھ زمین پر رکھے اور سر آسمان کی طرف بلند کر کے لبوں کو جنبش دی گویا کوئی گفتگو کر رہے ہیں۔ اسی وقت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا: اے نجمہ! یہ خدا کی خاص عنایت آپ کو مبارک ہو۔ میں نے اسے سفید کپڑے میں لپیٹ کر ان کے والد بزرگوار کی گود میں دے دیا۔ آپؑ نے بلافصل ان کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی۔ اس کے بعد آپ فرات طلب فرمایا: اور آپ کے دہن مبارک میں ڈالا۔ اس کے بعد یہ بچہ مجھے واپس کرتے ہوئے فرمایا:

''اس بچے کو لو، یہ زمین پر حجت خدا ہے۔'' (عیون اخبار الرضا، ج ۱، ص ۲۰)

## آپؑ کے القابات

آپ کے القابات مندرجہ ذیل ہیں: ثامن الحجج علیہ السلام، رضا، صادق، صابر، قرۃ عین المومنین اور غیظ الملحدین۔ آپ کی انگشتر کا ایک نقش حَسْبِیَ اللّٰہ جو آپ کے والد ماجد کی یادگار ہے اور دوسرا نقش وَلِیُّ اللّٰہ ہے جو آپ نے خود پسند فرمایا ہے:

# امام علی بن الرضاؑ کے معاصر عباسی خلفاء

آپ کے عہد امامت میں چند ایک عباسی خلفاء کا دور حکومت رہا ہے۔ آپ کی امامت کے دوران پندرہ سال ہارون الرشید کی خلافت رہی ہے۔ اس کے بعد تین سال اور پچیس دن محمد امین اور ابراہیم بن مہدی معروف ابن شکلہ کی خلافت رہی۔ اس کے بعد محمد امین کا چچا جو عیاشیوں اور خوش گذرانیوں کی وجہ سے صرف چار دن حکومت کر سکا۔ لوگوں نے دوبارہ اس کی بیعت کی، جس کی وجہ سے وہ ایک سال اور سات ماہ دوبارہ خلیفہ رہا۔ ابراہیم کے بعد مامون الرشید کی خلافت کا زمانہ آتا ہے۔ اس لعین نے اپنے دور حکومت میں آپ کو زہر کے ذریعے شہید کر دیا۔ اس کی خلافت کا زمانہ بیس سال ہے۔

امام علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام ہارون الرشید کے دور خلافت میں بلا روک ٹوک اور بغیر کسی خوف وخطر کے شیعوں کے امور نمٹاتے رہے اور ان کی راہنمائی فرماتے رہے۔ آپ کی ذات والا صفات سے محبت کرنے والے آپ کے حضور با قاعدہ حاضر ہوتے رہے اور آپ کے دروس میں شرکت کرتے رہے، حالانکہ مدینہ کا گورنر اور ہارون الرشید کے جاسوس لحہ لحہ کی خبریں ہارون تک پہنچاتے رہے، لیکن آپ تسلی خاطر اور اطمینان قلب کے ساتھ اپنے چاہنے والوں کی مشکلات حل فرماتے رہے۔

امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی شہادت کے بعد ہارون کے جاسوس نے اسے لکھا کہ حضرت رضا علیہ السلام نے بازار سے ایک مرغ، کتا اور گوسفند خریدا ہے۔

ہارون الرشید یہ سن کر بہت خوش ہوا اور کہا کہ اس شخص کی طرف سے اب مجھے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ کچھ عرصہ گذرنے کے بعد ہارون کا نمائندہ زبیری اسے لکھتا ہے کہ حضرت رضا علیہ السلام نے اپنے گھر کا دروازہ کھول دیا ہے اور لوگوں کو اپنی امامت قبول کرانے کے لئے دعوت دے رہا ہے۔

یہ خبر سن کر ہارون بڑا پریشان ہوا اور کہتا ہے: پہلے یہ لکھا تھا کہ حضرت رضا علیہ السلام نے ایک مرغ، کتا اور گوسفند خریدا ہے اور اب یہ لکھ رہا ہے کہ لوگوں کو اپنی امامت قبول کرنے کی دعوت دے رہا ہے۔ (عیون اخبار الرضا، ج ۲، ص ۲۰۵)

علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام اس قدر اپنے چاہنے والوں کی توجہ کا مرکز بن گئے کہ بعض نے آپ کو ہارون کے قہر وغلبہ سے ڈرایا اور تقیہ کی زندگی اختیار کرنے کی درخواست کی۔

محمد بن سنان کہتا ہے:

میں نے حضرت رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: آپ نے اپنے والد ماجد موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے مقام ومرتبہ کو کھل کر لوگوں کے سامنے بیان فرمایا ہے اور خود بھی لوگوں کے درمیان بہت زیادہ مشہور ہو گئے ہیں، حالانکہ ہارون الرشید کی تلوار سے مظلوموں کا خون ٹپک رہا ہے۔

آپ نے فرمایا: میرے جدّ بزرگوار پیغمبر اکرمؐ کے اس فرمان نے مجھے بے باک اور نڈر بنا دیا ہے جو آپ نے ابوجہل کی دھمکی کے مقابلے میں دیا تھا۔

آپؐ نے فرمایا تھا: ابوجہل میرے سر کا ایک بال تک کم کر جائے تو میں بھی پیغمبر نہیں ہوں۔ اسی طرح ہارون الرشید اگر میرے سر کا ایک بال تک کم کر جائے تو میں بھی امام نہیں ہوں۔'' (روضہ کافی، ص ۲۵۲)

جب کسی نے آپ سے پوچھا: موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کا جانشین کون ہے؟

آپ نے فرمایا: برحق جانشین میں ہوں۔

ایک دن واقفی مذہب (جو حضرت موسیٰ بن جعفرؑ تک سلسلہ امامت کے قائل ہیں ان کے بعد کسی کو امام تسلیم نہیں کرتے ہیں) کے پیروکار کچھ لوگ مثلاً علی بن ابی حمزہ بطائنی، محمد بن اسحاق، حسین بن عمران، اور حسن بن سعید مکاری آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے مختلف کیئے۔

علی بن حمزہ کہتا ہے: آپ پر قربان جاؤں آپ کے والد بزرگوار کس حال میں ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: وہ دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔

علی بن حمزہ: انہوں نے اپنا جانشین کس کو بنایا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: مجھے اپنا جانشین مقرر کیا ہے۔

علی بن حمزہ: آپ اس قدر بے باک ہو کر گفتگو کرتے ہیں جب کہ آپ کے اجداد بزرگوار امیر المومنین علی علیہ السلام سے لے کر موسیٰ بن جعفر تک کوئی بھی ایسا نہیں تھا۔

آپ نے فرمایا: ایسا نہیں ہے۔ میرے اجداد میں سب سے بہترین پیغمبر اکرمؐ ہیں وہ بھی اسی طرح گفتگو فرمایا کرتے تھے:

علی بن حمزہ اعرض کرتا ہے: کیا آپ ہارون الرشید اور اس کے کارندوں سے نہیں ڈرتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا:

اگر ان سے خوف کھاتا تو ہرگز اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالتا۔ ایک دن ابولہب نے پیغمبر اکرمؐ کو قتل کی دھمکی دی۔

تو آپ نے فرمایا: "اگر تیری طرف سے مجھے کوئی بھی نقصان پہنچ جائے تو میں بھی پیغمبر نہیں ہوں۔"

حسین بن مہران کہتا ہے: میں نے محسوس کیا کہ اب حضرت رضا علیہ السلام کو گھیرنے کا بہترین موقعہ میرے ہاتھ آیا ہے۔

میں نے کہا: اگر آپ اپنے دعویٰ امامت میں سچے ہیں تو اپنے مدعا کو کھل کر سب کے سامنے بیان کریں۔

امام علیہ السلام نے جواب دیتے ہوئے فرمایا: تمہارے خیال میں کس طرح سے اپنی بات کو کھل کر بیان کروں؟

کیا تم چاہتے ہو کہ دربار میں جا کر ہارون کے سامنے یہ کہوں کہ میں امام ہوں۔ خلافت میرا حق ہے تیرا حق نہیں ہے۔ جب کہ پیغمبر اکرمؐ نے بھی ابتداء رسالت میں ایسا نہیں کیا ہے۔ انہوں نے بھی سب سے پہلے اپنے رشتہ داروں اور قابل اعتماد لوگوں کے سامنے اپنے مدعا کا کھل کر اظہار فرمایا: تم میرے اجداد کی امامت کے قائل ہو۔ تمہارا کیا خیال ہے کہ میں اپنے والد بزرگوار کی جان بچانے کے لئے بطور تقیہ کہہ رہا ہوں کہ موسیٰ بن جعفر علیہ السلام دنیا سے رخصت فرما چکے ہیں۔ تم بہت بڑے اشتباہ کا شکار ہو۔ میں تم لوگوں سے بالکل نہیں ڈرتا ہوں اور تقیہ بھی نہیں کروں گا اور علی الاعلان کہتا ہوں کہ میں آٹھواں امام ہوں۔ البتہ اگر میرے والد بزرگوار زندہ ہوتے تو میں ان کی جان کی حفاظت کی خاطر تقیہ کرتا۔

ہارون کو کئی دفعہ حضرت رضا علیہ السلام کو قتل کرنے کے لئے برانگیختہ کیا گیا، لیکن اس نے آپؑ کو قتل کرنے کا ارتکاب نہیں کیا ہے۔

چنانچہ علامہ مجلسی رضوان اللہ علیہ نقل کرتے ہیں:

جعفر بن یحییٰ برمکی کہتا ہے: جب ہارون مکہ گیا تو حسین بن جعفر نے سرگوشی کرتے ہوئے کہا:

اے خلیفہ وقت! آپ نے قسم کھائی تھی کہ جو شخص بھی موسیٰ بن جعفر کے بعد امامت کا دعویٰ کرے گا میں اسے قتل کر دوں گا۔ کیا وہ قسم آپ بھول گئے ہیں؟

موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی شہادت کے بعد اس کے بیٹے علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام نے امامت کا دعویٰ کیا ہے ان کے بارے میں لوگوں کا وہی عقیدہ ہے جو موسیٰ بن جعفر کے بارے میں تھا۔

ہارون الرشید نے خشم آلود نگاہ کے ساتھ اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: تم کیا چاہتے ہو کہ میں سب کو قتل کرا دوں۔

موسیٰ بن مہران کہتا ہے: میں نے سارا واقعہ امام رضا علیہ السلام کے گوش گذار کیا۔

آپ نے فرمایا: انہیں مجھ سے کیا غرض ہے؟ خدا کی قسم وہ بال برابر مجھے نقصان نہیں پہنچا سکتا ہے۔

لوگوں نے اس طرح کی شکایات کر کے ہارون کے کان اس طرح سے بھر دیئے کہ وہ آپ کو راستے سے ہٹانے کے لئے تیار ہو گیا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت فرمائی۔

اباصلت ہروی نقل کرتا ہے: ایک دن امام رضا علیہ السلام اپنے گھر میں تشریف فرما تھے کہ اچانک ہارون کا ایلچی داخل ہوا اور کہتا ہے: امیر المومنین! ہارون نے آپ کو یاد کیا ہے۔

حضرت رضا علیہ السلام نے میری طرف دیکھا اور فرمایا: مجھے راستے سے ہٹانے کے لئے بلایا جا رہا ہے، لیکن خدا کی قسم یہ مجھے ذرا برابر نقصان نہیں پہنچا سکے گا، کیونکہ اس کے بارے میں مجھے میرے جد بزرگوار نے مطلع فرمایا ہے۔

اباصلت کہتا ہے: میں حضرت رضا علیہ السلام کے ساتھ گیا جب ہارون کی نگاہ آپ پر پڑی تو آپؑ نے اپنا مخصوص حرز پڑھا: (آپ کا یہ حرز مج الدعوات میں مذکور ہے۔ جو رقعۃ الجیب کے نام سے ہے۔ حرز وہ دعا ہے جو کاغذ پر لکھ کر اپنے ساتھ رکھی جاتی ہے)۔

ہارون نے جب آپ کو دیکھا تو فوراً منقلب ہو گیا اور کہتا ہے: میں نے حکم دیا تھا کہ ایک لاکھ درہم آپ کی خدمت میں پیش کیے جائیں۔ اس کے علاوہ اپنے رشتہ داروں کی مشکلات وضروریات لکھ کر مجھے دے دو تا کہ آپ کی مرضی کے مطابق پوری کر سکوں۔

حضرت رضا علیہ السلام جب واپس لوٹے تو ہارون آپ کے قد وقامت کی طرف نگاہ کرتے ہوئے کہتا ہے: میں نے ان کے بارے میں ارادہ کچھ اور کیا تھا لیکن خدا یہی چاہتا تھا پس جو خدا کا ارادہ ہے وہی بہتر ہے۔

خاندان برامکہ علوی سادات کے جانی دشمن تھے، چونکہ ان کا ہارون کے زمانہ میں بہت زیادہ نفوذ تھا۔ وہ اپنی حکومت کو مضبوط کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو قید خانے میں بند کروایا اور انہیں جہاں کہیں بھی کوئی علوی سید ملتا اسے قتل کر دیتے تھے۔

جیسا کہ صفوان بن یحییٰ نقل کرتا ہے:

ایک دن یحییٰ بن خالد برمکی نے ہارون سے کہا: موسیٰ بن جعفر کا بیٹا امامت کا دعوے دار ہے۔ اس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟

ہارون نے جواب دیتے ہوئے کہا: جو کچھ اس کے باپ کے بارے میں کر چکے ہیں۔ اسی طرح سے نہیں کریں گے۔ (یعنی اسے ہم قتل نہیں کروائیں گے۔) (بحار الانوار، ج ۴۹، ص ۱۱۳)

برامکہ کے منقرض اور ختم ہونے کی تاریخ میں مختلف علتیں نقل ہوئی ہیں۔ مثلاً عباسہ کا واقعہ، خواہر ہارون الرشید کی مخالفت، امور مملکت میں بے جا دخل اندازی اور حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے قتل میں ہاتھ ڈالنا وغیرہ۔ اسی ظلم و بربریت کی وجہ سے امام رضا علیہ السلام نے برامکہ پر لعنت بھیجی ہے۔

محمد بن فضیل کہتا ہے: جس سال ہارون نے برامکہ کا خاتمہ پڑھا: اسی سال حضرت امام رضا علیہ السلام نے میدان عرفات میں اپنے خالق حقیقی سے راز و نیاز اور مناجات کرتے ہوئے اپنا سر نیچے کی جانب جھکا دیا تو پوچھا گیا: آپ نے کون سی دعا فرمائی ہے:

آپ نے فرمایا: میں نے برامکہ پر اس ظلم وستم کی وجہ سے لعنت کی ہے جس کے وہ مرتکب ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آج میری دعا قبول فرمائی ہے۔ اس سے کچھ عرصہ بعد ہارون برامکہ کا مخالف ہو گیا تھا لہٰذا اس نے جعفر اور یحییٰ کو قتل کروا دیا۔

(بحار الانوار، ج ۴۹، ص ۵۸)

# ہارون خراسان کیوں آیا؟

ہارون کی حکومت وخلافت میں سرزمین خراسان کو بہت زیادہ اہمیت حاصل تھی۔ یہ ایک وسیع وعریض سرزمین تھی جو جغرافیائی مواقعیت اور اقتصادی اہمیت کی بناء پر زبانزد عام و خاص تھی۔

شاعروں اور قلمکاروں نے اسے اچھے لفظوں سے یاد کیا ہے اور اس کا ذکر اپنی تالیفات وتصنیفات میں بڑے اچھے انداز سے کیا ہے:

رودکی شاعر کہتا ہے:

مہر دیدم بامدا دان چون شتافت
از خراسان سوی خاور می شتافت

ناصر خسرو کہتا ہے:

خاک خراسان کہ بود جای ادب
معدن دیوان ناکس اکنون شد

"خراسان کی سرزمین ادب کی جگہ ہے جواب نالائق شاعروں کی شاعری کا منبع بن گئی ہے۔"

خاقانی کہتا ہے:

آن کعبہ وفا کہ خراسانش نام بود

اکنون بہ پای پیل حوادث خراب شد

''وہ وفا کا مرکز جس کا نام خراسان تھا۔ وہ اب ہاتھیوں کے پاؤں کی وجہ سے خراب ہو چکا ہے۔''

قدیم فارسی زبان میں خراسان کو خاور زمین کہتے ہیں۔

قرون وسطیٰ میں یہ نام پورے اسلامی صوبوں پر اطلاق ہوتا ہے۔ جو صحراء لوط سے لے کر کوہ ہند تک پھیلے ہوئے تھے۔

اس شاعر نے خراسان کے بارے میں بہت عمدہ اشعار کہے ہیں:

خوشا جاء یا برو بوم خراسان

در او باش و جہان رامی خور آسان

زبان پہلوی ہرکا وشناسد

خراسان آن بود کزوی خور آسد

کتاب ''اماکن'' میں یوں نقل کیا گیا ہے کہ پرانا خراسان شمال کی طرف سے بلاد ترک ماوراء النہر جیحون سے لے کر بلاد افغانستان کے وسط تک پھیلا ہوا تھا البتہ اس کا بیشتر حصہ مشرق کی طرف تھا جو چین کی مغربی حدود تک جاتا تھا اور جنوب کی طرف سے کرمان سے لے کر ہندوستان کی سرحد تک پھیلا ہوا تھا۔

بلاذری کہتا ہے: خراسان چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

پہلا حصہ: ایران شہر، نیشاپور، ہرات اور طوس پر مشتمل ہے۔

دوسرا حصہ: مرو، سرخس فسا، اور خوارزم پر مشتمل ہے۔

تیسرا حصہ: بدخشان کا ہے جہاں سے تبت کو راستہ جاتا ہے اور اندرابہ کے لوگ

وہاں سے کابل اور ترمذ جاتے تھے۔

**چوتھا حصہ:** ماوراء النہر پر مشتمل ہے، جس میں بخارا، فرغانہ اور سمرقند آتے ہیں۔

مراصد الاطلاع میں لکھتے ہیں: خراسان کی حدود عراق سے لے کر ہندوستان تک پھیلی ہوئی تھیں۔ خراسان کا شمار مہد علم و دانش اور مفکرین کی سرزمین کے طور پر ہوتا ہے۔ خراسان کے سب سے پہلے فلسفی محمد بن ترخان معروف ابی نصر فارابی ترکی ہیں جب کہ شیخ الرئیس کا مقام پیدائش بھی خراسان کے اطراف میں ہے۔ ان کی رحلت ھمدان میں ہوئی ہے۔

خواجہ نصیر الدین طوسی متوفی ۶۷۳ھ (جو بغداد میں حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے روضہ اقدس کے جوار میں دفن ہیں) اور ابو جعفر محمد بن حسن طوسی (متوفی ۴۶۰ھ در بغداد) بھی خراسان کی مشہور علمی شخصیت ہیں۔

صحاح ستہ کے تمام مولفین کا تعلق بھی خراسان سے تھا۔ ابو حامد غزالی اس کا بھائی احمد غزالی، حاکم نیشاپوری، بخاری صاحب مستدرک، ترمذی اور کچھ دیگر فقہاء وعلماء کا تعلق اسی سر زمین سے تھا۔

معروف ریاضی دان عمر خیام، مشہور سیاستمدار ابو مسلم خراسانی، بہترین شاعر فردوسی و رودکی اور تاریخ و ریاضی کے ماہر ابوریحان بیرونی کے نام قابل ذکر ہیں۔

فارسی لغت کی کتاب فرہنگ دھخدا میں لکھتے ہیں:

خراسان جنوب میں واقع شہر سیستان اور قہستان کے علاوہ تمام بلاد ماوراء النہر پر مشتمل ہے۔

خراسان کی بیرونی حدود وسط ایشیا میں چین و پامیر کے بیابان سے لے کر ہندوستان کے پہاڑوں اور ہندوکش تک پھیلی ہوئی تھیں، لیکن بعد میں اس کی حدود کم ہو گئیں ہیں۔ اب ایران کا صرف ایک صوبہ بن کر رہ گیا ہے۔ جواب رود جیحون کے اس طرف کو بھی شامل نہیں ہے، لیکن افغانستان کے شہر ہرات تک تمام علاقہ اسی صوبہ میں شامل ہے۔

قرون وسطیٰ میں اس صوبہ کو چہار برابر حصوں میں منقسم کیا گیا تھا۔ ہر حصے کو ان چار بڑے بڑے شہروں کے نام سے موسوم کیا گیا تھا جو اس حصے کا سب سے بڑا شہر اور دار الحکومت ہوتا تھا۔

وہ چار حصے یہ ہیں:

پہلا حصہ: ہرات، بلخ، نیشا پور اور مرو پر مشتمل تھا۔ پہلی اسلامی فتوحات کے وقت خراسان کا دار الخلافہ مرو و بلخ تھا لیکن بعد میں امراء طاہریان نے نیشا پور کو اپنی حکومت کا مرکز قرار دیا تھا۔

خراسان کے بارے میں لکھتے ہیں:

۱۲۳۹ھ ق میں جنگ ہرات کے بعد خراسان کا دو حصوں میں بٹوار ہو گیا۔ وہ حصہ جو ہریرود کے مغرب میں واقع تھا۔ ایران کے حصے میں آ گیا اور باقی حصہ افغانستان میں منقسم ہو گیا تھا۔ اب خراسان صرف ایران کے ایک صوبے کا نام ہے۔

خراسان کی جغرافیائی حدود مندرجہ ذیل ہیں:

شمال کی طرف سے ماوراء النہر اور جو حصہ اس سے جدا ہوا ہے۔

مشرق کی طرف سے اراک، عجم اور استر آباد تک ہے۔ شمال و جنوب کی طرف سے اس کا طول ۱۸۰۰ اور مشرق و مغرب کی طرف ۴۸۰ کلو میٹر ہے۔ اس کی کل مساحت تقریباً ۲۲۰۰۰۰ مربع کلو میٹر ہے (گویا انگلستان سے تھوڑا سا بڑا ہے)۔

عباسیوں خصوصاً ہارون الرشید کی حکومت کا اہم ترین حصہ خراسان میں گذرا ہے۔

ہارون الرشید کو جب یہ معلوم ہوا کہ خراسان میں علویوں نے اس کے خلاف قیام کیا ہے تو اس نے اپنی حکومت کی بہتری اسی میں سمجھی کہ خراسان کو جیسے بھی ہو سکے اپنے قابو میں رکھے۔ اس نے فضل بن یحییٰ برمکی کو مخصوص عزت و مقام دیتے ہوئے خراسان کا گورنر بنا دیا۔ فضل بن یحییٰ نے عدل و انصاف کرتے ہوئے دو سال تک خراسان پر حکومت کی۔ اس نے ہارون اور

علویوں کے درمیان صلح کروادی اور اس نے ہارون کی طرف سے امان نامہ علویوں تک پہنچا دیا۔

دو سال گذرنے کے بعد ہارون نے فضل بن یحییٰ کو بغداد میں واپس بلالیا اور اس کی گورنری کا عہدہ علی بن عیسیٰ ماہان کے حوالے کر دیا، جو ایک انتہائی ظالم اور ستمگر شخص تھا۔ علی بن عیسیٰ ماہان نے ہارون کی قدرت وطاقت پر بھروسہ کرتے ہوئے لوگوں کے اس قدر اموال واسباب لوٹے کہ لوگ اس شخص سے بے حد تنگ آ گئے تھے۔ کوئی بھی اپنی جان اور مال کے حوالے سے مطمئن نہیں تھا۔ اس شخص نے لوٹ گھسوٹ کے ذریعے لوگوں کے اموال کے انبار لگا رکھے تھے۔ ان میں بہت تھوڑی مقدار میں ہارون کو بطور ہدیہ بھیجا۔ یہ ہدیہ کم ہونے کے باوجود اس قدر زیادہ تھا کہ تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی ہے۔ ہارون نے جب اتنا مال و منال بطور ہدیہ موصول کیا تو اس نے برمکیوں کی گوشمالی کا حکم دے دیا۔ اور کہا: فوج کے سارے بڑے افسر اور وزراء شہر کے عمومی میدان میں اکٹھے ہو جائیں اور یحییٰ اور اس کے بیٹوں کے سامنے اس ہدیہ کی نمائش کی جائے جو علی بن عیسیٰ ماہان نے بھیجا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ابوالفضل محمد بن کاتب نے تاریخ بیہقی میں درج ذیل اموال کی فہرست نقل کی ہے۔

- ایک ہزار ترکی غلام جن کے ہاتھ میں مخصوص قسم کے جام تھے۔
- ایک ہزار ترک کنیزیں جن کے ہاتھ میں سونے یا چاندی کے جام تھے۔
- ایک سو ہندی غلام ہندی تلواروں کے ساتھ اور ایک ہزار ہندی کنیزیں اپنی مخصوص چادروں کے ساتھ۔
- پانچ جوڑے ہاتھیوں کے جن کی زینیں سونے یا چاندی سے بنی ہوئی تھیں۔
- ان ہاتھیوں کے پیچھے بیس عدد گھوڑے جن کی زینیں اور نعلیں سونے سے بنی ہوئی تھیں جو بہترین قسم کے فیروزوں اور بدخشی جواہرات سے مزین کیے گئے تھے۔
- گیلان اور خراسان کے دو دو سو گھوڑے اور دو سو شکاری باز تھے۔

- تین سو ایسے اونٹ جن کے کجاوے مخمل سے آراستہ تھے، ان کے علاوہ سات سو اونٹ۔
- پانچ لاکھ تین سو بلور کے ٹکڑے۔
- جواہرات کے بیس گردن بند اور تین لاکھ مروارید۔
- سو سو فغفوری چینی کے برتن، تین سو بہترین قسم کے پردے اور دو سو اچھی قسم کے قالین وغیرہ۔

ہارون نے یحییٰ بن خالد برکی سے پوچھا: فضل کی گورنری کے زمانہ میں یہ ہدایا کہاں تھے؟

اس نے جواب دیا: مالکوں کے گھروں میں اگرچہ ہارون یہ جواب سن کر غصے میں آ گیا تھا، لیکن یحییٰ نے اسے اس مقام پر لا کھڑا کیا جہاں پر وہ حالات کے بارے میں سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا۔

یحییٰ بن خالد نے کہا: سرزمین خراسان بہت وسیع ہے۔ جب کہ ترک ہمارے بہت سخت دشمن ہیں۔ علی بن عیسیٰ سے لوگ بہت تنگ آ چکے ہیں۔ اگر خلیفہ وقت ان کی دادرسی کے لئے تشریف نہ لے گئے تو وہ لوگ اللہ کی بارگاہ میں بدعا کے لئے ہاتھ اٹھائیں گے۔ وہ لوگ فتنہ وفساد برپا کریں گے۔ لہذا خلیفہ وقت کو تھا ان کی دادرسی کے لئے تشریف لے جانا چاہیے۔ اگر فتنہ وفساد پھیل گیا تو پھر اس پر قابو پانے کے لئے ایک درہم کی بجائے پچاس درہم خرچ کرنا پڑیں گے۔ علی بن عیسیٰ کی زیادتی وستمگری اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ لوگ مرکزی حکومت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔

علی بن عیسیٰ کے ظلم وستم نے لوگوں کو فقر وفاقہ سے دوچار کر دیا اور ممکن ہے کہ یہی چیز حکومت وخلافت کے خلاف شورش کا موجب بنی ہو۔ ادھر سے رافع بن لیث سیار (جو علی بن عیسیٰ کی طرف سے ماوراء النہر کا گورنر مقرر کیا گیا تھا) کی طرف سے شورش اٹھ کھڑی ہوئی اس نے علی بن عیسیٰ کے لشکر کو شکست سے دوچار کیا اور علی بن عیسیٰ کو ہارون الرشید سے مدد لینے پر

مجبور کر دیا۔ ادھر سیستان سے حمزہ بن عبداللہ خارجی نے تیس ہزار کا لشکر تیار کیا اور حکم دیا کہ ہر پانچ سو کا لشکر خراسان کے اطراف میں حملہ کرے اور جہاں بھی بنی عباس کے کارندوں کو پاؤ انہیں قتل کر دو اور ان کے اموال بطور غنیمت اکٹھے کر لو۔ اس کے علاوہ دو اور شورشیں خراسان میں حکومت کے خلاف اٹھیں۔ لہٰذا ہارون مجبور ہو کر خود اطراف خراسان کی طرف نکل کھڑا ہوا۔

ہارون نے محمد امین کو بغداد میں چھوڑا اور مامون کو اپنے ہمراہ خراسان لے گیا۔ ہارون کے حالات اچھے نہیں تھے لیکن مجبوراً اسے یہ سفر اختیار کرنا پڑا۔ وہ ری، گرگان اور اسفرائن کے راستے مرو کی طرف چل پڑا۔ دوران سفر راستے میں ایک دیہات بنام "کھناب" میں دو ماہ تک قیام کیا۔ اس کا معالج بختی شوع ہمیشہ اس کے ساتھ تھا۔ منجمین نے پہلے سے ہارون کو اطلاع دے رکھی تھی کہ تو خراسان میں مرے گا۔ لہٰذا اس سفر سے وہ ڈرتا تھا۔ اس نے مجبور ہو کر ایک خط حمزہ بن عبداللہ کو لکھا اور اسے انعام و اکرام کا لالچ دے کر اپنی اطاعت کرنے کی دعوت دی، لیکن اس نے بڑا سخت جواب دیا۔ یہ سارے حالات دیکھ کر ہارون جنگ کرنے پر مجبور ہو گیا۔ وہ گرگان سے توس گیا۔ جب توس پہنچا تو جنگ کے خوف کی وجہ سے سخت مریض ہو گیا اور تین جمادی الثانی ۱۹۳ھ ق میں ۴۹ سال عمر گذرنے کے بعد قریہ نوغان میں فوت ہو گیا تھا۔

اس وقت خراسان کا حاکم حمید بن قحطبہ طائی تھا۔ اس نے ہارون کو اپنے باغ میں دفن کیا۔ جہاں اس نے ایک بہت خوبصورت محل بنا رکھا تھا۔ مامون الرشید نے اپنے باپ کی قبر پر قبہ تعمیر کروایا جو قبہ ہارونیہ کے نام سے معروف ہو گیا۔ وہی قبہ اس وقت امام رضا علیہ السلام کے روضہ اقدس کے نام سے مشہور ہے۔

## مامون الرشید کی تخت نشینی

ہارون کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا محمد امین باپ کا جانشین مقرر ہوا۔ ہارون کے مرنے کی خبر سنتے ہی نو جمادی الآخر ۱۹۳ ہفتے کی رات کو لوگوں نے محمد امین کی بیعت کر لی۔

امین نے جمعہ کے دن اپنے بھائی (حاکم مرو) کو خط لکھا کہ وہ اس کی بیعت کر لے۔ مامون نے ایلچی کو زندان میں ڈال دیا اور فضل بن سہل کے صلاح و مشورے سے اپنے بھائی کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا۔

آخر کار پچیس محرم الحرام ۱۹۸ھ ق کی رات کو امین قتل ہو گیا اور مامون نے عہدہ خلافت سنبھال لیا۔ ۱۹۸ سے لے کر ۲۰۴ھ قمری تک اس کی حکومت کا مرکز خراسان رہا۔

مامون اپنے بھائی محمد امین کو قتل کرنے کے بعد عجیب سیاسی بحران کا شکار ہو گیا تھا۔ کیونکہ بنی عباس کے وہ لوگ جو محمد امین کے حامی تھے وہ مامون کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ ادھر سے علویوں نے بھی آرام کی سانس لی جو ہارون کے زمانہ میں اس کے ظلم و ستم سے تنگ آ چکے تھے۔ انہوں نے بھی حالات سے استفادہ کرتے ہوئے حکومت وقت کی کھل کر مخالفت شروع کر دی۔

صاحب کتاب ''روضۃ الصفاء'' تیسری جلد کے صفحہ ۱۵۳ میں لکھتا ہے:

مامون کا وزیر فضل بن سہل تمام حادثات و واقعات کی جزئیات سے آگاہ تھا لیکن وہ نہیں چاہتا تھا کہ مامون حالات سے مکمل طور پر آگاہ ہو۔ اس نے فقط مامون کو اتنا بتایا تھا کہ علویوں نے علم بغاوت بلند کیا ہوا ہے اور لوگ ان کی ہاں میں ہاں ملا رہے ہیں۔ عربستان کی صورتحال عجیب و غریب رخ اختیار کر چکی ہے لہٰذا ان کے بارے میں کوئی بنیادی اقدام کرنا چاہیے۔

مامون نے ان پُر آشوب حالات پر قابو پانے کے لیے عجیب و غریب سیاست کھیلی تھی کہ بارہ سو سال گذرنے کے بعد بھی بعض دانشوروں کا خیال ہے کہ مامون نے واقعاً یہ کام ایک مذہبی فریضہ سمجھتے ہوئے انجام دیا ہے۔ حتیٰ کہ بعض تواریخ بھی اسی مدعا کو ثابت کرتی

ہیں، لیکن اس وقت کے حالات اور تاریخی مستند و محکم دلائل اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ مامون نے اپنے سیاسی اغراض اور حکومت کو مضبوط و محکم کرنے کے لئے حضرت امام رضا علیہ السلام کو اپنی ولایعھدی سونپی تھی ۔ ہم کتاب حاضر کے اسی حصے میں کچھ شواہد کا ذکر کریں گے۔

صاحب الفخری لکھتا ہے: مامون نے عباسی اور علوی خاندان کے بزرگوں کو اپنے ہاں بلایا۔ ان میں سے حضرت رضا علیہ السلام کے علاوہ کسی کو افضل، اصلح اور دیندار نہ پایا۔ الفخری کے مطابق مامون نے اسی وقت وجیہ الملہ شخص کا انتخاب کیا جو دونوں فرقوں کے لئے مورد اعتماد تھا۔

ڈاکٹر احمد رفاعی جو اہل سنت کے طرف دار ہیں لکھتے ہیں: امام رضا علیہ السلام کو ولا یعھدی کا قلمدان سونپنا صرف سیاسی اغراض و مقاصد کی خاطر تھا۔

بالآخر مامون کو پتہ چل گیا کہ پورا ملک پر آشوب حالات سے گذر رہا ہے۔ اس نے مجلس مشاورت تشکیل دی۔ اس مجلس میں فیصلہ یہ ہوا کہ عباسیوں اور علویوں کو راضی اور ملک کے حالات پر کنٹرول کرنے کے لئے حضرت رضاؑ (جو ایک برجستہ شخصیت اور مسلمانوں کے دلوں کی دھڑکن ہیں) پر نظر رکھنی ضروری ہے۔ لہٰذا اس نے ولایت عہدی کا ڈھونگ رچانے کے لئے امام رضا علیہ السلام کو مدینہ سے مرو تشریف لانے کی دعوت دی۔ مامون الرشید نے عباس بن عبدالمطلب کی آل و اولاد سے ۳۳ ہزار افراد کو قصر خلافت میں اکٹھا کیا اور ان کے سامنے حضرت رضا علیہ السلام کو اپنا ولی عہدی بنانے کا اظہار کیا امام رضا علیہ السلام کو مدینہ سے مرو لانے کے لئے مامون نے اپنے ماموں والی مدینہ ابی ضحاک کو حکم دیا کہ آپؑ کو بہت زیادہ احترام کے ساتھ مرو کی طرف روانہ کیا جائے۔

ابی ضحاک امامؑ کو براستہ بصرہ، فارس، اصفہان، دشت آہوان اور کوہ میامی کی طرف سے نیشاپور تک لے آیا۔ جب آپ نیشاپور پہنچے تو محلہ بلاش آباد میں بسندہ نامی کے ہاں

رکے، پھر وہاں سے قریہ حمراء (جو قدمگاہ کے نام سے معروف ہے) پہنچے۔ وہاں سے توس، سناباد کے راستے مرو کی طرف روانہ ہو گئے۔ اس سفر کے دوران بہت اچھے اچھے واقعات رونما ہوئے جن میں سے بعض کا ذکر قاری حضرات کی دلچسپی کے لئے یہاں پر ذکر کروں گا۔

## نیشاپور میں ظہور اور حدیث سلسلۃ الذہب

تاریخ نیشاپور کا مصنف اپنی کتاب میں لکھتا ہے:

حضرت امام رضا علیہ السلام جب نیشاپور پہنچے تو آپ ایک سیاہ وسفید استر پر سوار تھے، جس کے اوپر خالص چاندی سے آراستہ شدہ کجاوہ رکھا ہوا تھا۔

دوران سفر احادیث کے حافظ دو شخص بنام ''ابوزرعہ رازی'' اور ''محمد بن اسلم توسی'' جن کے ہاتھ میں استر کی مہار تھی عرض کرتے ہیں:

اے ہمارے آقا و سردار، اے آئمہ طاہرین کے فرزند اور اے بہترین قوم کی نشانی ہم آپ کو آپ کے اجداد اطہار کی قسم دیتے ہیں کہ اپنے کجاوے کے ایک طرف سے پردہ اٹھائیں، تا کہ ہم آپ کے جمال اور نور کی زیارت کر سکیں اور اپنے اجداد سے کوئی حدیث نقل فرمائیں، جو ہماری لئے ایک یادگار ہو۔

امام رضا علیہ السلام نے اپنی سواری کو روکنے کا حکم فرمایا اور کجاوے کا سائبان اٹھایا تو وہاں پر موجود لوگوں کی آنکھیں آپ کے نور انور سے روشن ہو گئیں۔ آپ کی زلفیں پیغمبر اکرمؐ کی زلفوں کے مشابہ تھیں۔ تمام لوگ کھڑے ہو کر آپ کی زیارت میں محو ہو گئے۔ بعض لوگ خوشی سے اچھل اچھل کر نعرے لگا رہے تھے۔ بعض لوگوں کی آنکھوں سے اشک شوق جاری تھے۔ ہر کوئی اپنی بساط کے مطابق اس الٰہی نعمت کی قدر دانی میں مشغول تھا۔ ظہر تک ایسی صورت حال جاری رہی اچانک لکھاریوں اور قضات نے فریاد بلند کی۔ اے لوگو! فرزند پیغمبر کو اذیت نہ کرو اور خاموش ہو جاؤ، اور فرزند پیغمبر اکرمؐ سے حدیث سماعت فرماؤ۔

اس وقت چوبیس ہزار قلمدان کھل گئے اور فرمانِ امامؑ سننے کا شدت سے انتظار کرنے لگے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: میں نے اپنے والد بزرگوار موسیٰ بن جعفر سے اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار جعفر صادق علیہ السلام سے، انہوں نے اپنے والد گرامی محمد بن علی علیہ السلام سے، انہوں نے اپنے والد بزرگوار علی بن الحسین علیہ السلام سے اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار حسین بن علی علیہ السلام سے اور انہوں نے علی بن ابی طالب علیہ السلام سے اور انہوں نے پیغمبر اکرمؐ سے اور انہوں نے جبرائیل سے اور جبرائیل کہتا ہے: میں نے خدا سے سنا ہے:

كَلِمَةُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ حِصْنِي فَمَنْ قَالَهَا دَخَلَ حِصْنِي وَمَنْ دَخَلَ حِصْنِي اٰمِنَ مِنْ عَذَابِي.

''کلمہ لا الہ الا اللہ میرا مضبوط قلعہ ہے جو بھی یہ کلمہ ادا کرے گا وہ میرے مضبوط قلعہ میں داخل ہو جائے گا جو بھی میرے قلعہ میں داخل ہو جائے گا وہ میرے عذاب سے محفوظ ہو جائے گا۔''

امالی شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ میں نقل ہوا ہے کہ امامؑ نے تھوڑی دیر انتظار کے بعد اپنے رخ انور کی دوبارہ زیارت کرواتے ہوئے فرمایا:

بِشُرُوْطِهَا وَاَنَا مِنْ شُرُوْطِهَا.

''اس کلمہ کا اظہار اس وقت مفید ہو گا جب شرائط کے ذریعے اسے انجام دیا جائے، اس کی شرائط میں سے ایک شرط میں ہوں۔'' (یعنی میری امامت کا اعتراف کرنا)۔

اس حدیث کے بارے میں نقل کرتے ہیں: ایک ساسانی بادشاہ نے اسے سونے سے لکھا اور حکم دیا کہ میرے مرنے کے بعد اسے میرے ساتھ دفن کر دینا۔ اس کے حکم کے مطابق عمل کیا گیا۔ مرنے کے بعد اسے خواب میں دیکھا اور اس سے سوال کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے

تیرے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟

اس نے کہا: میرے خالق نے تصدیق نبوت اس حدیث کو بیان کرنے اور سونے سے لکھنے کے عوض میں مجھے بخش دیا ہے۔ (کشف الغمہ، ج۳، ص۱۴۴)

کتاب عیون اخبار الرضاؑ میں علی بن بلال سے نقل ہوا ہے کہ حضرت علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام نے اپنے اجداد سے اور انہوں نے پیغمبر اکرمؐ اور انہوں نے جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل سے نقل کیا ہے:

قَالَ! يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ وِلَايَةُ عَلِيِّ بْنِ اَبِي طَالِبٍ حِصْنِي فَمَنْ دَخَلَ حِصْنِي اَمِنَ مِنْ عَذَابِي.

"ولایت علی بن ابی طالب میرا مضبوط و محکم قلعہ ہے جو بھی اس قلعہ میں داخل ہو گیا وہ میرے عذاب سے محفوظ ہے۔"

اباصلت ہروی کہتا ہے: جب امام رضاؑ نیشاپور سے "دہ سرخ" پہنچے تو آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا: آقا ظہر کا وقت ہو گیا ہے۔ کیا آپ نماز نہیں پڑھیں گے؟ آپ فوراً اپنی سواری سے نیچے اترے اور حکم دیا کہ پانی لایا جائے۔ لوگوں نے کہا: آقا پانی تو نہیں ہے۔ آپ نے اپنے دست مبارک سے زمین میں گڑھا کھودا، وہاں پر ایک چشمہ جاری ہو گیا جو ابھی تک باقی ہے۔

جب آپؑ سناباد پہنچے تو پہاڑ کی طرف پشت مبارک کرتے ہوئے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ انْفَعْ بِهِ وَ بَارِكْ فِيمَا يَجْعَلُ فِيمَا يَنْحَتُ مِنْهُ الْقُدُوْرُ.

"اے میرے معبود! اس پہاڑ کے وسیلہ سے لوگوں کو بہرہ مند فرما اور اس چیز میں برکت ڈال جو اس پہاڑ سے بنے ہوئے برتنوں میں ڈالتے ہیں۔"

آپ نے حکم فرمایا: میرا کھانا پکانے کے لئے اسی پہاڑ کے پتھر سے برتن تراشیں اور فرمایا:

**لا يَطْبَخُ مَا اٰكِلُهُ اِلاَّ فِيهَا.**

''میری غذا صرف اسی پہاڑ سے تراشے گئے برتن میں پکانا'' لوگ اسی دن سے اس پہاڑ کے پتھروں سے غذا وغیرہ پکانے کے برتن بناتے ہیں۔ یہ آپ کی دعا کا اثر ہے۔

(بحار الانوار، ج ۴۹، ص ۱۲۵)

## طوس وسنا آباد

توس ایسا نام ہے جس کا خارجی وجود مغلوں کے ہاتھوں شہر تباہ و برباد ہونے کے ساتھ ختم ہو چکا ہے۔ مغلوں کے ہاتھ تباہ و برباد ہونے سے قبل مشہد کا نام توس تھا۔ نوغان کا محلہ اسی شہر کا حصہ تھا۔

قدیم شہر توس چوتھی میلادی صدی میں تباہ و برباد کیا گیا تھا۔ البتہ اس کی بیرونی دیواریں ابھی تک باقی ہیں۔ فی الحال اس شہر کی مبہم نشانی جو ابھی تک باقی ہے وہ فردوس کی آرام گاہ ہے۔ مشہد مقدس سے قدیمی توس شہر کا فاصلہ تقریباً تیس کلومیٹر ہے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ شہر مشہد مقدس کی عظمت مغلوں کے بعد شروع ہوتی ہے۔ اس دن کے بعد اس علاقے نے شہر کی صورت دھار لی ہے جو دن بدن وسعت اختیار کرتا جا رہا ہے۔

امام علیہ السلام توس سناد باد میں قحطبہ طائی کے ہاں (جہاں پر ہارون دفن تھا، قیام پذیر ہوئے۔ اپنے دست مبارک سے زمین پر لکیر کھینچتے ہوئے فرمایا:

''یہ میرے دفن کا مقام ہے''

روایت کے الفاظ یوں ہیں:

**سَيَجْعَلُ اللّٰهُ هٰذَا الْمَكَانَ مُخْتَلَفَ شِيْعَتِي وَاَهْلَ مُحَبَّتِي وَاللّٰهُ**

**يَزُوْرُنِي مِنْهُمْ زَائِرٌ وَلاَ يُسَلِّمُ عَلَيَّ مِنْهُمْ مُسَلِّمٌ اِلاَّ وَجَبَ لَهُ غُفْرَانُ**

اللّٰہِ وَرَحْمَتُہٗ بِشَفَاعَتِنَا اَھْلِ الْبَیْتِ.

''اللہ تعالیٰ عنقریب اس مکان کو ہمارے شیعوں اور محبت کرنے والوں کے لئے رفت وآمد کی جگہ قرار دے گا، خدا کی قسم جو بھی میری زیارت کرے گا اور مجھ پر سلام بھیجے گا تو اللہ تعالیٰ ہم اہل بیت کی شفاعت کے ذریعے اسے بخش دے گا اور اس پر اپنی رحمت نازل کرے گا۔''

یہ جملہ ارشاد فرمانے کے بعد آپؑ نے کچھ رکعتیں نماز بجالائی، دعا فرمائی اور ایک طویل سجدہ بجالایا۔ اس سجدہ مین پانچ سو مرتبہ ذکر فرمایا: پھر وہاں سے رخصت ہو گئے۔

(بحارالانوار، ج ۴۹، ص ۱۲۵)

اعتماد السلطنہ نے شہر توس کے برجوں اور بیرونی دیوار کے بارے میں ایک مفصل باب لکھا ہے۔

شہر کے اردگرد دیوار پر ایک سو چھ برج بنائے گئے تھے۔ اس شہر کے دروازے کا ذکر خیام شاعر نے اپنی رباعی میں کیا ہے۔

مرغی دیدم نشستہ بربارۂ توس
دو پیش نہادہ کلہ کیکاووس
باکلہ ہمی گفت کہ افسوس افسوس
کو بانگ جرسہا وچہ شد نالہ کوس؟

''میں نے ایک پرندہ دیکھا جو قلعہ توس کی فصیل پر بیٹھا ہوا تھا اس نے اپنے سامنے بادشاہ کیکاوس کی ٹوپی رکھی ہوئی ہے۔

وہ ٹوپی سے صرف یہی کہہ رہا تھا کہ کتنا افسوس کتنا افسوس کہ وہ گھنٹیوں کی صدائیں کدھر گئیں اور نقارے کا نالہ وفریاد کہاں گئے۔''

قیام شہر توس کو ''توس بن نوذر'' نے آباد کیا تھا۔ اس کے نزدیک دو اور شہر نوغان و

طابران تھے جن کے ہزار دیہات تھے۔

حمید بن قحطبہ کا گھر توس میں ایک مربع میل میں پھیلا ہوا تھا۔ امام رضا علیہ السلام کا روضہ اقدس اور ہارون الرشید کی قبر اسی کے باغوں میں سے ایک باغ میں بنائی گئی تھی۔

(مطلع الشمس، ج ۱، ص ۱۸۶)

سناباد اور نوغان کے درمیان بہت کم فاصلہ تھا۔ اسی طرح سناد اور مرقد حضرت رضاؑ کے درمیان بھی بہت کم فاصلہ تھا۔ صاحب کشف الغمہ نقل کرتا ہے کہ اتنا کم فاصلہ تھا کہ ایک عورت ہر روز صبح کے وقت سناد سے امام رضا علیہ السلام کے زائرین کی خدمت کے لئے آتی تھی اور شام کے وقت روضہ مطہر کے دروازے بند ہونے کے بعد واپس جایا کرتی تھی۔

(بحار الانوار، ج ۴۹، ص ۳۲۵)

حضرت علی بن موسیٰ الرضاؑ سناباد کے راستے مرو میں داخل ہوئے۔ سناباد میں ایک بہت بڑا باغ تھا جہاں پر قصر اسکندریا قبہ ہارونیہ تھا۔ توس کے گورنر حمید بن قحطبہ کی سکونت اسی باغ میں تھی۔ وہاں کی رسم یہ تھی جو بھی محبوب مسافر ہوتا لوگ اس کا پرجوش استقبال کرنے اور بہترین مقام پر پذیرائی کرتے تھے۔ یہ رسم منزل مقصود پر پہنچنے تک ادا کی جاتی تھی۔

یہی رسم وسنت امام رضا علیہ السلام کے لئے بھی بجالائی گئی۔ جب امامؑ کا قافلہ سناباد سے مرو کے لئے روانہ ہو کر جب سناد باد پہنچا تو حمید بن محطبہ نے اسی محل میں آپ کی پذیرائی اور خدمت کی۔

حضرت رضاؑ نے اپنا لباس دھونے کے لئے اپنے خادم کو دیا جس کی جیب میں اپنے ہاتھ سے لکھا ہوا حرز یا قرآن تھا۔ خادم وہ لباس محطبہ کے پس لے آیا۔ حمید نے جب وہ حرز یا قرآن دیکھا تو اس نے اسے امامؑ سے خریدنے کا اظہار کیا۔

امام نے فرمایا: ''اس کی قیمت یہ باغ ہے۔''

اس باغ میں کئی ایک عمارتیں تھیں۔ قبہ ہارونیہ بھی اسی میں تھا۔ اس کے علاوہ حمید بن

قطبہ کا محل اور مہمان خانہ بھی اسی باغ میں تھا۔

حمید نے باغ کے مقابلے میں قرآن کا ہدیہ قبول کیا۔ امام علیہ السلام نے معاملہ ہونے کے بعد اسی رات حکم دیا کہ باغ کے کچھ درخت کاٹ دیے جائیں گویا انہوں نے اپنا مالکانہ تصرف کیا۔

حمید اگلی صبح تک اس باغ کو فروخت کرنے کی وجہ سے پشیمان ہو چکا تھا اور اپنا باغ واپس لینا چاہتا تھا۔

امامؑ نے فرمایا: اگر باغ اسی حالت میں باقی ہو تو آپ کا ہے۔ حمید نے جا کر باغ کو دیکھا تو اس کے کچھ درخت کاٹے جا چکے تھے۔ اسی وجہ سے اسے قطعہ گاہ کا نام دیا گیا تھا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ باغ اس شرط پر تمہیں واپس کروں گا کہ یہاں پر میرے زائرین کی خاطر و مدارت کی جائے۔

حمید بن محطبہ نے امامؑ کی یہ شرط قبول کی تو آپ نے وہ حرز یا قرآن حمید کو بخش دیا اور باغ بھی مذکورہ شرط کی بناء پر واپس کر دیا۔ آپ نے سناباد میں دو روز قیام کیا پھر وہاں سے مرو کی طرف روانہ ہو گئے۔ (زندگی حضرت رضا علیہ السلام تالیف عماد زادہ)

## آپؑ کا مرو میں نزول

مرو شاہ جہاں خراسان کا ایک بہت بڑا شہر تھا۔ یاقوت حموی معجم البلدان میں لکھتا ہے کہ یہ شہر ذوالقرنین نے آباد کیا تھا اور اسے اپنا دارالحکومت بنایا تھا۔ اس شہر کی آب و ہوا اس قدر خوشگوار تھی کہ اس کا نام روحِ ملک (یعنی شاہ کی جان) رکھ دیا گیا تھا۔ بعد میں مضاف الیہ (ملک) کو مضاف (روح) پر مقدم کر دیا۔ جو بعد میں شاہجہان کے نام سے مشہور ہو گیا۔

اس زمانے میں مرو کی آبادی تین لاکھ افراد پر مشتمل تھی۔ جو اسلام کے امپراطور مامون الرشید کے ولی عہد کے استقبال کے لیئے آمادہ تھے۔ ان میں ۳۳ ہزار بنی عباس و بنی

ہاشم کے وہ افراد بھی شامل تھے جنہیں مامون نے دعوت دے کر بلایا ہوا تھا۔ خلاصہ یہ کہ لوگوں کا انبوہ کثیر آپؑ کے استقبال کے لئے شہر سے باہر نکل آیا تھا۔

حکومتی و نظامی سب لوگ منظم صفیں باندھ کر خلیفہ کی پیروی میں فرزند رسول حضرت رضا علیہ السلام کے استقبال کے لئے شہر سے باہر نکل آئے۔ یہ سارے انتظامات اس کی تعظیم کے لئے کئے گئے تھے۔ امام جب شہر میں داخل ہوئے تو پورا شہر آراستہ و مزین کیا ہوا تھا۔

مامون نے پہلی ہی نشست میں پیش نہاد کر دی کہ میں نے یہ سوچا ہے کہ حضرت رضاؑ کو امور خلافت میں شریک کروں اور انہیں اپنا ولی عہد بناؤں۔ بنی ہاشم کے بعض افراد نے حسد سے کام لیتے ہوئے کہا: کیا تم حکومتی معاملات ایسے شخص کے سپرد کرنا چاہتے ہو جو امور مملکت کو چلانے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ آپ پہلے انہیں تقریر کرنے کے لئے مدعو کریں تاکہ ان کی صلاحیت کا پتہ چل سکے۔

مامون الرشید نے آپؑ کو تقریر کرنے کے لئے مدعو کیا۔ جونہی آپ اس مجلس میں وارد ہوئے تو بنی ہاشم نے بغیر کسی انتظار کے کہا: آپؑ منبر پر جائیں اور پرستش و عبادت خدا کے بارے ہماری راہنمائی فرمائیں۔

امام علیہ السلام منبر پر تشریف لے گئے۔ اپنا سر جھکائے ہوئے تھے کہ آپ نے کسی قسم کی کوئی بات نہیں کی۔ پھر اپنی جگہ سے تھوڑا سا چلے اور اپنی گفتگو کا آغاز اللہ تعالیٰ کی حمد اور محمد و آل محمد علیہم السلام پر درود و سلام سے کیا۔

اس کے بعد فرمایا:

اَوَّلُ عِبَادَۃِ اللّٰہِ مَعْرِفَتُہٗ.

''خدا کی افضل ترین عبادت اس کی معرفت ہے۔''

(بحار الانوار، ج ۴۹، ص ۱۳۸)

آپ کی گفتگو سننے والوں پر اس قدر اثر اندازی ہوتی کہ وہ حیرت سے انگشت بہ

دندان ہو کر رہ گئے۔ اگلے دن مامون نے امام علیہ السلام سے کہا: یَا بْنَ رَسُوْلِ اللّٰہ! میں آپ کے علمی مقام، جلالت قدر، تقویٰ و پرہیزگاری اور عبادت کا معترف ہوں۔ لہٰذا میں آپ کو اپنی ذات سے زیادہ خلافت کے لائق سمجھتا ہوں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: میں خدا کی بندگی پر فخر کرتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ پارسائی کی وجہ سے زندگی میں دنیا کے شر سے محفوظ رہوں گا، اور تقویٰ و پرہیزگاری کی وجہ سے دنیا میں تواضع اور اللہ تعالیٰ کے حضور بلندی درجات کی آرزو کرتا ہوں۔

مامون نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ خلافت سے برکنار ہو جاؤں اور عہدہ خلافت آپ کو سونپتے ہوئے آپ کی بیعت کرلوں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اگر خلافت تیرا حق ہے تو پھر اسے چھوڑنا اور دوسرے کے حوالے کرنا جائز نہیں ہے اور اگر یہ تیرا حق نہیں ہے تو پھر تو دوسرے کا حق مجھے کس بنا پر دے رہا ہے؟

مامون نے عرض کیا: اس کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ اسے ہر حال میں قبول کرنا پڑے گا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اپنی مرضی سے کبھی بھی قبول نہیں کروں گا۔

یہی موضوع امام رضا علیہ السلام اور مامون کے درمیان کافی عرصہ تک چلتا رہا کہ امام علیہ السلام خلافت کو قبول کرنے پر راضی ہو جائیں۔ (بعض روایات میں لکھا ہے کہ دو ماہ تک اس بارے میں گفتگو ہوتی رہی)

آخرکار مامون جب مایوس ہو گیا تو اس نے کہا: اگر آپ عہدہ خلافت کو قبول نہیں کرتے، اور نہیں چاہتے ہو کہ میں آپ کی بیعت کروں۔ کم از کم ولایتعہدی کو قبول کرلو تاکہ میرے بعد عہدہ خلافت پر فائز ہو سکو۔

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم! میرے پدر بزرگوار نے اپنے آباؤ اجداد

سے اور انہوں نے رسول اکرمؐ سے نقل کیا ہے کہ مجھے ستمگرانہ طور پر زہر کے ذریعہ قتل کیا جائے گا اور عالم غربت میں ہارون کی قبر کے پہلو میں دفن کیا جائے گا۔

مامون نے گریہ وزاری کرتے ہوئے کہا: کس کی جرأت کہ میری زندگی میں آپ کو کوئی قتل کرے یا کوئی دکھ واذیت پہنچائے؟

حضرت رضا علیہ السلام نے فرمایا:

اگر چاہتے ہو تو بتاؤں مجھے کون قتل کرے گا۔ مامون نے کہا: ایسی باتیں کر کے آپ ولا یتعھدی سے دوڑنا چاہتے ہیں۔ اور یہ خیال کرتے ہو کہ لوگ یہ کہیں کہ آپ پرہیز گار و متقی ہو۔ اس لئے ولا یتعھدی کو قبول نہیں کیا ہے۔

قال الرضا علیہ السلام

وَاللّٰهِ مَا كَذِبْتُ مُنْذُ خَلَقَنِي رَبِّي عَزَّوَجَلَّ وَمَا زَهِدْتُ فِي الدُّنْيَا لِلدُّنْيَا وَاِنِّي لَاَ عْلَمُ مَا تُرِيْدُ.

''آپ نے فرمایا: جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا فرمایا ہے میں نے آج تک جھوٹ نہیں بولا اور ہرگز دنیا حاصل کرنے کے لئے میں نے زہد وتقویٰ اختیار نہیں کیا لیکن میں جانتا ہوں کہ تم کیا چاہتے ہو۔''

مامون نے پوچھا: اس سے میرا کیا ارادہ ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اگر میری جان کو کوئی خطرہ نہ ہو تو بتاتا ہوں۔ مامون نے کہا: کوئی خطرہ نہیں ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: تم یہ چاہتے ہو کہ لوگ یہ کہیں علی بن موسیٰ الرضا کوئی پرہیز گار و متقی شخص نہیں ہے۔ پہلے اس کے پاس دنیا نہیں تھی اس لئے متقی و پرہیز گار بنے ہوئے تھے۔ اب جب کہ اسے دنیا مل رہی ہے فوراً ولا یتعھدی کو قبول کرلیا، تاکہ کل کو خلیفۃ المسلمین کے عہدہ پر براجمان ہو سکے۔

مامون غصے میں آ کر کہتا ہے: مجھ سے توہین آمیز لہجے میں گفتگو کرتے ہو اور خیال کرتے ہو کہ میرے قہر و غضب سے محفوظ رہو گے؟

مامون کہتا ہے:

فَبِاللّٰهِ اُقْسِمُ لَئِنْ قَبِلْتَ وِلَايَةَ الْعَهْدِ وَاِلَّا اَجْبَرْتُکَ عَلٰی ذٰلِکَ فَاِنْ فَعَلْتَ وَ اِلَّا ضَرَبْتُ عُنُقَکَ.

''خدا کی قسم! اگر تم نے ولایت عہدی قبول کر لی تو ٹھیک ورنہ میں تجھے اس عہدہ کو قبول کرنے پر مجبور کروں گا، اگر پھر بھی نہیں کرو گے تو میں تمہیں قتل کر دوں گا۔'' (علل الشرائع، ج ۱، ص ۲۳۳)

امام علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ میں اپنے ہاتھوں اپنی ہلاکت کا سامان فراہم کروں۔ لہٰذا تم جو چاہتے ہو انجام دو میں اسے قبول کرتا ہوں، لیکن میری شرط یہ ہے کہ میں کسی کو کسی منصب و مقام پر مامور نہیں کروں گا اور نہ کسی کو برکنار کروں گا۔ نہ کسی رسم کو ختم کروں گا اور نہ کسی قسم کی کوئی تبدیلی کروں گا۔ دور سے ولایتعہدی کے امور پر نظر رکھوں گا۔

ان مذاکرات کے بعد مامون نے حکم دیا کہ جمعرات کے دن امام رضاؑ کی ولایتعہدی کا اعلان کرنے کے لئے پروگرام تشکیل دیا جائے تا کہ لوگ ان کے ہاتھ پر بیعت کریں۔

اس کے بعد فوج اور اپنے اطرافیوں کی رضایت حاصل کرنے کے لئے حکم دیا کہ ایک سال کی اضافی تنخواہیں انہیں بطور عیدی دی جائیں اور لوگ سیاہ لباس (جو بنی عباس کا شعار ہے اتار کر سبز لباس پہنیں۔ سیاہ رنگ کے پرچم سبز رنگ میں تبدیل کر دیے جائیں جو بنی ہاشم کا شعار ہے۔ پوری فوج میں سے صرف تین افراد بنام جلودی، علی بن عمران اور ابن مونس نے امامؑ کی ولا یتعہدی پر مخالفت کی تھی۔ مامون نے ان تینوں کو زندان میں بند کر دینے کا حکم دیا۔

جب مقررشدہ دن پہنچا تو فوج کے تمام افسر، درباری حضرات قضات اور ملک کی تمام

نامور شخصیات اس مجلس میں موجود تھیں۔ امامؑ جب اس مجلس میں وارد ہوئے تو آپ کے سر پر عمامہ اور کمر کے ساتھ شمشیر باندھی ہوئی تھی۔ آپؑ کے بیٹھنے کا مقام مامون کے بیٹھنے کی جگہ کے ساتھ متصل تھا۔

مامون نے سب سے پہلے اپنے بیٹے عباس کو امامؑ کی بیعت کرنے کا حکم دیا امام رضاؑ نے اپنا ہاتھ اس طرح سے بلند کیا کہ ہاتھ کی پشت اپنی طرف اور ہتھیلی لوگوں کی طرف تھی۔ مامون نے کہا: اپنا ہاتھ بیعت لینے کے لئے آگے بڑھائیں۔

آپؑ نے فرمایا: رسول خداؐ اسی طرح سے ہی بیعت لیا کرتے تھے۔ پس تمام لوگوں نے امام رضاؑ کی بیعت کی جب کہ آپ کا ہاتھ لوگوں کے ہاتھوں کے اوپر تھا۔

مامون نے مجلس میں موجود تمام طبقات کے لوگوں کو ان کے مقام و منصب کے لحاظ سے سلطنتی تحائف سے نوازا۔ اور اس محفل میں موجود تمام حاضرین کے درمیان اشرفیوں سے بھری تھیلیاں تقسیم کیں۔ گویا اس پروگرام پر مامون نے بہت زیادہ اخراجات اٹھائے۔ شاعروں اور مقررین نے اس عظیم تحول پر اشعار کہے، تقاریر کیں۔ ہر شاعر یا مقرر کا نام لیا جاتا تھا اور اسے انعام سے نوازا جاتا تھا۔ خلاصہ یہ کہ مامون الرشید نے اس پروگرام کے لئے جو کچھ اکٹھا کیا ہوا تھا سب کچھ ختم ہو گیا۔

اس کے بعد مامون نے امام رضاؑ سے درخواست کی کہ آپ حاضرین سے گفتگو فرمائیں:

امام علی بن موسیٰ الرضاؑ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

لَنَا عَلَيْكُمْ حَقٌّ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ وَلَكُمْ عَلَيْنَا حَقٌّ بِهٖ فَاِذَا اَنْتُمْ اَدَّيْتُمْ اِلَيْنَا ذٰلِكَ وَجَبَ عَلَيْنَا الْحَقُّ لَكُمْ۔

”اے لوگو! پیغمبر اکرمؐ کے ساتھ نسبت کی وجہ سے آپ پر میرا حق ہے اور آپ کا بھی میرے اوپر حق ہے، جب آپ اپنا حق ادا کریں گے تو اس وقت

میرے اوپر بھی واجب ہے کہ میں آپ کا حق ادا کروں۔"

اس مجلس میں امام رضا علیہ السلام نے ان جملات کے علاوہ اور کچھ نہیں فرمایا مامون نے خزانہ دار کو حکم دیا کہ آج کے بعد درہم و دینار پر امام علیہ السلام کی ولایتعہدی کا ٹھپہ لگایا جائے۔

دلائل و شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ مامون نے یہ ڈرامہ اپنی حکومت و ریاست کو بچانے کے لئے رچایا تھا۔

ابو سہل نوبختی نقل کرتا ہے:

جب مامون نے ولایت عہدی کے اعلان کے لئے پروگرام برپا کرنے کا ارادہ کیا تو میں نے اپنے آپ سے کہا: جیسے بھی ہو، میں اس بات کا ضرور پتہ چلاؤں گا کہ مامون اس بات پر راضی ہے یا دکھاوا کر رہا ہے؟

وہ کہتا ہے: میں نے ایک خط لکھ کر مامون کے خادم کے ہاتھ اس تک پہنچایا، جس کے ذریعے مامون اپنے راز مجھ تک پہنچاتا تھا۔ خط کا مضمون کچھ یوں ہے:

ذوالریا ستکین نے مجلس عہدی برپا کرنے کا ارادہ کیا ہے درحالانکہ طالع سرطان ہے اور اس طالع میں مشتری اور سرطان نے اجتماع کیا ہوا ہے۔

اگرچہ مشتری شرافت کا حامل ہے لیکن یہ ایک معتبر ہونے والا برج ہے۔ اس میں کسی کام کا بھی انجام بخیر نہیں ہوگا۔ ادھر سے مریخ میزان کے خانہ میں ہے۔ یہ دوسری دلیل ہے کہ ایسے کام کی عاقبت بخیر نہیں ہوگی۔ حکومتی نقطہ نظر کے مطابق یہ بات میں نے امیر تک پہنچا دی ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی اور آپ تک یہ بات مجھ سے پہلے پہنچا دے اور آپ کل کو مجھ سے بازپرس کریں کہ تم نے پہلے سے مجھے کیوں نہیں بتایا ہے۔

مامون نے جواب میں لکھا ہے کہ جب خط کا جواب پڑھ لو تو یہ خط میرے خادم کے ہاتھ واپس بھیج دینا۔ اگر اپنی جان سلامت چاہتے ہو تو اس راز کو کبھی بھی فاش نہ کرنا۔ کہیں ایسا

نہ ہو کہ ذوالریاستین اس پروگرام سے منصرف ہو جائے۔ اگر وہ منصرف ہوگیا تو اس کا سارا گناہ تیری گردن پر ہوگا اور میں یہ سمجھوں گا کہ اس کے منصرف ہونے کا باعث تو بنا ہے۔

(بحار الانوار، ج ۵۹، ص ۱۳۲)

اسی محفل میں اپنی بیٹی ام حبیب کا عقد حضرت رضاؑ اور دوسری بیٹی ام الفضل کا نکاح حضرت جواد علیہ السلام سے کر دیا اور حسن بن سہل کی بیٹی پوران سے خود ازدواج کر لیا۔

شیخ مفید ارشاد القلوب میں روایت نقل کرتے ہیں: اسحاق بن جعفر بن محمد کی بیٹی امام رضاؑ کے بھائی اسحاق بن موسیٰ بن جعفر کے عقد میں دے دی۔ اسی سال "امیر الحاج" کا عہدہ اسحاق کے سپرد کر دیا اور اسے حکم دیا کہ تمام اسلامی ممالک میں امام رضاؑ کی ولایتعہدی کے نام کا خطبہ پڑھا جائے۔ من جملہ مدینہ میں منبر رسول اکرمؐ پر یوں پڑھا گیا:

وَلِیُّ عَهْدِ الْمُسْلِمِیْنَ عَلِیُّ بْنُ مُوْسٰی بْنِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِیِّ بْنِ حُسَیْنِ بْنِ عَلِیِّ بن اَبِی طَالِب علیهم السلام.

صاحب شواہد النبوہ لکھتا ہے: جب امام رضا علیہ السلام نے مامون کی طرف سے ولایت عہدی قبول فرمائی تو اس عہد نامے کی پشت پر یوں لکھا تھا:

جفر و جامع اس کام کے خلاف دلالت کرتے ہیں۔ مجھے معلوم نہیں ہے کہ خدا ہمارے ساتھ کیا کرتا ہے۔ اس کی حکومت برحق ہے، وہ بہترین فیصلے کرنے والا ہے، لیکن میں نے یہ عہدہ امیر المومنین کے فرمان اور اس کی خواہش پر قبول کیا ہے۔ خدا ہمیں اپنی حفظ و امان میں رکھے۔

امام رضا علیہ السلام نے عہد نامے پر مذکورہ تحریر فرمانے کے بعد خدا کی بارگاہ میں ہاتھ بلند کرتے ہوئے یوں دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ اِنَّکَ تَعْلَمُ اَنِّی مُکْرَهٌ مُضْطَرٌّ فَلَا تُؤَاخِذْنِی کَمَا لَمْ تُؤَاخِذْ عَبْدَکَ وَنَبِیَّکَ یُوْسُفَ حِیْنَ وَقَعَ اِلٰی وِلَایَةِ الْمِصْرِ.

''اے میرے معبود! تو جانتا ہے مجھے اس کام (ولایتعھدی ) پر مجبور کیا گیا ہے، پس میری باز پرس نہ کرنا جیسا کہ تو نے اپنے عبد اور نبی یوسف کی مصر کا والی بننے پر باز پرس نہیں کی تھی۔''

## مامون اور لوگوں میں ولایتعھدی کا اثر

جشن ولایتعھدی کے پرشکوہ مراسم انجام پانے، آپ کے نام کا خطبہ پڑھے جانے کا حکم کرنے اور آپ کے نام سکہ جاری کیئے جانے کے بعد مختلف العقیدہ لوگوں کے درمیان مختلف قسم کی چہ میگوئیاں شروع ہو گئی تھیں۔ بعض لوگ اس وجہ سے خوش تھے کہ امامت کا الٰہی منصب اس کے حق دار تک پہنچ گیا ہے۔ اس کے بعد حکومت وقت کے ظلم و ستم سے محفوظ رہیں اور شیعوں کی دیرینہ خواہش (جو ان کے دلوں میں تھی) پوری ہو جائے گی۔

بعض عقیدہ خوارج کے پیروکار تھے اور خشک مقدس کا لبادہ اوڑھے ہوئے تھے، حتیٰ کہ وہ فعل امام کو صحیح نہیں سمجھتے تھے۔ انہیں اس بات پر سخت قسم کا اعتراض تھا کہ علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام نے کیوں ولایتعھدی قبول کی ہے۔ گویا یہ عہدہ قبول کرنے کی وجہ سے حکومت وقت کے ظلم و ستم میں برابر کا شریک ہے۔

اس واقعہ کا فضل بن سہل اور مامون پر سب سے زیادہ اثر یہ ہوا کہ مامون الرشید لعنتی نے امام رضا علیہ السلام کو زہر سے شہید کر دیا اور فضل بن سہل ذوالریاستین اور کچھ دوسرے لوگوں کو مروا ڈالا۔ یہاں پر ہم بطورت شاہد و دلیل کچھ واقعات کا ذکر کریں گے۔

## خوارج کی اشکال تراشی

محمد بن رازی کہتا ہے: میں حضرت رضاؑ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ کے ولی عہد بننے کے بعد ایک خارجی اپنی آستین میں مسموم خنجر چھپائے ہوئے آیا اور امام سے وارد ہونے کی اجازت طلب کی۔

درحالانکہ اس نے اپنے دوستوں سے کہا تھا کہ آج میں اس شخص کے پاس جا رہا ہوں جو گمان کرتا ہے کہ میں پیغمبر کا بیٹا ہوں، جب کہ اس نے اس ظلم و ستمگر کی ہمکاری قبول کر لی ہے، اگر وہ کوئی قانع کنندہ دلیل نہ دے سکا تو اسے قتل کر دوں گا۔

علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام نے اسے داخل ہونے کی اجازت فرمائی:

آپؑ نے فرمایا: آپ کے سوال کا جواب اس صورت میں دوں گا اگر تم میری شرط پوری کرو گے۔

اس نے پوچھا: آپ کی کیا شرط ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: میری شرط یہ ہے کہ اگر میں نے آپ کو قانع کنندہ جواب دے دیا تو پھر جو کچھ تم نے آستین میں چھپا رکھا ہے اسے توڑ ڈالو گے۔

وہ خارجی شخص حیران و پریشان ہو کر رہ گیا۔ اس نے اپنی آستین سے خنجر نکالا اور اسے توڑ کر پھینک دیا۔

اس کے بعد کہا: اب مجھے جواب دیں کہ آپ نے اس ستمگر کی ولایتعہدی کیوں قبول کی ہے، حالانکہ آپ کے عقیدہ کے مطابق یہ کافر ہے اور تو فرزند پیغمبر ہے؟

حضرت رضا علیہ السلام نے فرمایا: تیرے عقیدہ کے مطابق یہ بڑا کافر ہے یا عزیز مصر اور اس کے حواری؟ جب کہ یہ کہتے ہیں ہم موحد اور خدا پرست ہیں، لیکن وہ نہ تو خدا پرست تھا اور نہ ہی خدا کو جانتا تھا۔

کیا حضرت یوسفؑ پیغمبر اور پیغمبر کے فرزند نہ تھے؟

کیا حضرت یوسفؑ نے عزیز مصر کو یہ نہیں کہا تھا:

اُجْعَلْنِی عَلٰی خَزَائِنِ الْاَرْضِ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ.

''مجھے وزارت خزانہ کا قلمدان سونپ دو میں امین و حفیظ بھی ہوں اور سب سے زیادہ اس کام کے بارے میں جاننے والا ہوں۔''

اس کے بعد امام رضاؑ نے فرمایا: میں پیغمبر کا فرزند ہوں، مجھے ولایتعہدی کے لئے مجبور کیا گیا ہے۔ میں نے طوعاً وکرھاً یہ منصب قبول کیا ہے۔

اب تم بتاؤ کس دلیل کی بناء پر میرے اس فعل کو ناپسند کرتے ہو؟

اس مرد نے کہا: اس کے بعد میں کسی قسم کی کوئی سرزنش نہیں کروں گا اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ فرزند پیغمبر ہیں اور اپنی گفتار میں سچے ہو۔

## دربار میں ولایتعہدی کا اثر

ولایتعہدی کا اعلان کرنے کے بعد مامون ابتداء میں حضرت رضا علیہ السلام کا بہت زیادہ احترام کرتا تھا۔ شاید وہ مخالفین پر اپنے فیصلے کو ثابت کرنے کے لئے ایسا کرتا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ امامؑ کے فضائل زیادہ سے زیادہ آشکار ہوں، تاکہ لوگ آپ کے علم و مقام کو سمجھیں، ایسا کرنے سے اس کی محبوبیت میں اضافہ ہوگا، لیکن اس دوران کچھ ایسے اتفاقی واقعات مثلاً نماز عید اور نماز استسقاء وغیرہ رونما ہوئے، جن کی وجہ سے تمام لوگوں کے دلوں میں امام کی محبت میں اضافہ ہوا اور لوگ آپ کے شیدائی و دیوانے ہو گئے۔

مامون نے محسوس کیا کہ لوگوں کے نزدیک اس کا احترام کم ہو رہا ہے۔ حالات دن بدن بدلتے جا رہے ہیں۔ حضرت رضاؑ کا احترام و مقام بڑھتا جا رہا ہے، بالآخر یہ ساری چیزیں اس بات کا باعث بنیں کہ مامون نے اپنا رویہ پہلے کی نسبت تبدیل کر لیا۔ اس نے مخفیانہ طور پر امام رضا علیہ السلام کے افعال پر نظر رکھنا شروع کر دی۔ اور روز بروز آپ پر سختی کرتا گیا۔

ہشام بن ابراہیم راشدی مدینہ میں امامؑ کے سب سے نزدیک ترین صحابی تھے۔ وہ ایک ہشیار عالم تھا۔ امام رضاؑ کے سارے امور اسی کے ہاتھ میں تھے۔ جہاں سے کوئی چیز وغیرہ آتی پہلے اسی کے ہاتھ جاتی تھی۔

امام رضا علیہ السلام کو مرو لانے کے بعد ہشام بن ابراہیم نے فضل بن سہل ذوالریاستین کی قربت حاصل کر لی۔ فضل نے بھی اسے بہت زیادہ اپنے نزدیک کر لیا۔ وہ حضرت رضا علیہ السلام کی سرگرمیاں بغیر کسی کم وکاست کے فضل بن سہل اور مامون تک پہنچاتا رہا۔ مامون نے اسے امامؑ کا دربان بنادیا جسے مامون اجازت دیتا تھا صرف وہی شخص امامؑ کی خدمت میں پہنچ سکتا تھا۔ اس کے نتیجہ میں آپؑ کے ارادتمند اور چاہنے والے اپنے آقا و مولیٰ کی خدمت میں حاضر نہیں ہو سکتے تھے۔ امامؑ کے گھر میں جو بھی بات ہوتی وہ ذوالریاستین اور مامون تک پہنچاتا رہا۔ مامون نے اس خدمت کے صلہ میں اپنا بیٹا عباس تربیت کے لئے اس کے حوالے کر دیا۔

فضل بن سہل حسد و کینہ کی وجہ سے امامؑ کا سخت دشمن بن گیا تھا، کیونکہ مامون حضرت رضاؑ کا فضل بن سہل کی نسبت زیادہ احترام کرتا تھا۔ ذوالریاستین کی امامؑ سے رنجش کی سب سے پہلی وجہ یہ بنی تھی کہ مامون اپنے چچا کی لڑکی سے بہت زیادہ محبت کرتا تھا اور وہ بھی اسے بہت چاہتی تھی۔

اس عورت کے گھر کا ایک دروازہ مامون کے اسمبلی حال کی طرف کھولا گیا تھا، تاکہ وہ جب چاہے مامون سے ملاقات کر سکے۔ البتہ یہ عورت امام رضاؑ کے ارادتمندوں میں سے تھی۔ بعض اوقات یہ خاتون فضل بن سہل سے سخت کلامی کرتی اور اس کے عیوب بیان کرتی تھی۔

ایک دن ذوالریاستین نے سنا کہ مامون کی بیوی نے اس کے بارے میں سخت کلامی کی ہے۔

اس نے مامون سے کہا: یہ درست نہیں ہے کہ آپ کی بیویوں کے دروازے اسمبلی حال کی طرف کھلیں۔ مامون نے حکم دیا کہ اس دروازے کو بند کر دیا جائے۔

معمول کے مطابق ایک روز مامون امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اگلے روز آپ اس کے پاس تشریف لے گئے۔ امام رضاؑ نے جب دیکھا کہ مامون کا وہ دروازہ بند ہو چکا ہے۔

آپ نے فرمایا: اے امیر المومنین کس وجہ سے یہ دروازہ بند کیا گیا ہے؟

مامون نے جواب دیا: فضل بن سہل اسے اچھا نہیں سمجھتا ہے۔

آپ نے فرمایا:

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ مَا لِلْفَضْلِ وَالدُّخُوْلُ بَیْنَ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَحَرَمِهٖ. (بحار الانوار، ج۴۹، ص۱۳۹)

''ایسی صورت میں خلافت کا فاتحہ پڑھ لو۔ فضل بن سہل کو کیا تکلیف ہے کہ وہ امیر المومنین کی ناموس کے کاموں میں مداخلت کرے؟''

آپ نے فرمایا: یہ دروازہ کھول دو تاکہ جب تمہارا دل چاہے اپنے چچا کی بیٹی کے پاس جا سکو۔ تمہیں فضل بن سہل کی بات کو قبول نہیں کرنا چاہیے۔ اسے آپ کے شخصی معمولات میں مداخلت کا کوئی حق نہیں ہے۔ مامون نے اسی وقت دروازہ کھول دینے کا حکم دیا۔ جب یہ ماجرا فضل نے سنا تو بہت غمگین ہوا۔

اب فضل بن سہل اس کوشش میں لگ گیا کہ ایسے شواہد اکٹھے کئے جائیں جن سے یہ پتہ چلے کہ حضرت رضاؑ، مامون الرشید کا مخالف ہے، لیکن امام وہ ہوتا ہے جو دلوں کے راز جانتا ہے۔

ایک دن فضل بن سہل، ہشام بن عمر کے ہمراہ علی بن موسیٰ الرضاؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہا ہم اس تنہائی میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں، تاکہ اس کاغذ پر جو کچھ ہم نے لکھا ہے اسے عملی جامہ پہنائیں۔ اس خط میں انہوں نے عجیب وغریب قسم کی قسمیں کھائی ہوئی تھیں۔

ان دونوں نے امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: ہمیں معلوم ہے کہ آپ حق پر ہیں اور یہ خلافت خاندان پیغمبر اکرمؐ کا حق ہے۔ جو کچھ ہم زبان سے بول رہے ہیں یہ ہمارے دل کی آواز ہے، اگر ہم جھوٹ بول رہے ہیں تو ہمارے سارے غلام آزاد اور بیویاں ہم پر حرام ہو جائیں۔ اس کے علاوہ تیس بار خانہ خدا کا حج ہمارے اوپر واجب ہو جائے۔ ہم

چاہتے ہیں کہ مامون کو قتل کردیں تا کہ حق دار تک اس کا حق پہنچ جائے۔ امام علیہ السلام نے ان دونوں کی بات کی طرف کوئی توجہ نہیں دی اور اظہار نفرت کرتے ہوئے انہیں وہاں سے نکل جانے کا حکم دیا۔

آپ نے فرمایا: تم کفران نعمت کررہے ہو۔ یہ کام کرنے سے ہم آسودہ خاطر نہیں ہو سکتے۔

فضل بن سہل کو اپنی غلطی کا احساس ہوگیا کہ اتنی آسانی سے امام علیہ السلام کے عزم کو متزلزل نہیں کیا جا سکتا ہے اور نہ انہیں دھوکہ دے سکتے ہیں۔ لہٰذا انہوں نے اپنی بات کا رخ تبدیل کرلیا، اور کہا: ہم صرف مامون کے بارے میں آپ کا امتحان کرنا چاہتے تھے۔

امام نے فرمایا: تم جھوٹ بول رہے ہو، تمہارا مقصد وہی تھا جس کا تم نے اظہار کیا ہے، لیکن مجھے اپنے ساتھ نہ پاکر بات کا رخ تبدیل کررہے ہو۔

وہ دونوں وہاں سے سیدھے مامون کے پاس گئے۔ اور اس سے کہا: ہم علی بن موسیٰ الرضا کے پاس گئے تھے تا کہ اسے آزمائیں کہ وہ آپ کے بارے میں بری نیت تو نہیں رکھتا؟ سارا قصہ مامون کے گوش گذار کیا۔

مامون نے کہا: موفق باشید۔ جب وہ دونوں چلے گئے تو مامون خود حضرت رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔

فضل اور اس کے دوست نے جو کچھ کہا تھا: مامون نے وہ آپ کے سامنے نقل کیا اور ان دونوں سے بچ کر رہنا۔ جب حضرت امام رضاؑ سے مامون نے سارا واقعہ سنا تو اسے معلوم ہوگیا کہ وہ جھوٹ بولتے ہیں۔ (بحار الانوار، ج۴۹، ص۱۶۴)

## مامون کی سخت گیری کا ایک اور واقعہ

مامون کو اطلاع دی گئی کہ حضرت رضاؑ نے اپنے چاہنے والوں کے لئے ایک درس رکھا ہے اور اپنے علم و بیان کے ذریعہ لوگوں کو اپنا فریفتہ بنا رہے ہیں۔ اس نے اپنے دربان محمد بن

عمر توسی کو حکم دیا کہ لوگوں کو آپ سے ملنے نہ دیا جائے اور آپ کو اپنے پاس حاضر ہونے کا حکم دیا۔ جونہی مامون نے امام کو دیکھا تو آپ کی حرمت وقداست کا لحاظ نہ رکھا اور اس نے آپ کی بے احترامی کی۔

علی بن موسیٰ الرضا خشمناک ہو کر مامون کے پاس سے چلے گئے، درحالانکہ آپ کے لب مبارک جنبش میں تھے اور اس طرح سے فرمایا:

پیغمبر خدا، علی مرتضیٰ اور فاطمۃ الزہراۃ کے صدقے قوت پروردگار اور اپنی دعا کے ذریعے اس پر ایسی بلاومصیبت نازل کروں گا کہ اس شہر کے کتے اسے اور اس کے حامیوں کو باہر نکال کریں گے اور انہیں ذلیل وخوار کر کے رکھ دیں گے۔

اپنے گھر میں تشریف لائے، پانی طلب فرمایا: وضوء کرنے کے بعد دو رکعت نماز بجا لائی اور دعا قنوت میں یہ پڑھا:

اَللّٰھُمَّ یَا ذَالْقُدْرَۃِ الْجَامِعَۃِ وَالرَّحْمَۃِ الْوَاسِعَۃِ وَالْمِنَنِ الْمُتَتَابِعَۃِ وَالْا لَاءِ الْمُتَوَالِیَۃِ...... (بحار الانوار، ج ۴۹، ص ۸۲)

''اے میرے معبود! اے تمام تر قدرت رکھنے والے، رحمت وسیع کے مالک، اتباع کرنے والوں پر احسان کرنے والے اور متواتر نعمتیں بھیجنے والے......''

اباصلت کہتا ہے: ابھی آپ کی دعا تمام نہیں ہوئی تھی کہ شہر میں عجیب وغریب شوروغوغا بلند ہوا، شہر کے اطراف سے آوازیں آرہی تھیں۔ گرد وغبار اُٹھ رہا تھا۔ شہر کے حالات پر آشوب ہو چکے تھے۔ میں امامؑ کے پاس حاضر تھا۔

آپ نے سلام کہا، اور فرمایا:

اے اباصلت!! گھر کی چھت پر جا کر دیکھو گے تو آپ کو ایک زنا کار عورت نظر آئے گی، جس کا نام سمانہ ہے۔ اس نے پھٹا پرانا لباس پہنا ہوا ہے۔ وہ اس شورش کی رہبری کر رہی ہے۔

وہ نیزے کی جگہ نی (بجانے کا آلہ) سے استفادہ کر رہے ہیں۔ ان کا جھنڈا سرخ رنگ کا ہے۔ یہ مامون کے محل کے اردگرد شور وغوغا کر رہے ہیں۔

اباصلت کہتا ہے: میں چھت پر گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ لوگ ڈنڈوں اور پتھروں سے حملہ آور ہو رہے ہیں۔ مامون زرہ پہن کر فرار کرنے کی نیت سے قصر شاجہان سے باہر نکلا۔ اسی دوران ایک شخص نے مامون کے سر پر پتھر دے مارا۔ جس سے اس کی لوہے کی ٹوپی دور جا گری اور اس کا سر زخمی ہو گیا۔

ایک شخص نے پتھر مارنے والے سے کہا: یہ امیر المومنین مامون تھا!!

سمانہ نے جب اس کی بات سنی تو جھڑک کر کہا: خاموش رہو، آج کسی کی شخصیت کو محفوظ رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اگر یہ شخص امیر المومنین ہوتا تو کمینے اور بدکاروں کو نیک و شریف لڑکیوں پر مسلط نہ کرتا۔

مامون اور اس کی فوج نے بڑی ذلت وخواری کے ساتھ اس شورش برپا پر قابو پایا۔

مناقب شہر آشوب میں اسی واقعہ کا اگلا حصہ بھی نقل ہوا ہے۔ کہ اس کے اموال بھی تباہ و برباد کر دے۔ اس شورش کے ختم ہو جانے کے بعد مامون نے چالیس لوگوں کو تختہ دار پر لٹکا دیا تھا۔

مامون نے حکم دیا کہ قصر کی دیواریں بلند کی جائیں اور خود اس بات کی طرف متوجہ ہو گیا تھا کہ یہ ساری ذلت وخواری اس بے احترامی کی وجہ سے اٹھانا پڑی ہے جو امام رضاؑ کے ساتھ اس نے کی تھی۔

مامون امام رضا علیہ السلام کے پاس حاضر ہوتا ہے، آپ کے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھ جاتا ہے۔ آپ کی پیشانی مبارک پر بوسہ دیتا ہے اور قسم کھاتا ہے کہ جب تک آپ راضی نہیں ہوں گے میں یہاں سے نہیں اٹھوں گا۔ میں ان لوگوں سے مطمئن نہیں ہوں، آپ کا مشورہ کیا ہے۔

اگرچہ مامون ابتداء میں یہ چاہتا تھا کہ حضرت رضا علیہ السلام کے فضائل آشکار و واضح

ہوں لیکن بعد میں جب اس نے حضرت کے مقابلے میں اپنے کو مغلوب پایا اور لوگوں کے نزدیک اس کا مقام و مرتبہ کم ہونے لگا تو پھر کچھ اور سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا۔

حضرت امام رضا علیہ السلام نے اپنی مدّت امامت کے دوران مدینہ میں مختلف ادیان و مذاہب کے علماء سے کئی ایک مناظرے کئے جو بڑے دلچسپ اور حیرت انگیز ہیں۔ یہاں پر صرف ایک مناظر کے بارے میں لکھوں گا جو آپ نے خراسان میں مامون الرشید کی دعوت پر کیا تھا، تا کہ مامون کی چرب زبانی اور حیلہ گری بیشتر واضح و آشکار ہو سکے۔

حسین بن محمد نوفلی کہتا ہے کہ جب حضرت رضاؑ کو مدینہ سے مرو لایا گیا تو اس وقت مامون نے فضل بن سہل کو حکم دیا کہ مختلف ادیان و مذاہب کے علماء و دانشوروں کو اکٹھا کیا جائے۔ اس نے حکم کے مطابق مسیحیوں کے پیشوا جاثلیق، یہودیوں کے رہبر رأس الجالوت، صابئین یعنی ستارہ پرستوں کے علماء، زردشتیوں کے بزرگ "ہربذ اکبر" اور نسطاس رومی کو بلا بھیجا تا کہ ان کا حضرت رضاؑ کے ساتھ مناظرہ کروایا جائے۔ جب یہ سارے آگئے تو فضل بن سہل نے مامون کو اطلاع دی کہ تمام علماء حاضر ہو گئے ہیں۔ مامون نے انہیں حاضر ہونے کی اجازت دی اور ان کا بہت زیادہ احترام و اکرام کیا۔

انہیں کہا: میں نے تمہیں ایک اچھے کام کی خاطر بلایا ہے۔ میرے چچا کا بیٹا مدینے سے آیا ہے، کل صبح آپ تمام آجائیں اور ان کے ساتھ مناظرہ کریں۔ اس مناظرے سے کوئی بھی سرپیچی نہیں کرے گا۔

انہوں نے مامون کی دعوت قبول کر لی۔

نوفلی کہتا ہے: میں حضرت رضاؑ کی خدمت میں موجود تھا۔ یاسر نامی خادم (جو حضرت کے تمام امور کا متصدی تھا) حاضر ہوا، اور عرض کرتا ہے: امیر المومنین آپ کی خدمت میں سلام عرض کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ آپ کا بھائی آپ پر قربان مختلف مذاہب و ادیان کے علماء اکٹھے ہوئے ہیں اگر آپ راضی ہیں تو کل صبح تشریف لے آئیں۔ اگر اس بات پر راضی نہیں

ہیں تو ہم خود آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں گے۔

آپؑ نے فرمایا: اسے میرا اسلام کہنا کہ ان شاء اللہ کل صبح جلدی آ جاؤں گا۔

یاسر کے جانے کے بعد اپنا رخ انور میری طرف کرتے ہوئے فرماتے ہیں: تم ایک اچھے عراقی انسان ہو۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ مامون نے ان مشرکین کو کیوں بلایا ہے؟

میں نے عرض کیا: وہ آپ کا امتحان کرنا چاہتا ہے۔ یہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ آپ کی علمی استعداد کس قدر ہے، لیکن اس کا یہ کام تسلی بخش نہیں ہے۔ اس کی بنیادیں کمزور ہیں۔

آپ نے فرمایا: کیسے کمزور ہیں؟

نوفل کہتا ہے:

میں نے عرض کیا: متکلمین علماء کے برخلاف ہیں، کیونکہ عالم جو چیز مقبول نہ ہو قبول نہیں کرتا، لیکن وہ جدل سے کام لیتے ہیں اور حقائق کا مسلسل انکار کرتے ہیں، اگر آپ خدا کی وحدانیت ثابت کریں گے تو کہیں گے اس کی وحدانیت ہمارے لئے واضح کریں، اگر آپ نبوت کے بارے میں استدلال کریں گے تو وہ کہیں گے اس کی رسالت ثابت کریں۔ وہ اس قدر مغالطہ اور جدال سے کام لیتے ہیں کہ طرف مقابل اپنی بات واپس لینے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ آپ پر قربان جاؤں ان سے بچ کے رہنا۔

حضرت رضا علیہ السلام نے مسکراتے ہوئے فرمایا: کیا تم اس بات سے ڈرتے ہو کہ وہ مجھ پر کامیاب ہو جائیں گے اور میرے دلائل کو رد کر دیں گے۔

میں نے عرض کیا: نہیں، ڈرتا نہیں ہوں۔ میں امید رکھتا ہوں کہ خدا آپ کو ان پر کامیاب فرمائے گا۔

آپؑ نے فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ مامون کب اپنے کیے پر پشیمان ہوگا؟

آپ نے فرمایا: جب میں اہل تورات کے ساتھ ان کی تورات سے، اصحاب انجیل کے ساتھ ان کی انجیل سے، اہل زبور سے ان کی زبور کے ساتھ، صائبین کے ساتھ ان کی

زبان عبرانی میں، زردشتیوں کے ساتھ فارسی میں اور رومیوں کے ساتھ رومی زبان میں استدلال کروں۔ ان میں سے ہر کوئی شکست کا احساس کرے گا اور میری بات کو قبول کرے گا، اور اس وقت مامون بہت شرمندہ و پریشان ہوگا۔

وَلاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ اِلاَّ بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْم.

اگلے دن علی الصبح فضل بن سہل آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرتا ہے:

آپ پر قربان جاؤں، آپ کا بھائی آپ کا منتظر ہے۔ تمام علماء و دانشور اکٹھے ہو چکے ہیں۔ کیا آپ تشریف لائیں گے؟

آپ نے فرمایا: تم جاؤ میں تمہارے پیچھے آتا ہوں۔ اس کے بعد نماز کے لئے وضو کیا۔ تھوڑا سا کھانا تناول فرمایا اور مجھے بھی دیا۔

ہم وہاں سے مامون کی طرف چلے۔ جب وہاں پہنچے تو تمام علماء حکومتی و عسکری افسر پر موجود تھے۔ جب حضرت رضاؑ وارد مجلس ہوئے تو مامون، محمد بن جعفر اور بنی ہاشم کے تمام لوگ آپ کے احترام کی خاطر کھڑے ہو گئے۔

حضرت رضاؑ اور مامون بیٹھے آپس میں بات چیت کر رہے تھے۔ دوسروں کو بھی بیٹھنے کی اجازت دی تو سب لوگ بیٹھ گئے۔ مامون تھوڑی دیر تک حضرت رضاؑ سے گرم جوشی کے ساتھ گفتگو کرتا رہا۔

اس کے بعد جاثلیق کی طرف دیکھ کر کہتا ہے۔ یہ میرے چچا کے بیٹے علی بن موسیٰ الرضا ہیں، جو دختر پیغمبرؐ حضرت زہراء سلام اللہ علیہا اور علی بن ابی طالب کے فرزند ہیں۔ کیا ان کے ساتھ مناظرہ کرنے کے لئے تیار ہو؟ لیکن انصاف کا دامن نہیں چھوڑنا ہے۔

جاثلیق نے کہا: اے امیر المومنین! ہم ایسے شخص کے ساتھ کیا مناظرہ کریں گے؟ جو ایسی کتاب سے استدلال کرے گا جس کے ہم منکر ہیں اور ایسے پیغمبر کی بات کرے گا جسے ہم قبول نہیں کرتے ہیں۔

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:

''اگر میں تمہاری انجیل سے استدلال کروں گا تو کیا پھر قبول کرو گے؟''

اس نے جواب دیا: کیا یہ ہو سکتا ہے کہ ہم اپنی کتاب کو نہ مانیں؟ خدا کی قسم! اس بات کو ضروری قبول کروں گا اگرچہ وہ میرے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

اسی وقت حضرت رضا علیہ السلام نے انجیل پڑھنا شروع کر دی اور اس بات کو ثابت کیا کہ ہمارے پیغمبر کا نام کتاب انجیل میں مذکور ہے۔ اس کے بعد آپؑ کے حواریوں کا ذکر کیا۔ آپ نے انجیل سے بہت زیادہ استدلال کئے۔ جاثلیق نے سب کو قبول کیا اور حاضرین کی طرف دیکھ کر کہتا ہے:

يَسْأَلُکَ غَيْرِي فَلَا وَحَقِّ الْمَسِيحِ مَاظَنَنْتُ اِنَّ فِي عُلَمَاءِ الْمُسْلِمِينَ مِثْلَکَ.

''اگر آپ سے کوئی اور سوال کرنا چاہتا ہے تو کرے حق مسیح کی قسم! میرے خیال میں مسلمانوں کے درمیان آپ جیسا کوئی بھی عالم نہیں ہے۔''

اس کے بعد آپ راس الجالوت کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس کے ساتھ مناظرہ کیا اور اسے مغلوب کیا۔ وہ آپ کے سوالوں کا جواب نہ دے سکا۔ اس کے بعد زردشتیوں کے ہربذ اکبر کے ساتھ مناظرہ ہوا اسے مغلوب کیا۔ جب مشرکین کے سارے علماء کو ایک ایک کر کے مغلوب کر چکے تو آخر میں حاضرین مجلس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

اگر آپ میں سے کوئی مخالف اسلام موجود ہے تو میں اس کے سوالات کے جوابات دینے کے لئے حاضر ہوں۔ مشہور و معروف متکلم عمران صابی کہتا ہے:

اگر آپ خود سوال کرنے کی دعوت نہ دیتے تو میں کبھی بھی یہ جسارت نہ کرتا۔

وہ کہتا ہے: میں کوفہ، بصرہ اور شام میں اکثر مسلمان علماء دانشوروں سے بحث کر چکا ہوں ان میں سے کوئی بھی خدا کی یکتائی (جو غیر کا محتاج ہو) کو ثابت نہیں کر سکا ہے۔ آپ

اجازت دیں تو سوال کرتا ہوں۔

حضرت رضا علیہ السلام فرماتے ہیں: کیا تم عمران صابی ہو؟

اس نے کہا: ہاں، میں عمران صابی ہی ہوں۔

آپ نے فرمایا: جو پوچھنا چاہتے ہو پوچھو، لیکن اس بات کا خیال رکھنا کہ انصاف کا دامن نہ چھوڑنا۔

اس نے کہا: خدا کی قسم! میں اس بات کے لئے آمادہ ہوں کہ میرے لئے خدا کی وحدانیت کو ثابت کریں تا کہ یہ میرے لئے ایک دستاویز ہو۔

آپ نے فرمایا: سوال کرو۔

عمران کی حساس موقعیت اور امام رضاؑ کے ساتھ اس کی گفتگو نے لوگوں پر بڑا گہرا اثر کیا۔ لوگ آپس میں اظہار نظر کرنے لگے۔ تمام مجلس پر سکوت طاری ہو گیا۔ تمام لوگ اس جستجو میں لگ گئے کہ دیکھیں اس مناظرہ کا انجام کس کے حق میں ہوتا ہے؟

حضرت رضا علیہ السلام کا احتجاج عمران صابی کے ساتھ بہت طولانی ہو گیا، ادھر سے اذان ظہر کا وقت ہو گیا۔

امام علیہ السلام نے مامون سے فرمایا: اب نماز کا وقت ہے۔

عمران نے کہا: میرے آقا اس گفتگو کو درمیان میں نہ چھوڑیں۔ اب میرے دل پر انوار ہدایت کی کرنیں چمکی ہیں۔ میں یوں احساس کر رہا ہوں کہ میرا دل بہت نرم ہو چکا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: نماز پڑھنے کے بعد گفتگو اس مقام سے آگے بڑھائیں گے جہاں پر ختم کر رہے ہیں۔ حضرت رضاؑ نے اسی مقام پر نماز بجالائی اور لوگوں نے دوسری جگہ جا کر محمد بن جعفر کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ نماز ختم ہونے کے بعد دوبارہ مجلس برپا کی گئی۔

حضرت رضاؑ نے عمران کو اپنے سامنے بلاتے ہوئے فرمایا: سوال کرو۔

عمران نے خالق حقیقی اور اس کی صفات کے بارے میں پوچھا:

آپ نے قانع کنندہ جواب ارشاد فرمایا:

اور آپ نے پوچھا: کچھ سمجھ میں آئی ہے؟

اس نے کہا: ہاں، میں سمجھ گیا ہوں، ہاں خدا اسی طرح سے ہے جس طرح سے آپ توصیف فرما رہے ہیں اور محمد اللہ کا بندہ ہے۔ اسی کا دین حق وحقیقت پر مبنی ہے۔ پس وہ رو بقبلہ ہو کر سجدے میں گر گیا اور اسلام قبول کر لیا۔

جب علماء اور دانشوروں نے دیکھا کہ صابی جیسا مضبوط دانشور (جس کے ساتھ کسی کو مناظرہ کرنے کی جرأت نہیں ہوتی تھے) حلقۂ اسلام میں داخل ہو گیا ہے تو حاضرین مجلس میں سے کسی کو سوال کرنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ رات کا وقت ہو گیا تھا۔ حضرت رضاؑ اور مامون اپنی جگہ اٹھے اور اپنے اپنے گھر تشریف لے گئے۔ اسی طرح باقی لوگ بھی وہاں سے چلے گئے۔

نوفلی کہتا ہے: محمد بن جعفر نے پیغام بھیجا، میں اس کے پاس گیا۔

اس نے کہا: کیا تم نے دیکھا اور توجہ کی ہے؟ مجھے ان کے علم وفضل کے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا۔

اس کے بعد پوچھا: کیا مدینہ میں بھی علماء ان کے ساتھ مناظرہ کرتے تھے؟

میں نے کہا: ہاں، حج کے دوران حاجی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور حرام و حلال کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ بعض اوقات مختلف ادیان کے علماء و دانشوروں سے مناظرہ بھی کرتے تھے۔

محمد بن جعفر کہتا ہے: مجھے ڈر ہے کہ یہ شخص حسد کی وجہ سے کہیں انہیں مسموم نہ کر دے یا انہیں کسی اور مشکل میں نہ ڈال دے، لہٰذا ان سے کہیں کہ اپنا خیال رکھیں۔

میں نے کہا: وہ میری بات قبول نہیں کرے گا، چونکہ مامون انہیں آزمانا چاہتا ہے کہ آیا ان کے پاس اپنے آباء واجداد کا علم ہے یا نہیں؟

محمد بن جعفر نے کہا: انہیں میری طرف سے کہنا کہ آپ کا چچا راضی نہیں ہے کہ آپ

دوبارہ ایسا کریں، بلکہ وہ چاہتا ہے کہ آئندہ ایسا مناظرہ نہ کریں۔

نوفی کہتا ہے: میں نے حضرت رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور محمد بن جعفر کا پیغام آپ کی خدمت میں عرض کیا:

آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: خدا میرے چچا کو اپنی حفظ و امان میں رکھے۔ مجھے معلوم نہیں ہے کہ وہ ایسے کام پر کیوں راضی نہیں ہیں؟

آپ نے اسی وقت اپنے غلام سے فرمایا: عمران صابی کو بلا کر لاؤ۔

میں نے عرض کیا: مجھے اس کے ٹھکانے کا علم نہیں ہے۔

آپ نے فرمایا: اس وقت وہ میرے رفقاء کے پاس ہے۔ کوئی سواری وغیرہ لے جاؤ اور اسے بلاؤ۔

عمران جب آیا تو حضرت رضا علیہ السلام نے اس کا بہت زیادہ احترام کیا۔ اسے خلعت عطا کی، ایک سواری اور دس ہزار درہم اسے ہدیہ دیا۔

نوفلی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: آپ نے اپنے جد بزرگوار حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کی پیروی فرمائی ہے۔

اس کے بعد آپؑ نے حکم دیا: غذا لائی جائے۔ مجھے اپنے دائیں طرف اور عمران کو بائیں طرف بٹھایا۔ کھانا کھانے کے بعد آپ نے عمران سے فرمایا:

اب جا سکتے ہو۔ کل صبح دوبارہ آنا مدینہ کا کھانا تیرے لئے تیار کرواؤں گا۔

اسلام قبول کرنے کے بعد عمران نے بڑے بڑے علماء و دانشوروں سے مناظرے کیے جن کا تعلق مختلف ادیان سے تھا۔ ہر کسی کے دلائل کو رد کر دیتا تھا۔ بات یہاں تک پہنچ گئی کہ عمران کے ساتھ کوئی بھی مناظرہ کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا تھا۔ مامون نے بھی اسے دس ہزار درہم دیے، فضل بن سہل نے بھی کچھ مقدار درہم اور ایک سواری دی۔

حضرت امام رضا علیہ السلام نے اسے بلخ کے موقوفات کا متصدی مقرر کیا۔ اس طرح

سے اسے بہت زیادہ مال و ثروت ملا۔ (عیون اخبار الرضا ج ا ص ۱۵۴)

## ایک اور مناظرہ

حسن بن نوفلی کہتا ہے: سلیمان مروزی (جو خراسان کا بے نظیر دانشور تھا) مامون کے پاس آتا ہے۔ خلیفہ نے اس کا بہت زیادہ احترام کیا اور اس سے کہا:

میرے چچازاد بھائی علی بن موسیٰ الرضا حجاز سے آیا ہے وہ مناظرے کو پسند کرتا ہے اگر تم مائل ہو تو روز ترویہ (آٹھ ذی حجہ) آ جاؤ اور ان کے ساتھ مناظرہ کرلو۔

سلیمان نے کہا: یا امیر المومنین میں ڈرتا ہوں کہ آپ اور بنی ہاشم کی موجودگی میں ان سے سوال کروں اور وہ جواب نہ دے سکیں۔ اگر ایسا ہوا تو پھر بحث آگے نہیں چل سکے گی۔ مامون کہتا ہے چونکہ مجھے معلوم ہے کہ تم مناظرہ کرنے کی قدرت رکھتے ہو۔ اسی وجہ سے تمہیں بلایا ہے اور اتفاقا میری نظر بھی یہی ہے کہ کسی نہ کسی مسئلہ پر اسے مغلوب کرلوگے۔

سلیمان نے کہا: اگر ایسی صورتحال ہے تو پھر کوئی مشکل نہیں ہے۔

پس تم پروگرام تشکیل دو اور میں اس شرط پر مناظرہ کرنے کے لئے حاضر ہوں کہ اگر وہ مغلوب ہوگیا تو مجھے سرزنش نہ کرنا۔

مامون نے حضرت رضا علیہ السلام کو پیغام بھیجا کہ مرو سے ایک شخص آیا ہے جو اپنی مثال آپ ہے، اگر آپ ناراض نہ ہوں تو یہاں پر تشریف لے آئیں۔

حس بن محمد نوفلی کہتا ہے:

حضرت رضاؑ نے وضو کیا۔ آپ نے مجھے اور عمران سے فرمایا: تم جاؤ میں بھی تمہارے پیچھے پیچھے آتا ہوں۔ ہم گئے تو یاسر و خالد نے ہمیں مامون تک پہنچایا۔

اس نے پوچھا: میرے بھائی ابوالحسن کہاں ہیں۔ خدا انہیں اپنی حفظ وامان میں رکھے۔

ہم نے کہا: وہ لباس تبدیل فرمارہے ہیں اور ہمیں حکم دیا ہے کہ تم جاؤ میں بھی آتا ہوں۔

عمران صابی بھی یہاں پر موجود ہے اگر آپ اجازت فرمائیں تو وہ بھی حاضر ہو جائے۔ مامون نے اسے آنے کی اجازت دی اور اس کا بہت زیادہ احترام کیا۔ اور کہا:

آخر کار بنی ہاشم کا حصہ بن گئے ہو۔

عمران نے جواب دیا: خدا کا شکر ہے کہ جس نے آپ کے وسیلہ سے دین مبین کی طرف میری ہدایت فرمائی ہے۔

مامون نے کہا: یہ سلیمان ہیں اور خراسان کے بہت بڑے متکلم ہیں۔

عمران نے کہا: سلیمان یہ خیال کر رہا ہے کہ خراسان میں اس کے مقابلے میں کوئی نہیں ہے، حالانکہ یہ بداء کا مخالف ہے۔

مامون نے کہا: اے سلیمان! اس کے ساتھ مناظرہ کیوں نہیں کرتے ہو؟

اسی دوران حضرت رضا علیہ السلام وارد محفل ہوئے اور فرمایا: کس چیز کے بارے میں گفتگو ہو رہی ہے۔ عمران نے سب کچھ بتا دیا۔

مامون، حضرت رضا سے پوچھتا ہے بداء کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

(بداء ہمارے اعتقادات میں سے ہے کہ خدا اپنے ارادہ میں تبدیلی کر سکتا ہے۔ آیہ کریمہ:

يَمْحُو اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهُ أُمُّ الْكِتَابِ.

"اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے محو کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ثبت کر دیتا ہے پوری کتاب کا علم اسی کے پاس ہے۔"

(عقیدہ بداء پر بہترین اور قانع کنندہ دلیل ہے۔)

حضرت رضا علیہ السلام نے بداء، ارادہ اور توحیدی مسائل کے بارے میں مدلل و مفصل بحث فرمائی کہ سلیمان لاجواب ہو کر رہ گیا۔

سلیمان جب جواب دینے سے عاجز آ گیا تو کہتا ہے:

یہ بنی ہاشم کا دانشمند ترین شخص ہے۔ اس کے بعد مناظرہ ختم ہو گیا اور سب لوگ ادھر اُدھر چلے گئے۔

## مرو سے بغداد کی طرف

یاسر کہتا ہے: حضرت رضا علیہ السلام جب تنہا ہوتے تو چھوٹے بڑے سب غلاموں اور خدام کو اکٹھا کرتے اور ان سے گفتگو فرماتے: اور ان سے اظہار محبت فرماتے تھے۔ غذا تناول کرتے وقت سب کو اپنے ساتھ دسترخوان پر بٹھاتے۔

ایک دن ہم سب حضرت رضاؑ کی خدمت میں حاضر تھے اور ان کے بیانات عالیہ سے استفادہ کر رہے تھے کہ اچانک اس دروازہ کے کھلنے کی آواز آئی جو مامون کے گھر سے حضرت رضاؑ کے گھر کی طرف کھلتا تھا۔

امامؑ نے فرمایا: آپ سب یہاں سے چلے جاؤ۔ ہم وہاں سے جانے کے لئے کھڑے ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ مامون ہاتھ میں خط لئے ہوئے امام کے پاس آ رہا ہے۔ حضرت رضا علیہ السلام اپنی جگہ سے اٹھنا چاہتے تھے کہ مامون نے آپ کو حق پیغمبر کی قسم دیتے ہوئے کہا کہ اپنی جگہ سے نہ اٹھیں۔

مامون الرشید خود آگے بڑھا، بغلگیر ہوا اور آپ کے چہرے کا بوسہ لیا اور آپ کے سامنے بیٹھ کر خط پڑھنا شروع کر دیا۔ جس میں یہ اطلاع دی گئی تھی کہ کابل کے دیہاتوں میں سے ایک دیہات لشکر اسلام نے فتح کر لیا ہے۔

جب وہ سارا خط پڑھ چکا تو امامؑ نے فرمایا: کیا تم مشرکین کے دیہاتوں کو فتح کر کے بہت خوش ہو؟

مامون نے کہا: کیا اپنی فتوحات پر خوشی و مسرت کا اظہار نہیں کرنا چاہیے؟

آپؑ نے فرمایا: خدا سے ڈرو۔ تم امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں کوتاہی و

ناانصافی کر رہے ہو۔ اسے دوسروں کے سپرد کئے ہوئے ہو۔ ان کے بارے میں حکم خدا کے خلاف کر رہے ہو۔ تم نے سرزمین ہجرت و وحی کو چھوڑ کر وہاں سے دور دراز ایک شہر میں سکونت اختیار کر لی ہے۔

تمہارے اس کام کی وجہ سے مہاجر و انصار دوسروں کے ظلم و ستم کا شکار ہو رہے ہیں۔ وہ لوگ مومنین کے حقوق کی بالکل کوئی رعایت نہیں کرتے ہیں۔ وہ مظلومی کی زندگی گذار رہے ہیں۔ بڑی مشکلات سے زندگی چلانے کے اخراجات پورے کر رہے ہیں۔ وہاں پر کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس کے سامنے اپنی حالت زار بیان کریں، جب کہ آپ تک ان کی رسائی ممکن نہیں ہے۔

خدا سے ڈرو! پیغمبر اکرم کی جگہ خالی نہ چھوڑو۔ کیا تمہیں معلوم نہیں ہے؟ کہ مسلمانوں کا حاکم اس ستون کی مانند ہوتا ہے جو خیمے کے درمیان میں ہوتا ہے۔ جس کا دل چاہے اس ستون تک پہنچ سکتا ہے۔

مامون پوچھتا ہے: آپ کا کیا خیال ہے؟

آپ نے فرمایا: میں تو کہتا ہوں کہ اس جگہ کو ترک کرو اور اپنی حکومت کا مرکز اس شہر کو قرار دو جو تمہارے آباء و اجداد کی زادگاہ ہے، تا کہ تمام مسلمانوں پر بہتر طور پر نظارت کر سکو۔ مسلمانوں کو دوسروں کے رحم و کرم پر نہ چھوڑو، کل کو خداوند متعال تم سے ضرور پوچھے گا تو پھر کیا جواب دو گے؟

مامون اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہتا ہے: آپ کا مشورہ بالکل صحیح ہے۔ اس نے حکم دیا کہ روانگی کے وسائل تیار کیے جائیں اور قافلے کا بیشتر لشکر کیا جائے۔

یہ خبر فضل بن سہل کے کانوں تک پہنچی، تو وہ بے حد غمگین ہوا، کیونکہ وہ مامون کا اس قدر مورد اعتماد شخص تھا کہ وہ اس کے بغیر کوئی بھی فیصلہ نہیں کرتا تھا۔

فضل بن سہل مامون کے پاس آتا ہے اور اس سے پوچھتا ہے یہ آپ نے کیسا ارادہ

کرلیا ہے۔

وہ کہتا ہے: یہ حکم میرے آقا ابوالحسن علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کی طرف سے ہے ان کا فیصلہ بالکل صحیح ہے۔

فضل کہتا ہے: یہ فیصلہ درست نہیں ہے کیونکہ کل تو تو نے اپنے بھائی کو قتل کروایا ہے اور اس سے خلافت چھینی ہے۔ ادھر سے عراق و حجاز میں آپ کے تمام رشتہ دار آپ کے سخت مخالف ہیں۔ خصوصاً اس دن سے ان کی دشمنی میں اضافہ ہوا ہے جس دن سے آپ نے حضرت رضاؑ کو اپنا ولی عہد مقرر کیا اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو اس عظیم منصب سے محروم کیا ہے۔

بنی عباس کے تمام علماء وفقہاء آپ سے سخت نفرت کرتے ہیں، لہٰذا تمہارے لئے بہتر یہی ہے کہ اس وقت تک خراسان میں رہو جب تک ان کے زخم نہیں بھرتے ہیں۔

اس کے بعد فضل کہتا ہے: یہاں پر کچھ ایسے افراد موجود ہیں، جو آپ کے باپ کے خدمت گذار تھے۔ ان سے بھی مشورہ کرلو۔

مامون پوچھتا ہے: مثلاً وہ کون لوگ ہیں؟

جواب دیتا ہے: کہ علی بن ابی عمران ابن مونس اور جلودی ہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جو حضرت رضاؑ کی بیعت نہ کرنے کی وجہ سے زندان میں بند کردیے گئے تھے۔

مامون نے کہا: بہت اچھا ہے۔ حکم دیا کہ کل صبح ان لوگوں کو حاضر کیا جائے۔ انہیں زندان سے نکال کر لایا گیا۔ ان میں سے سب سے پہلا شخص جو مامون کی خدمت میں حاضر ہوا وہ علی بن ابی عمران تھا۔ جونہی اس کی نظر امام رضاؑ پر پڑی کہ آپ مامون کے پہلو میں تشریف فرما ہیں۔

تو کہتا ہے: تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ کبھی بھی خلافت ان دشمنوں (یعنی امام رضا اور آپ کی اولاد) کے حوالے نہ کرنا، جنہوں نے آپ کے آباء واجداد کو قتل اور بے گھر کیا ہے۔

مامون بلند آواز سے چیخا۔

اے زنا کی اولاد! اتنا عرصہ جیل کاٹنے کے بعد بھی اسی عقیدہ پر باقی ہو۔ جلاد کو حکم دیا کہ اس کا سر تن سے جدا کر دو۔

اس کے بعد ابن مونس کو حاضر کیا گیا۔ اس نے جونہی امام رضاؑ کو مامون کے پاس پایا تو کہتا ہے: یہ شخص جو آپ کے پاس بیٹھا ہوا ہے لوگ بتوں کی طرح اس کی پرستش کرتے ہیں۔ مامون اس پر بھی سخت ناراض ہوا اور حکم دیا کہ اس کی گردن بھی اڑا دی جائے۔ اس کے بعد جلودی کو لایا گیا۔

ہارون کی خلافت کے زمانہ میں جب محمد بن جعفر بن محمد نے مدینہ میں حکومت وقت کے خلاف خروج کیا تو ہارون الرشید نے جلودی کو مامور کیا تھا کہ اگر وہ محمد بن جعفر بن محمد پر غالب آ جائے تو اسے قتل کر دے اور اولادِ علی کے گھروں کو تباہ و برباد اور عورتوں کے اموال لوٹ لیں۔ ان کے لیے ایک لباس کے علاوہ کچھ نہ چھوڑیں۔ جلودی نے وہی کام کیا جو اس کے ذمہ لگایا گیا تھا۔ اس کی جسارت اس قدر بڑھی کہ وہ امام رضاؑ کے گھر پر حملہ آور ہوا۔ امامؑ نے اپنی تمام خواتین کو ایک کمرے میں بند کیا اور خود گھر کے دروازے پر کھڑے ہو گئے۔

جلودی نے کہا: امیر المومنین کے حکم کے مطابق آپ کے گھر میں بھی داخل ہونا چاہتا ہوں۔

حضرت رضا علیہ السلام نے فرمایا: میں قسم کھاتا ہوں کہ اپنے گھر کی ہر چیز تمہارے حوالے کر دوں گا کوئی چیز بھی باقی نہیں چھوڑوں گا۔

بالآخر کافی اصرار کے بعد جلودی راضی ہو گیا۔ امامؑ نے اپنے گھر کی ہر چیز اس کے حوالے کر دی۔

جلودی کو مامون کے سامنے لایا گیا۔ امام علیہ السلام سے اس احسان کا بدلہ دینا چاہتے تھے جو جلودی نے مدینہ میں آپ کے ساتھ کیا تھا اور آپ کی درخواست قبول کی تھی۔

آپ نے مامون سے فرمایا: یہ بوڑھا شخص مجھے بخش دیں۔

مامون نے کہا: یہ وہی شخص ہے جس نے پیغمبر کی بیٹیوں کے ساتھ ظلم کیا تھا۔ جلودی متوجہ ہوا کہ حضرت رضاؑ مامون کے ساتھ مجھے قتل کرنے کے بارے میں گفتگو کر رہا ہے۔

وہ مامون سے کہتا ہے: تجھے خدا کی قسم! اور اپنی اس خدمت کی قسم دیتا ہوں جو میں نے ہارون الرشید کے زمانہ میں کی تھی۔ میرے بارے میں اس شخص کی بات نہ مانیں۔

مامون حضرت رضاؑ سے کہتا ہے: یہ خود اس کام کے لئے مائل نہیں ہے۔ وہ مجھے قسم دے رہا ہے، لہٰذا میں اس کی قسم کا احترام کروں گا۔

جلودی سے کہتا ہے: خدا کی قسم! آپ کے بارے میں ان کی بات پر عمل نہیں کروں گا۔ جلاد کو حکم دیا کہ اس کو بھی اس کے دوسرے دوستوں کے ساتھ ملحق کر دے۔ جلاد نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اس کی گردن بھی اڑا دی۔

ذوالریاستین اپنے باپ سہل کے پاس گیا، تاکہ سامان سفر اور قافلے کے محافظ فوج کو تیاری کرنے سے روکے، لیکن مذکورہ تین افراد کے قتل کئے جانے کے بعد فضل سمجھ گیا کہ خلیفہ کی روانگی یقینی ہے، لہٰذا مخالفت کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

حضرت رضا علیہ السلام نے مامون سے پوچھا: بغداد کی طرف روانگی کے بارے میں کیا کیا ہے؟

مامون نے کہا: آپ سے التماس کرتا ہوں کہ روانگی کا حکم فرمائیں۔ آپ نے باہر آ کر محافظ فوج سے کہا: کہ روانگی کے لئے تیار ہو جاؤ۔ حکم سنتے ہی لشکر میں ہلچل مچل گئی ہر کوئی اس حکم پر عمل کرنے میں سبقت حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

فضل بن سہل یہ سارا کچھ دیکھ کر گھر میں جا بیٹھا۔ مامون نے اسے بلوا بھیجا۔ جب وہ آیا تو مامون نے پوچھا: تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم کیوں گھر میں بیٹھ گئے ہو؟

اس نے جواب دیا: میں آپ کے خاندان کے بارے میں بہت بڑے گناہ کا مرتکب

ہوا ہوں۔ عام لوگ آپ کے بھائی امین کے قتل اور حضرت رضا علیہ السلام کی بیعت کرنے پر مجھے سرزنش کرتے ہیں۔

میں چغل خوروں اور کج اندیشوں کے بارے میں مطمئن نہیں ہوں۔ ممکن ہے وہ میرے بارے میں غلط اطلاعات پہنچا کر مجھے بادشاہ کے حوالے کردیں۔

مامون نے کہا: تم ہمارے مورد اطمینان اور خیر خواہ شخص ہو لہٰذا میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا ہوں۔ علاوہ ازیں اطمینان خاطر حاصل کرنے کے لئے تم اپنی مرضی سے جس طرح کا امان نامہ لکھنا چاہتے ہو لکھ لو۔

فضل نے ایک تفصیلی امان نامہ لکھا اور علماء کو اپنا گواہ بنایا۔ اس کے بعد وہ امان نامہ لے کر مامون کے پاس آیا اور اسے پڑھ کر سنایا فضل بن سہل کا نامہ سننے کے بعد مامون نے اپنے ہاتھ سے ایک نامہ لکھا: جس کا نام "شرطۃ و حبوۃ" رکھا گیا۔

مامون نے فضل کو جو کچھ بخشا تھا وہ اسی نامہ میں تحریر کیا گیا تھا۔ اسی وجہ سے اس کا نام بخشش نامہ رکھا گیا۔

فضل نے مامون سے کہا: حضرت علی بن موسیٰ الرضاؑ چونکہ آپ کے ولی عہد ہیں، لہٰذا وہ بھی اس بخشس نامے پر امضاء فرمائیں۔

مامون نے جواب میں کہا: تمہیں معلوم ہے کہ حضرت رضاؑ نے میرے ساتھ شرط کی تھی کہ وہ ایسے امور میں کوئی مداخلت نہیں کریں گے؟ لہٰذا میں ان سے اس بخشش نامے پر امضاء کرنے کی درخواست نہیں کروں گا۔ اگر میں درخواست کروں گا تو یہ چیز ان کی ناراضگی کا باعث بنے گی۔ تم خود ان کی خدمت میں جا کر درخواست کرو۔ وہ ہرگز تمہاری درخواست رد نہیں فرمائیں گے۔

فضل بن سہل نے حضرت علی بن موسیٰ الرضاؑ کی خدمت میں شرف یاب ہونے کی اجازت طلب کی۔

یاسر کہتا ہے:

امام نے فرمایا: آپ سب لوگ یہاں سے چلے جاؤ۔ ہم وہاں سے نکل گئے تو فضل اندر داخل ہوا۔ کچھ دیر امامؑ کے حضور کھڑا رہا۔ حضرت رضاؑ نے سر بلند کرتے ہوئے پوچھا: کیا درخواست لے کر آئے ہو؟

عرض کرتا ہے: میرے آقا! خلیفہ وقت امیر المومنین نے یہ امان نامہ اور بخشش نامہ میرے لئے لکھا ہے۔ آپ چونکہ مسلمانوں کے ولی عہد ہیں، لہٰذا آپ بھی میرے بارے میں ایسا لطف فرمائیں گے۔

آپ نے فرمایا: اس امان نامے کو ذرا پڑھو۔ فضل نے کھڑے ہو کر اول سے آخر تک وہ نامہ آپ کے حضور پڑھا:

قَالَ لَهٗ اَبُو الْحَسَنِ! یَا فَضْلُ! لَکَ عَلَیْنَا هٰذَا مَا اتَّقَیْتَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ.

"ابوالحسن علیہ السلام نے فرمایا: اے فضل! میں بھی اس امان نامہ پر گواہی دیتا ہوں جب تک آپ پرہیزگار رہو گے۔"

یاسر کہتا ہے: امام رضاؑ نے یہ ایک جملہ کہہ کر پورے کا پورا امان نامہ باطل کر دیا۔ فضل وہاں سے نکلا تو قافلہ وہاں سے بغداد کے لئے روانہ ہو چکا تھا۔

یاسر کہتا ہے: میں بھی حضرت رضاؑ کے ساتھ روانہ ہوا۔

## فضل بن سہل کا قتل

یاسر کہتا ہے: ہماری روانگی کے کچھ دن بعد دوران سفر فضل بن سہل کو اس کے بھائی حسن بن سہل کا خط ملا۔ اس میں لکھا ہوا تھا کہ میں نے علم نجوم کے مطابق تحویل سال کو دیکھا ہے تو پتہ چلا ہے کہ تم فلاں مہینہ میں بدھ کے روز آگ اور لوہے کی حرارت چکھو گے، لہٰذا

آپ، مامون اور علی بن موسیٰ الرضاؑ کی بہتری اسی میں ہے کہ حمام جا کر پچھنے لگوائیں۔ جن کی وجہ سے آپ کا بدن خون آلود ہوگا اور نحوست برطرف ہو جائے گی۔

وہی خط فضل نے مامون کے پاس بھجوا دیا اور درخواست کی کہ وہ بھی میرے ساتھ حمام تشریف لائیں نیز علی بن موسیٰ الرضاؑ کی خدمت میں بھی گذارش کریں کہ وہ بھی تشریف لائیں۔

مامون نے امامؑ کی خدمت میں لکھا، اور فضل بن سہل کی درخواست کا ذکر کیا۔ علی بن موسیٰ الرضا نے جواب لکھا کہ میں کل حمام نہیں جاؤں گا، اور تمہارے لئے بھی بہتر یہی ہے کہ تم بھی نہ جاؤ۔ اسی طرح فضل کے لئے بھی حمام جانا اچھا نہیں ہے۔

مامون نے دوبارہ درخواست کی تو آپؑ نے جواب میں لکھا:

''اے علی! کل حمام نہ جانا۔ اسی طرح آپ دونوں کے لئے بھی حمام میں جانا صحیح نہیں ہے۔''

مامون نے لکھا: آپ صحیح کہتے ہیں۔ پیغمبر اکرمؐ نے درست فرمایا ہے۔ لہٰذا ہم کل حمام نہیں جائیں گے اور فضل بن سہل اپنے بارے میں خود بہتر جانتا ہے۔

یہ نکتہ قابل ذکر ہے کہ مامون جب اس بات کی طرف متوجہ ہوا کہ بنی عباس اور اپنے مخالفین کی دلجوئی کے لئے ضروری ہے کہ عراق کی طرف واپس جاؤں، لیکن فضل بن سہل اور حضرت رضاؑ کے ہوتے ہوئے یہ ممکن نہیں ہے کیونکہ فضل حالات پر اس قدر مسلط تھا کہ اگر وہ چاہتا تو قافلے کی محافظ فوج کو واپس لوٹا سکتا تھا، جب کہ امام رضاؑ کی محبوبیت لوگوں میں حد درجہ تک بڑھ چکی تھی۔ ان کے مقابلے میں مامون کا کوئی مقام و مرتبہ نہیں تھا۔ اس کے علاوہ بنی عباس، حضرت رضاؑ اور فضل کے سخت مخالف تھے۔ شاید مامون کا یہ خیال تھا کہ اس حمام میں دونوں کو قتل کروا دیا جائے، چونکہ فضل گیا تھا لہٰذا وہ قتل ہو گیا۔ امام نہیں گئے تھے لہٰذا وہ

قتل ہونے سے بچ گئے، لیکن مامون نے انہیں راستے سے ہٹانے کے لئے اور پروگرام تشکیل دے دیا تھا۔

جب سورج افق میں پنہاں ہو گیا اور رات چھا گئی تو حضرت رضا علیہ السلام فرماتے ہیں: تم یہ جملہ کہو:

نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ مَا يَنْزِلُ فِي هٰذِهِ اللَّيْلَةِ.

''اس رات میں نازل ہونے والے شر سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔''

ہم نے اس جملہ کا تکرار کرنا شروع کر دیا۔

نماز صبح کے بعد فرمایا: اب یہ جملہ تکرار کرو۔

''اس دن میں نازل ہونے والی شر سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں۔''

ہم مسلسل اس ذکر کا تکرار کرتے رہے۔ طلوع آفتاب کے وقت حضرت رضاؑ نے فرمایا: چھت پر جاؤ اور غور سے سنو کوئی آواز آ رہی ہے؟

وہ کہتا ہے: جب میں چھت پر گیا تو عجیب و غریب خوفناک آوازیں سننے میں آئیں جو آہستہ آہستہ زیادہ ہو رہی تھیں۔ اچانک مامون امامؑ کی خدمت میں آیا۔

کہتا ہے: ''اے میرے آقا و مولیٰ! اے ابوالحسن! فضل بن سہل حمام میں گیا تھا۔ بعض لوگوں نے اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا ہے۔''

اس حمام سے تین افراد کو گرفتار کیا گیا ہے۔ ان میں ایک شخص ذوالقلمین فضل کا خالہ زاد بھائی تھا۔ اسی وقت فضل کے حامیوں نے مامون کے گھر کے سامنے اجتماع کیا اور مطالبہ کیا کہ ہم فضل کا انتقام لیں گے، جو شخص اس کے قتل کا باعث بنا ہے اسے ضرور قتل کریں گے۔

مامون کہتا ہے: ''اے میرے آقا! کیا ممکن ہے کہ آپ باہر تشریف لے جائیں اور اس اجتماع کو متفرق کریں؟''

یاسر کہتا ہے: حضرت رضاؑ سوار ہوئے اور مجھے سوار ہونے کا حکم فرمایا:

جب آپؑ دروازے سے باہر نکلے تو ان سپاہیوں پر نظر پڑی، جنہوں نے مامون کے گھر کے سامنے بہت بڑا اجتماع کر رکھا تھا۔ انہوں نے آگ جلائی ہوئی تھی تاکہ مامون کے گھر کے دروازے کو آگ لگا دیں۔

امامؑ بلند آواز سے بولے اور ہاتھ کا اشارہ بھی فرمایا: کہ یہاں سے چلے جاؤ، پراگندہ ہو جاؤ۔

یاسر کہتا ہے: یہ سنتے ہی لوگ اتنی تیزی سے وہاں سے دوڑے کہ ایک دوسرے کے اوپر گرتے ہوئے آناً فاناً سارے لوگ اِدھر اُدھر بکھر گئے۔

پس اسی طرح سے ایک مقتدر سیاستمدار سے مامون محفوظ ہو گیا اور اسے قتل کروا دیا۔ اب اس خبیث ملعون کا ہم وغم صرف امام رضاؑ کو اپنے راستے سے ہٹانا تھا، توس میں آپؑ کو زہر کے ذریعے شہید کیا گیا۔ بعض روایات سے استفادہ ہوتا ہے کہ مامون نے امامؑ کو سرخس میں قید کر رکھا تھا۔

بالآخر حضرت رضاؑ کی شہادت کے بعد مامون نے اہل بغداد اور بنی عباس کو نامہ لکھا کہ وہ دونوں افراد دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔ اب تمہاری دشمنی کس وجہ سے ہے؟

لیکن انہوں نے مامون کو سخت جواب لکھا آخرکار مامون پریشانی کے عالم میں بغداد کی طرف روانہ ہوا کہ شاید اس شورش کو ختم کر سکے۔ مرو سے سرخس اور سناباد سے ہوتا ہوا گرگان پہنچا۔ وہاں پر پورا ایک ماہ قیام کیا تاکہ خراسان میں امنیت کو مستحکم کر سکے۔

گرگان سے ری کی طرف روانہ ہوا۔ کچھ عرصہ وہاں قیام کیا۔ وہاں سے نہروان کی طرف کوچ کر گیا۔ نہروان وہ مقام ہے جہاں پر اہل بغداد، بنی عباس فوج کے افسروں اور ہارون کے خاندان نے مامون کا رسمی طور پر استقبال کیا۔

مامون بروز ہفتہ صفر المظفر ۲۰۳ھ ق میں بغداد پہنچا۔ طاہر بن حسین اہل ''رقہ'' نے بھی نہروان میں مامون کا استقبال کیا اور اسی کے ساتھ بغداد آیا۔ اس دن تک لباس اور پرچم

کا رنگ سبز تھا۔ آٹھ دن تک ایسے ہی رہا۔ بالآخر لباس اور پرچم کا رنگ تبدیل کرنے کے بارے میں شور و غوغا اٹھا تو سبز رنگ کو سیاہ رنگ میں تبدیل کر دیا گیا جو بنی عباس کی نشانی تھی۔

(تاریخ طبری، زندگانی حضرت رضاؑ تالیف عمادزادہ)

## مامون کا واصل جہنم ہونا

مامون نے روم کو فتح کرنے کے لئے روم کی طرف لشکر کشی کی۔ کئی ایک مقامات کو فتح کرنے کے بعد واپس لوٹا، جب چشمہ بدیدون (جو قشیرہ کے نام سے معروف تھا) پہنچا تو دنیا سے چل بسا۔ یہاں کی آب و ہوا بڑی خوشگوار اور دل کش تھی۔ چشمے کا ارد گرد بڑا سرسبز و شاداب تھا۔ مامون نے حکم دیا کہ یہاں پر لشکر کو اتارا جائے تا کہ یہاں کے خوشگوار ماحول سے لطف اٹھائیں۔

مامون کے لئے اس چشمہ کے اوپر لکڑیوں سے بنا خوبصورت تخت سجایا گیا۔ مامون وہاں پر کھڑا ہو کر صاف وشاف پانی کا نظارہ کر رہا تھا۔

لکھتے ہیں: اس چشمہ میں ایک سکہ پھینکا جو اوپر سے صاف پڑھا جاتا تھا۔ پانی اس قدر ٹھنڈا تھا کہ کوئی بھی اس میں زیادہ دیر تک ہاتھ نہیں ڈال سکتا تھا۔ مامون بڑا مگن ہو کر صاف پانی کا نظارہ کر رہا تھا۔ اچانک چاندی جیسی سفید ایک خوبصورت مچھلی دیکھی۔

مامون نے کہا: جو بھی اس مچھلی کو پکڑے گا اسے ایک تلوار انعام دوں گا۔

ایک سپاہی نے پانی میں چھلانگ لگا دی اور مچھلی پکڑ کر لے آیا۔ جب وہ مچھلی پکڑ کر مامون کے تخت کے پاس پہنچا تو مچھلی زور سے تڑپی اور ہاتھ سے نکل کر پانی میں جا گری۔ جب پانی میں گری تو پانی کے قطرات اچھل کر مامون کے چہرے اور گلے کے نیچے پڑے۔ اچانک اس کے جسم میں لرزہ طاری ہو گیا۔

سپاہی نے دوبارہ پانی میں چھلانگ لگائی اور مچھلی پکڑ کر لے آیا۔ مامون نے اسے

بریان کرنے کا حکم دیا، لیکن اس کے بدن میں اس قدر شدید لرزہ طاری تھا کہ اسے گرم کپڑے پہنائے گئے اس کے اوپر لحاف ڈالا گیا۔ اس کے باوجود اسے آرام نہیں آ رہا تھا۔ وہ چیخ چیخ کر اَلْبَـرْدُ اَلْبَـرْدُ (یعنی ٹھنڈک ٹھنڈک) کہہ رہا تھا۔ اتنے کپڑے ڈالنے کے باوجود اسے آرام نہ آیا تو اس کے اردگرد آگ جلائی گئی، پھر بھی گرم نہ ہوا۔ بریان شدہ مچھلی لائی گئی لیکن تکلیف کی شدت کی وجہ سے ذرا برابر نہ کھا سکا۔

مامون کے بھائی معتصم شاہی حکیموں ابن ماسویہ اور بختیشوع کو بلا لایا اور ان سے درخواست کی مامون کا معالجہ کریں۔ انہوں نے اس کی حالت دیکھی تو کہا: ہم اس کے علاج سے معذور ہیں۔ نبض کا یوں حرکت کرنا اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ اس کی موت یقینی ہے۔ آج تک طب میں ایسی مرض کا ذکر نہیں کیا گیا۔

مامون کی حالت بہت زیادہ خراب ہوگئی۔ اس کے بدن سے روغن زیتون کی طرح کا سیال مادہ بہنا شروع ہوگیا۔

اس وقت مامون نے کہا: مجھے بلند مقام پر لے جائیں تاکہ میں آخری مرتبہ اپنے لاؤ لشکر اور فوج کو دیکھ سکوں۔

رات کا وقت تھا۔ مامون کو بلند مقام پر لے جایا گیا۔ جب اس کی نگاہ اپنے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے لشکر پر پڑی جو اپنے اپنے خیموں کے نزدیک آگ کے آلاؤ روشن کیے ہوئے تھے۔ مامون نے اس وقت اپنے ہاتھ بلند کرتے ہوئے کہا:

یَا مَنْ لَا یَزُوْلُ مُلْکُہٗ اِرْحَمْ مَنْ قَدْ زَالَ مُلْکُہٗ.

"اے وہ ہستی! جس کی بادشاہی کو زوال نہیں ہے اس پر رحم کر جس کی بادشاہی ختم ہونے کو ہے۔"

مامون کو اس کی جگہ پر واپس لایا گیا۔

معتصم نے ایک شخص کو معین کیا کہ اسے کلمہ شہادت کی تلقین کرے۔ اس شخص نے

جب بلند آواز سے کلمہ شہادت کہا، تو ابن ماسویہ نے کہا: ابھی ایسا نہ کرو کیونکہ مامون جن حالات سے گذر رہا ہے اپنے پروردگار اور مانی (نقاش معروق) کے درمیان کوئی فرق نہیں کر پا رہا ہے۔

اسی وقت اس نے آنکھیں کھولیں تو وہ بڑی بڑی اور خون کی طرح سرخ تھیں، جنہیں دیکھ کر انسان ڈر جاتا ہے۔ مامون چاہتا تھا کہ ابن ماسویہ کے ہاتھ کو دبائے لیکن دبانے کی قدرت نہ تھی۔

بریان شدہ مچھلی کھائے بغیر دنیا سے چل بسا۔ اسے طرطوس میں دفن کیا گیا جو شام کا ایک شہر ہے۔ (سفینۃ البحار، ج الفظ امن)

# شہادت حضرت امام رضا علیہ السلام

جیسا کہ پہلے وضاحت سے بیان ہو چکا ہے کہ مامون مسلسل اس کوشش میں رہا کہ کسی نہ کسی طرح سے امام کا مقام و مرتبہ لوگوں کی نظروں میں کم کیا جائے۔

اسی وجہ سے بعض فوجی افسروں نے آپ کو ناراحت کرنے کے اسباب فراہم کیے۔ اسی طرح بعض خطباء شرعی موازین و قواعد کے خلاف عمل کرتے رہے۔ خلاصہ یہ کہ وہ ایسے اسباب فراہم کرنا چاہتا تھا کہ جن کی وجہ سے حضرت رضاؑ پر عرصہ حیات رنگ کیا جا سکے۔

یاسر کہتا ہے:

حضرت رضاؑ جب بھی نماز جمعہ کے بعد مسجد جامعہ سے لوٹتے تو ہاتھ بلند کرتے ہوئے یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ فَرَجِي مِمَّا اَنَا فِيْهِ بِالْمَوْتِ فَعَجِّلْ لِيَ السَّاعَةَ وَلَمْ يَزَلْ مَغْمُوْمًا مَكْرُوْبًا اِلٰى اَنْ قُبِضَ صَلَوٰاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ.

(بحار الانوار، ج ۴۹، ص ۱۴۰)

"اے میرے معبود! اگر موت کے ذریعے مجھے آرام و آسائش مل سکتا ہے تو مجھے جلد اپنے پاس بلا لے۔ آپؑ ہمیشہ مغموم و محزون رہتے تھے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔"

معمر بن خلاد کہتا ہے:

مامون نے ایک دن حضرت رضاؑ کی خدمت میں عرض کیا:

''اے آقا! اپنا مورد اعتماد کوئی شخص بتائیں جسے شورش زدہ علاقے کا فرمانروا بنا کر بھیجا جائے۔''

احمد بن علی انصاری کہتا ہے:

میں نے اباصلت سے پوچھا: مامون حضرت رضاؑ کو قتل کرنے پر کیوں آمادہ ہوا ہے؟ حالانکہ وہ آپ کا بہت زیادہ احترام کرتا تھا اور انہیں اپنا ولی عہد بنایا تھا۔

اباصلت نے جواب دیا: مامون حضرت رضاؑ کا احترام ان کے مقام و مرتبہ کی وجہ سے کرتا تھا، لیکن انہیں اپنا ولی عہد اس لئے بنایا تھا تا کہ لوگ یہ دیکھیں کہ حضرت رضاؑ دنیا دار ہو گیا ہے۔ اس طرح سے ان کی قدرت و منزلت اور عزت و احترام لوگوں کی نظر میں کم ہو جائے گا، جبکہ ایسا نہیں ہو سکا اور آپ کا احترام لوگوں کی نظر میں ذرا برابر کم نہ ہو سکا بلکہ زیادہ ہوا تھا۔

مامون نے جب ولا یتعھدی کی ذمہ داری زبردستی آپ کو سونپنا چاہی تو آپؑ نے فرمایا: اگر تم میری شرط پوری کرو گے تو میں تمہاری شرط مانتا ہوں۔ میں ولا یتھعدی اس شرط پر قبول کروں گا کہ نہ تو کسی کو مامور کروں گا اور نہ معزول، یہاں تک کہ میں تم سے پہلے خدا سے جا ملوں گا۔ خدا کی قسم! خلافت کوئی مہم چیز نہیں ہے کہ اس کا منتظر رہوں۔ میں جب مدینہ کے کوچہ و بازار سے سوار ہو کر گذرتا تھا تو لوگ اپنے حوائج اور ضروریات کے لئے درخواست کرتے تو میں ان کی مشکلات حل کرتا تھا۔ وہ لوگ میرے ساتھ نزدیکی رشتہ داروں کی طرح پیش آتے تھے۔ شہر میں میرا اس قدر احترام تھا کہ میرا رقعہ چلتا تھا، تو نے میری عزت و منزلت میں کوئی اضافہ نہیں کیا ہے۔

مامون نے کہا: میں آپ کی شرط قبول کرتا ہوں۔

بہت سے ایسے مواقع آئے کہ آپ کی گفتگو مامون پر گراں گذرتی تھی اور وہ اندر ہی اندر کڑھتا رہتا تھا، لیکن اپنے غصے کا کسی سے اظہار نہیں کرتا تھا۔ آخر کار وہ اس نتیجہ پر پہنچا کہ حضرت رضاؑ کو مسموم کر کے اپنے راستے سے ہٹا دیا جائے۔

اس نے مختلف ادیان مذاہب کے علماء و دانشور آپؑ کے ساتھ مناظرہ کرنے کے لئے اکٹھے کہ شاید حضرت رضاؑ ان کے سوالات کا جواب نہ دے سکیں گے۔ اس طرح سے ان کا وقار علماء کی نظر میں کم ہو جائے گا۔

لیکن یہود، نصاریٰ، مجوس، زردشتیان اور مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے علماء کے ساتھ آپ نے کئی ایک مناظرے کئے۔ سب کو آپ نے شکست دی، تمام نے آپؑ کی دلیل کو قبول کیا۔ لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا! کہ حضرت علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام مقام خلافت کے لئے شائستہ ہیں۔ مامون کے جاسوسوں نے لوگوں کے نظریات جب مامون کے کانوں تک پہنچائے تو مامون کے دل میں حضرت رضاؑ کے بارے میں کینہ وحسد میں اور اضافہ ہوا۔

حضرت رضا علیہ السام کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ آپ حق بات کہنے سے بالکل نہیں گھبراتے تھے۔

امامؑ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے آئندہ پیش آنے والے اسرار کو جانتے تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ وہ خراسان سے واپس نہیں جا سکیں گے۔

ایک دن مامون نے امامؑ سے کہا: جب ہم بغداد پہنچیں گے تو فلاں کام انجام دیں گے۔

آپ نے فرمایا: تم چلے جاؤ گے لیکن میں نہیں جا سکوں گا۔

راوی کہتا ہے:

مامون نے تنہائی میں حضرت رضاؑ سے ملاقات کی اور عرض کرتا ہے کہ آپ نے جو

جواب دیا تھا، اس کی وجہ سے میں بہت افسردہ ہوا ہوں۔

آپ نے فرمایا:

یا اباحسین! بغداد سے میرا کیا واسطہ ہے؟ نہ بغداد کو دیکھ سکوں گا اور نہ تو مجھے دیکھ سکے گا۔ (بحارالانوار، ج ۴۹، ص ۲۸۵، ۲۸۶)

حسن بن عباد حضرت رضاؑ کا کاتب کہتا ہے: جب مامون قافلے سمیت عراق کی طرف روانہ ہوا تو میں امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

آپ نے فرمایا: میں عراق تک نہیں پہنچ سکوں گا اور نہ ہی وہاں جانا چاہتا ہوں۔ میں گریہ کرنے لگا۔

میں نے عرض کیا: آپ مجھے اپنے خاندان والوں کے ساتھ ملنے سے منع کر رہے ہیں۔

اس وقت حضرت رضاؑ نے فرمایا: تم عراق جاؤ گے۔

وشاء کہتا ہے: حضرت رضاؑ نے مجھے فرمایا تھا کہ جب میں مدینہ سے خراسان کی طرف روانہ ہونے لگا تھا تو میں نے اپنے خاندان کو اکٹھا کیا اور انہیں کہا:

میرے اوپر گریہ کریں، تا کہ میں سنوں اس کے بعد بارہ ہزار درہم ان میں تقسیم کیے۔ وہاں سے روانگی کے وقت میں نے انہیں کہا: اب میں تمہارے پاس واپس نہیں لوٹ سکوں گا۔

سجستانی کہتا ہے:

جب مامون نے حضرت رضاؑ کو مدینہ سے خراسان بلایا تو اس وقت میں مدینہ میں تھا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت رضاؑ اپنے جد بزرگوار پیغمبر اکرمؐ سے وداع ہونے کے لئے آپ کے حرم مطہر میں داخل ہوئے۔ کئی بار وداع کہا اور دوبارہ حرم میں داخل ہوئے درحالانکہ آپ گریہ کر رہے تھے۔ میں نے آگے بڑھ کر سلام عرض کیا اور اس کی خدمت میں سفر کی مبارکباد

پیش کی۔

آپ نے فرمایا:

آج جس قدر مجھے دیکھنا چاہتے ہو دیکھ لو۔ میں اپنے جد بزرگوار کے حرم مطہر سے رخصت ہو رہا ہوں اور غریب الوطنی کے عالم میں ہارون کی قبر کے ساتھ دفن کیا جاؤں گا۔

بجستانی کہتا ہے: اس سفر میں، میں حضرت رضاؑ کے آخری لحات تک آپ کے ساتھ رہا۔ آپ توس میں دنیا سے رخصت ہوئے اور آپ کو ہارون الرشید کی قبر کے پاس دفن کیا گیا۔

نقل ہوا ہے کہ آپ مدینہ سے خانہ خدا کی زیارت کے لئے مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔

امیہ بن علی کہتا ہے: جس سال حضرت رضاؑ نے مکہ میں جا کر حج کیا، پھر اپنے بیٹے جوادؑ کو ہمراہ لے کر خراسان کی طرف روانہ ہوئے۔ میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ امامؑ نے طواف کرنے کے بعد مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز بجالائی۔ آپ کے غلام موفق نے حضرت جوادؑ کو اپنے کاندھوں پر بٹھا کر خانہ خدا کا طواف کرایا۔ اس کے بعد امام جوادؑ موفق کے کاندھوں سے نیچے آئے۔ حجر اسماعیل کے پاس سر جھکا کر بیٹھ گئے۔ آپ کے چہرے پر حزن وملال کے آثار نمایاں تھے۔ کافی دیر تک وہاں بیٹھے رہے۔

موفق عرض کرتا ہے: میرے آقا و مولیٰ! چلیں۔

امام جوادؑ نے فرمایا: جب تک خدا کی مرضی نہ ہوئی میں یہاں سے نہیں جاؤں گا۔

موفق امام رضاؑ کی خدمت میں عرض کرتا ہے: حضرت جوادؑ اپنی جگہ سے اٹھ نہیں رہے ہیں۔

امام رضاؑ خود اپنے فرزند کی طرف روانہ ہوئے۔

اور فرمایا: یا حبیبی! کھڑے ہو جاؤ۔

حضرت جوادؑ نے جواب دیا: یہاں سے نہیں اٹھوں گا۔

آپ نے فرمایا: میری آنکھوں کے نور کھڑے ہو جاؤ۔

حضرت جوادؑ نے فرمایا:

**ثُمَّ قَالَ! كَيْفَ اَقُوْمُ وَقَدْ وَدَعْتَ الْبَيْتَ وِدَاعًا لَا تَرْجِعُ اِلَيْهِ.**

''آپ نے گھر والوں کو اس طرح سے الوداع کیا ہے گویا دوبارہ واپس نہیں آؤ گے میں کیسے یہاں سے کھڑا ہو جاؤں؟''

**فَقَالَ قُمْ يَا حَبِيْبِي! فَقَامَ مَعَهُ.**

''حضرت رضاؑ نے فرمایا: میرے پیارے! میری آنکھوں کے نور! کھڑے ہو جاؤ پس حضرت جواد علیہ السلام اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے اور آپ کے ساتھ روانہ ہو گئے۔''

## حضرت علی بن موسیٰ رضاؑ کی شہادت

اباصلت کہتا ہے: میں حضرت رضاؑ کی خدمت میں موجود تھا۔

آپ نے فرمایا: اس قبہ کے اندر جاؤ جہاں پر ہارون دفن ہے، اس کے چاروں طرف سے مٹی اٹھا کر لاؤ۔

میں گیا اور مٹی لے آیا۔

آپ نے فرمایا: اس کے سر، پاؤں اور دائیں طرف کی مٹی مجھے دو۔ میں نے مٹی آپ کی خدمت اقدس میں پیش کی۔ آپ نے اسے سونگھ کر پھینک دیا اور فرمایا:

فلاں جگہ پر وہ میری قبر کھودنا چاہیں گے۔ وہاں سے ایک پتھر نمودار ہو گا۔ اسے خراسان کے ہتھوڑے نہیں توڑ سکیں گے۔

اس کے بعد فرمایا: اس کے بائیں طرف میری قبر کی جگہ ہے۔ ان لوگوں سے کہنا کہ

میری قبر اس مقام پر سات سیڑھیوں تک نیچے کھودیں، لحد ایک میٹر تک کھولیں، جب قبر تیار ہو جائے گی تو سر کی طرف رطوبت نکلے گی اس وقت یہ دعا پڑھنا جو میں تمہیں ابھی تعلیم دوں گا۔ اس وقت لحد پانی سے بھر جائے گی۔ اس میں آپ کو چھوٹی چھوٹی مچھلیاں نظر آئیں گی۔ ایک روٹی تمہیں دوں گا اسے ریزہ ریزہ کر کے انہیں ڈال دینا۔ جب وہ روٹی کھا جائیں گی ایک بڑی مچھلی نکلے گی جو تمام چھوٹی مچھلیوں کو کھا جائے گی اور وہاں سے غائب وہ جائے گی۔

جب بڑی مچھلی غائب ہو جائے گی، پانی پر ہاتھ رکھ کر وہ دعا پڑھنا جو ابھی تمہیں تعلیم دوں گا۔ اس وقت تمام پانی خشک ہو جائے گا۔ یہ سارے کام مامون کی موجودگی میں انجام دینا۔

اس کے بعد فرمایا: کل میں اس نابکار شخص کے پاس جاؤں گا، جب واپس آؤں گا تو اگر میرے سر پر کوئی کپڑا نہ ہوا تو میرے ساتھ گفتگو کرنا ورنہ کوئی بات نہ کرنا۔

اباصلت کہتا ہے:

اگلے روز صبح کے وقت آپ نے لباس پہنا اور محراب میں بیٹھے انتظار کرنے لگے، مامون کے غلام آئے اور آپ سے کہا:

امیر المومنین آپ کو یاد کرتے ہیں۔ آپ نے جوتے پہنے اور روانہ ہو گئے، میں بھی حضرتؑ کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ آپ مامون کے گھر میں داخل ہوئے۔ مامون کے سامنے مختلف برتنوں میں مختلف پھل رکھے ہوئے تھے۔ اس نے ایک برتن سے انگور کا گچھا اٹھایا، اس سے چند دانے خود کھائے اور باقی گچھا اس کے ہاتھ میں تھا، اس نے آپؑ کی طرف دیکھا، اپنی جگہ سے اٹھا اور آپ سے بغلگیر ہوا۔ پیشانی پر بوسہ دیا اور انہیں اپنے پاس بٹھالیا۔ خوشہ انگور حضرت رضاؑ کی طرف بڑھاتے ہوئے عرض کرتا ہے:

تناول فرمائیں اس سے اچھے انگور میں نے آج تک نہیں دیکھے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: بہشت کے انگور ان سے کہیں بہتر ہیں۔

مامون نے انگور کھانے کی درخواست کی۔

آپ نے فرمایا: مجھے اس سے معاف رکھو۔

اس نے کہا: یہ ممکن نہیں شاید آپ کو مجھ پر اطمینان نہیں ہے۔ آپ نے انگوروں کا خوشہ اس کے ہاتھ سے لیا اور چند دانے تناول فرمائے اور واپس رکھ دیا۔ اس نے خوشہ دوبارہ آپ کی طرف بڑھایا۔ آپ نے اس سے تین دانے کھائے اور اسے رکھ دیا۔ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

مامون نے کہا: کہاں جا رہے ہو؟

آپ نے فرمایا: اس جگہ پر جا رہا ہوں جہاں تم نے مجھے بھیجا ہے۔

اباصلت کہتا ہے:

جب آپ مامون کے قصر سے نکلے تو عبا آپ کے سر پر تھی۔ جب میں نے انہیں اس حالت میں دیکھا تو ان سے کوئی بات نہیں کی۔ آپ اپنے گھر میں داخل ہوئے اور حکم دیا کہ دروازے بند کر دو۔ میں نے حکم کی تعمیل کی، دروازے بند کر دیئے۔ آپ بستر پر لیٹ گئے۔ میں غمگین حالت میں صحن میں کھڑا تھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت رضاؑ کے مشابہ ایک خوبصورت گھنگریالے بالوں والا نوجوان داخل ہوتا ہے۔ میں نے اس کے پاس جا کر عرض کیا:

تمام دروازے بند تھے، آپ کس طرح تشریف لائے ہیں؟

آپ نے فرمایا:

جو ہستی مجھے مدینہ سے توس لے آئی وہ مجھے مقفل دروازے سے بھی لا سکتی ہے۔

اس کے بعد میں نے پوچھا: آپ کون ہیں؟

**فَقَالَ اَنَا حُجَّةُ اللّٰهِ عَلَيْکَ يَا اَبَاصَلْتْ! اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ.**

"آپ نے فرمایا: اے اباصلت! میں حجت خدا، علی بن موسیٰ الرضاؑ کا بیٹا ہوں۔"

اس کے بعد مجھے ساتھ لے کر اپنے والد بزرگوار کے کمرے میں تشریف لے گئے۔

جونہی حضرت رضاؑ کی نگاہ مبارک اپنے فرزند کے چہرے پر پڑی تو جلدی اٹھے اور اپنے بیٹے کو آغوش میں لے لیا۔ سینے سے لگایا، پیشانی پر بوسہ دیا اور اپنے بستر پر لے گئے۔ حضرت جوادؑ بھی مسلسل اپنے والد بزرگوار کی پیشانی کے بوسے لے رہے ہیں اور بڑے نرم لہجے سے گفتگو فرما رہے ہیں۔

مجھے پتہ نہیں چل سکا کہ اس دوران حضرت رضاؑ کے دھن مبارک سے برف سے زیادہ سفید جھاگ ظاہر ہوئی۔ امام جوادؑ نے اس جھاگ کو چوسا۔ اس کے بعد حضرت رضاؑ نے اپنے گریبان میں ہاتھ ڈالا اور کنجشک کے مشابہ کوئی چیز نکال کر حضرت جوادؑ کو دی۔ آپ اسے منہ میں ڈال کر نگل گئے۔ بعدازیں حضرت امام رضاؑ دار فانی سے رحلت فرما گئے۔

حضرت جواد علیہ السلام نے فرمایا:

جاؤ! اسٹور سے تخت اور پانی لاؤ تاکہ میں اپنے بزرگوار کو غسل دوں۔

اباصلت کہتا ہے:

میں نے عرض کیا: اسٹور میں تخت اور پانی موجود نہیں ہے۔

آپؑ نے فرمایا: جو کچھ میں کہتا ہوں اس پر عمل کرو۔ جب میں اسٹور میں داخل ہوا تو وہاں پر تخت اور پانی موجود تھا۔ میں نے لا کر آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ میں نے اپنی قمیض کا دامن کمر کے ساتھ باندھا تاکہ امامؑ کو غسل دوں۔

آپ نے فرمایا: تم ایک طرف ہو جاؤ، اس کام میں میری مدد کرنے والا یہاں پر موجود ہے۔

دوبارہ فرمایا: اسٹور میں جاؤ وہاں پر ایک ٹوکری پڑی ہوئی ہے جس میں میرے والد بزرگوار کا کفن اور حنوط رکھا ہوا ہے۔ اسے لے آؤ۔

میں اسٹور میں داخل ہوا۔ وہاں پر ایک ٹوکری موجود پائی جو آج سے پہلے کبھی وہاں پر

نہ دیکھی تھی۔ وہ لا کر امامؑ کی خدمت میں پیش کی۔ آپ نے فوراً اپنے پدر بزرگوار کو کفن دیا، نماز جنازہ پڑھی۔

اس کے بعد فرمایا: تابوت لے آؤ۔

میں نے عرض کیا: کیا ترکھان کے پاس جاؤں اور اس سے تابوت بنوا کر لاؤں؟

آپؑ نے فرمایا: وہاں پر رکھا ہوا ہے۔

میں اسٹور میں گیا تابوت وہاں پر موجود تھا میں نے وہ تابوت لا کر آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ امام جواد علیہ السلام نے آپ کا جسد مبارک تابوت میں رکھا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ ابھی نماز ختم نہیں ہوئی تھی کہ آپ کا تابوت بلند ہونا شروع ہو گیا۔ چھت پھٹ گئی۔ تابوت وہاں سے نکل گیا۔

میں نے عرض کیا:

یابن رسول اللہ! اگر مامون نے آ کر مجھ سے امام رضاؑ کا مطالبہ کیا تو میں کیا کروں گا؟

آپ نے فرمایا: خاموش رہو...... ابھی واپس آ جائے گا۔ اگر کوئی پیغمبر مشرق میں رحلت فرمائے اور اس کا وصی مغرب میں دنیا سے رخصت ہو تو اللہ تعالیٰ ان کی ارواح اور جسموں کو آپس میں ملا دیتا ہے۔

ابھی امام جوادؑ کی گفتگو نہیں ہوئی تھی کہ دوبارہ چھت کھلی اور امام رضاؑ کا تابوت زمین پر نازل ہوا۔ آپ اپنی جگہ سے اٹھے، امامؑ کا پیکر مطہر تابوت سے نکال کر آپ کو بستر پر لٹا دیا۔ گویا یوں لگ رہا تھا کہ انہیں نہ غسل دیا گیا ہے اور نہ کفن کیا گیا ہے۔

اس کے بعد فرمایا: جاؤ! مامون کے لئے دروازہ کھول دو۔ اس دوران حضرت امام جواد علیہ السلام غائب ہو گئے۔

جونہی میں نے دروازہ کھولا، کیا دیکھتا ہوں کہ مامون اور اس کے غلام دروازے پر کھڑے ہیں۔ وہ گریہ وزاری کرتا ہوا گھر میں داخل ہوا۔ گریبان چاک کیا اور سر پیٹتے ہوئے

بلند آواز سے کہتا ہے:

آہ! میرے آقا و مولیٰ! آپ ہم سے بچھڑ گئے۔

حضرت رضاؑ کے بستر کے پاس بیٹھتے ہوئے حکم دیتا ہے کہ آپ کے غسل و کفن کی تیاری کی جائے اور قبر کھودی جائے۔

اباصلت کہتا ہے: جو کچھ حضرت رضاؑ نے فرمایا تھا: ہو بہو اسی طرح سے ہوا۔

مامون چاہتا تھا کہ اپنے باپ کی قبر کو علی بن موسیٰ الرضاؑ کا قبلہ بنائے۔

مامون کے ایک ساتھی نے کہا: کیا تم یہ نہیں کہتے تھے کہ یہ شخص امام ہیں؟

مامون کہتا ہے: کیوں نہیں؟

اس نے کہا: پھر ان کی قبر تمہارے باپ کی قبر کے آگے ہونی چاہیے۔

مامون نے حکم دیا کہ امام رضاؑ کی قبر قبلہ کی طرف کھودی جائے۔

اباصلت کہتا ہے:

میں نے کہا: آپ نے مجھے فرمایا تھا کہ میری قبر سیڑھیوں تک نیچے کھودی جائے اور اسے درمیان سے کھولا جائے۔

مامون نے کہا: جتنی گہری اباصلت کہہ رہا ہے کھودیں، لیکن ہم لحد بنائیں گے۔ درمیان سے نہیں کھولیں گے۔

مامون نے آپ کی قبر میں جب پانی اور چھوٹی چھوٹی مچھلیاں دیکھیں تو کہتا ہے:

حضرت رضاؑ نے جس طرح سے اپنی حیات میں عجائبات سے ہمیں بہرہ مند فرمایا اسی طرح دنیا سے رخصت ہونے کے بعد بھی ان سے عجائبات ظہور پذیر ہو رہے ہیں۔

مامون کے وزیر نے کہا:

کیا تمہیں معلوم ہے کہ ان عجائبات کو دکھانے کا مقصد کیا ہے؟

مامون نے کہا: مجھے تو کچھ بھی معلوم نہیں ہے

وزیر نے کہا: تمہیں یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ آپ بنی عباس کا طولانی اقتدار وسلطنت ان چھوٹی چھوٹی مچھلیوں کی طرح ہے۔ چنانچہ جب تمہاری حکومت ہونے کو ہو گی تو اللہ تعالیٰ ایک شخص کو تمہارے اوپر مسلط فرمائے گا جو تمہارے اقتدار کو نابود کر دے گا۔

مامون کہتا ہے: آپ نے سچ کہا ہے۔

اباصلت کہتا ہے:

اس وقت مامون نے مجھے کہا: وہ دعا جو تم نے پڑھی ہے مجھے بھی تعلیم دو۔ میں نے قسم کھائی کہ ابھی اور اسی وقت بھول گیا ہوں۔ سچ بھول رہا ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے۔

اس کے بعد مامون نے حکم دیا: کہ مجھے (اباصلت) زندان میں بند کر دیا جائے۔

میں نے ایک سال کا طولانی عرصہ زندان میں گذارا۔ ایک رات کو اٹھا دعا پڑھی اور خدا کو محمد و آل محمد علیہم السلام کا واسطہ دیا کہ مجھے اس زندان سے رہائی عطا فرما۔

ابھی دعا کے الفاظ ختم نہیں ہوئے تھے کہ امام جوادؑ اندر داخل ہوئے اور فرمایا: ایسے لگتا ہے جیسے یہاں پر تمہارا دل بہت تنگ ہو گیا ہے۔

میں نے کہا: خدا کی قسم! ایسا ہی ہے۔

امام جواد علیہ السلام نے فرمایا:

اپنی جگہ سے اٹھو! اس کے زندان کا تالا کھولا اور مجھے ہاتھ سے پکڑ کر زندان سے باہر لے آئے، حالانکہ زندان کے نگہبان اور سپاہی مجھے دیکھ رہے تھے لیکن کسی میں یہ جرأت نہ ہوئی کہ مجھے روکتا۔ اس کے بعد آنحضرت نے مجھے فرمایا:

جاؤ! تم خدا کی حفظ وامان میں ہو۔ آج کے بعد نہ مامون تمہیں دیکھ سکے گا اور نہ تو مامون کو مل سکے گا۔

اباصلت کہتا ہے: جیسا کہ حضرت نے فرمایا تھا: آج تک میں مامون کے شر سے محفوظ ہوں۔

البتہ یہ واقعہ ہرثمہ سے بھی نقل ہوا ہے۔ وہ کہتا ہے:

حضرت رضاؑ کو غسل دینے کے لئے خیمہ لگایا گیا۔ وہاں سے تسبیح و تحلیل اور پانی ڈالنے کی آوازیں سنائی دیتی تھیں، لیکن وہ اشخاص نظر نہیں آتے تھے۔

اس واقعہ کو دیکھنے کے بعد مامون نے مجھے اپنے پاس بلایا اور کہا: تجھے خدا کی قسم! سچ سچ بتا کہ تم نے حضرت رضاؑ سے کیا کچھ سنا ہے؟

میں نے پوچھا: آپ کس بارے میں پوچھنا چاہتے ہو؟

اس نے کہا: کیا کوئی اور راز بھی تمہیں بتایا ہے؟

میں نے کہا: انار اور انگور والا واقعہ بھی حضرت نے مجھے بتایا تھا۔ یہ سنتے ہی مامون کا رنگ اڑ گیا۔ اس کے چہرے پر کئی رنگ آتے اور کئی جاتے تھے۔ اسی دوران بے ہوش ہو گیا۔ بے ہوشی کے عالم میں کہتا ہے:

''ہائے افسوس! پیغمبر اکرم کو کیا جواب دوں گا؟''

اسی طرح سے ایک ایک کر کے تمام آئمہ کا ذکر کرتا رہا۔

آخر میں کہا:

وَيْلٌ لِلْمَامُوْنِ مِنْ عَلِيِّ بْنِ مُوْسَى الرِّضَا عليه السلام.

''ہلاکت ہے مامون کے لئے میں حضرت رضاؑ کو کیا جواب دوں گا؟''

وہ ابھی تک ہوش میں نہیں آیا تھا کہ میں وہاں سے چلا گیا۔

جب وہ واپس ہوش میں آیا تو مجھے بلا کر کہا: اگر کسی اور نے تجھ سے یہ بات سن لی تو وہ تمہاری زندگی کا آخری دن ہوگا۔

''تم میرے نزدیک حضرت رضا علیہ السلام کی نسبت زیادہ لائق احترام نہیں ہو۔ میں نے قسم کھا کر اس کے ساتھ وعدہ کیا کہ کسی اور کو بالکل نہیں بتاؤں

گا۔“

یاسر کہتا ہے: حضرت رضاؑ نے اپنی رحلت کے آخری دن مجھے فرمایا تھا:

یاسر! کیا غلاموں اور کنیزوں نے کھانا کھالیا؟

میں نے عرض کیا: آپ کی حالت دیکھ کر وہ کیسے کھانا کھائیں گے؟

آپ نے حکم دیا:

دستر خوان لگایا جائے اور تمام غلاموں سے کہا دستر خوان پر حاضر ہو جائیں۔ جب سب حاضر ہو گئے تو یَتَفَقَّدُ وَاحِدًا وَاحِدًا. آپ نے ایک ایک کر کے سب کا حال دریافت فرمایا۔

جب سب مرد کھانا کھا چکے تو آپ نے حکم دیا کہ اب کنیزوں کے لئے دستر خوان لگایا جائے اور ان کے لئے کھانا لایا جائے۔ جب سب کھانا تناول کر چکے تو آپ بے ہوش ہو گئے۔ اسی دوران امام علیہ السلام کے گھر سے نالہ وگریہ کی آوازیں بلند ہوئیں۔

مامون کی کنیزیں اور عورتیں سروپا برہنہ آپ کے گھر میں داخل ہوئیں درحالانکہ مامون اپنی داڑھی کو پکڑے ہوئے امامؑ کی بالین کے پاس کھڑا رو رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت رضاؑ ہوش میں آئے اور آنکھیں کھولیں۔

ثُمَّ قَالَ اَحْسِنْ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ مُعَاشِرَةَ اَبِیْ جَعْفَرٍ فَاِنَّ عُمْرَکَ وَعُمْرَهُ هٰکَذَا وَجَمَعَ بَیْنَ سَبَّابَتَیْهِ.

”آپ نے فرمایا: یا امیر المومنین! میرے فرزند کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا تم دونوں کی زندگیاں میری ان دو انگلیوں کی طرح جڑی ہوئی ہیں۔ انہوں نے شہادت کی دونوں انگلیاں آپس میں ملائیں۔ پس اسی رات آپ دنیا سے رخصت ہو گئے۔“

لوگ علی الصبح اکٹھے ہو گئے اور فریاد کر رہے تھے کہ مامون نے حیلہ وفریب سے فرزند پیغمبرؐ حضرت علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کو قتل کر دیا ہے۔

یہ صورتحال دیکھ کر مامون کو خطرہ لاحق ہو گیا کہ کہیں ایسا نہ ہو تو س فتنہ وفساد کی لپیٹ میں آ جائے۔ اس نے آپ کے چچا محمد بن جعفر بن محمد (جسے مامون نے پناہ دے رکھی تھی) سے کہا: جا کر لوگوں میں اعلان کر دیں کہ حضرت رضاؑ کا جنازہ آج نہیں اٹھایا جائے گا۔ اس موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے اس نے آپ کو رات کو غسل وکفن کیا اور سپرد خاک کر دیا۔

شیخ مفید لکھتے ہیں:

ایک روز حضرت رضاؑ نے مامون کے ساتھ کھانا کھایا۔ جس کی وجہ سے مریض ہو گئے۔ ادھر سے مامون نے اپنے آپ کو مریض بنا لیا۔ (ارشاد شیخ مفید، ص ۲۸۸)

عبداللہ بشیر کہتا ہے:

مامون نے مجھے حکم دیا کہ میں اپنے ناخن بڑھاؤں لیکن کسی کو اس بات کا پتہ نہ چلے۔ میں نے اس کے حکم کی اطاعت کی اور ناخن بڑھائے۔

مامون نے ایک روز مجھے بلایا اور تمر ہندی کی مانند کوئی چیز مجھے دی اور کہا: اسے اپنے ہاتھوں اور ناخنوں کے ساتھ ملو۔ میں نے ایسا ہی کیا۔

اس نے مجھے کہا: اس وقت اتنا ہی کافی ہے۔ حضرت رضاؑ کی خدمت میں گیا احوال پرسی کی۔

آپ نے فرمایا: امید ہے کہ حالت بہتر ہو جائے گی۔

مامون نے کہا: اللہ کا شکر ہے کہ آپ پہلے کی نسبت کافی بہتر ہیں۔

اس نے پوچھا: کیا آج حکیم آپ کا معائنہ کرنے آیا ہے؟

آپ نے فرمایا: نہیں۔

غصے کی حالت میں چیخا۔ اپنے غلاموں کو بلایا اور حکم دیا کہ انار کا پانی نکالا جائے۔

مامون نے عبداللہ بشیر سے کہا: جاؤ! جا کر انار لاؤ اور اپنے ہاتھوں سے ان کا پانی نکالو۔

عبداللہ کہتا ہے:

میں نے ایسا ہی کیا۔ مامون نے انار کا پانی مجھ سے لے لیا اور اپنے ہاتھوں سے حضرت رضاؑ کو بلایا۔ اس واقعہ کے دو روز بعد امام علیہ السلام اس دنیا فانی سے رخصت ہو گئے۔ آپؑ کی وفات کی علت بھی یہی انار کا پانی ہے۔

# سیر و سفر کی اہمیت

سیر وسفر یعنی ایک جگہ سے دوسری جگہ آنا جانا۔ ایک ایسی اجتماعی سنت ہے کہ جس کی حقیقت کا اعتراف پوری دنیا کرتی ہے۔ اس کا انکار حماقت ہے۔ وہ بشر جو ابھی تک کرہ ارض پر موجود براعظموں کی چھان ٹھیک نہیں کر سکا جستجو اور قدرت طلبی کا احساس اسے دوسرے کرات کی چھان پھٹک کے لئے برانگیختہ کرتا ہے۔

سفر ایک ایسی رسم ہے جس کا سابقہ بہت طولانی ہے۔ اس کی تاریخ کا آغاز حضرت آدم ابوالبشرؑ اور بی بی حواؑ کے سفر سے ہوتا ہے۔ اس کے شرعی واخلاقی آداب وسنت بہت زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔ اس کے بعض فوائد ان اشعار میں ذکر ہوئے ہیں جو مولانا امیر المومنین علیہ السلام کی طرف منسوب ہیں۔

وَسَافِرْ فَفِی الْاَسْفَارِ خَمْسُ فَوَائِدَ

تَغَرِّبُ عَنِ الْاَوْطَانِ فِی طَلَبِ الْعُلٰی

تُفَرِّجُ هَمٍّ وَاکْتِسَابُ مَعِیشَةٍ

وَعِلْمٌ وَ آدَابٌ وَصُحْبَةُ مَاجِدٍ

فَاِنْ قِیلَ فِی الْاَسْفَارِ ذُلٌّ وَمِحْنَةٌ

وَقَطْعُ الْفَیَافِی وَ ارْتِکَابُ الشَّدَائِدِ

فَمَوْتُ الْفَتٰی خَیْرٌ لَهُ مِنْ قِیَامِهِ

## بدارهوان بین واش وخابد

تاج نیشاپوری نے ان اشعار کے معنی فارسی میں یوں نظم کئے ہیں۔

امیر المومنین، میر مجاہد
چنین فرمود مسافر للفوائد
سفر بینا کند مرد خرد را
نمایدھم بہ الیشان نیک و بدرا
ہر آن کس بیشتر کب سفر کرد
مسلم بیشتر کب خبر کرد
وعلمناہ تاویل الاحادیث
زیمن این سفر شد این مواریث
ید بیضا بہ موسیٰ از سفر شد
خضر راہ را راہبر شد

فارسی ابیات کا ترجمہ کچھ یوں ہے۔

''مجاہدین امیر وسردار امیر المومنینؑ فرماتے ہیں: فوائد حاصل کرنے کے لئے مسافرت اختیار کرو، سفر سے عقل مند انسان بہت کچھ سیکھتا ہے اچھے اور برے کی پہچان اس کے ساتھ سفر کرنے سے ہوتی ہے۔

جو شخص بھی زیادہ سفر کرتا ہے مسلم بات ہے کہ اس کے پاس معلومات زیادہ ہوتی ہیں۔ احادیث کی تفصیلات ہم نے سفر سے سیکھی ہیں۔ یہ سفر ہماری میراث بن گیا ہے۔ حضرت موسیٰؑ کو ید بیضا (یعنی معجزہ نما ہاتھ) اس سفر کے ذریعے عطا ہوا۔ حضرت خضر علیہ السلام اسی راستے سے ہی ان کے

رہبر ورہنما ہو گئے۔"

آزاد ہمدانی سفر کے بارے میں یوں کہتا ہے:

مرد تا پختہ شود زیر و زبر دارد
سنگ تا لال شود خون جگرھا دارد
ما بہ سر منزل مقصود رسیدیم ہنوز
مدعی بر سر این راہ اگرھا دارد

حضرت امام علی علیہ السلام کے اشعار کی وضاحت کچھ یوں ہے:

"بزرگی ومقام اور طلب معیشت کے لئے وطن سے دور کہیں مسافرت کرو، کیونکہ سفر کے پانچ فوائد ہیں۔ سفر کرنے سے غم واندوہ زائل ہوتا ہے، معاشی حالت بہتر ہوتی ہے۔ علم و دانائی کے لئے سفر کرنا چاہیے۔ سفر سے زندگی گذارنے کے آداب حاصل ہوتے ہیں اور بزرگوں کی صحبت میسر آتی ہے چنانچہ اگر یہ کہا جائے کہ سفر زحمات ومشکلات ہیں تو یہ کہنا چاہیے کہ گھر میں بیٹھ کر حاسدوں اور بدخواہوں کے درمیان زندگی گذارنا مرد کے لئے موت سے بہتر ہے۔"

بہ سفر پختہ شودٔ مرد ہنرٔ مند آزاد
تا ہلالی بشود بدر سفر ھا دارد

"ہنر مند اور آزاد شخص کے لئے سفر پختگی کا باعث ہلال (یعنی پہلی رات کے چاند) کو بدر (یعنی چودھویں رات کا چاند) بننے کے لئے کتنی منزلوں کا سفر طے کرنا پڑتا ہے۔"

روح وروحانی اور دینی واخلاقی لحاظ سے سفر کے بہت زیادہ فوائد ہیں۔

سیر وسفر کو فقط آب وہوا کی تبدیلی اور تفریحی نقطہ نظر نہیں دیکھنا چاہیے، بلکہ سفر کو پرورش روح، عقل وفکر کی تکمیل اور زندگی کا ہدف معلوم کرنے کا ایک ذریعہ سمجھنا چاہیے۔

ای بساکس رفتہ در شام و عراق

او ندیدہ ہیچ جز کفر و نفاق

وی بساکس رفتہ ترکستان و چین

او ندیدہ ہیچ جز مکر و کین

''وہ لوگ جنہوں نے شام وعراق کا سفر کیا ہے انہوں نے وہاں کفر ونفاق کے علاوہ کچھ نہیں دیکھا۔

جنہوں نے ترکستان اور چین کا سفر کیا ہے انہوں نے وہاں پر مکر وکینہ کے علاوہ کچھ نہیں دیکھا۔''

یہاں پر ہم پیغمبر اسلام کی نظر میں سفر کے اہداف وضاحت سے بیان کرتے ہیں، تاکہ سیر وسفر کو ان اہداف کو حاصل کرنے کا ایک ذریعہ سمجھیں۔

قَالَ الصَّادِقُ مَنْ ابَائِہٖ فِی وَصِیَّۃِ النَّبِیِّ لِعَلِیٍّ علیہ السلام

قَالَ: یَا عَلِیُّ! لا یَنْبَغِی لِلرَّجُلِ الْعَاقِلِ اَنْ یَکُوْنَ ظَاعِنًا اِلَّا فِیْ ثَلاثٍ: مُرَمَّۃٍ لِمَعَاشٍ، اَوْ تَزَوُّدٍ لِمَعَادٍ، اَوْلَذَّۃٍ فِی غَیْرِ مُحَرَّمٍ......

اِلٰی اَنْ قَالَ: یَا عَلِیُّ! سِرْ سَنَتَیْنِ بِرَّ وَالِدَیْکَ سِرْ سَنَۃً صِلْ رَحِمَکَ. سِرْمِیْلاً عُدْ مَرِیْضًا سِرْ مِیْلَیْنِ شَیِّعْ جَنَازَۃً سِرْ ثَلاثَۃَ اَمْیَالٍ اَجِبْ دَعْوَۃً وَ سِرْ اَرْبَعَۃَ اَمْیَالٍ زُرْ اَخًا فِی اللّٰہِ وَسِرْ خَمْسَۃَ اَمْیَالٍ اَجِبِ الْمَلْھُوْفَ وَسِرْ سِتَّۃَ اَمْیَالٍ انْصُرِ الْمَظْلُوْمَ وَعَلَیْکَ بِالْاِسْتِغْفَارِ.

''امام صادق علیہ السلام اپنے پدر بزرگوار سے پیغمبر اکرم کی وہ وصیت نقل

کرتے ہیں جو آپؐ نے امیر المومنین علی علیہ السلام کو فرمائی تھی کہ یا علیؑ!
عاقل شخص صرف تین اہداف کی خاطر سفر کرتا ہے:

* معاشی حالت بہتر بنانے کے لئے
* قیامت کے لئے زاد راہ حاصل کرنے کے لئے
* لذت اٹھانے کی خاطر، البتہ حرام طریقے سے نہیں

شرعی اہداف کے لئے ابعاد سفر کی یوں وضاحت فرماتے ہیں:
''ان اہداف تک پہنچنے کے لئے اگرچہ سفر بہت طولانی ہی کیوں نہ طے کرنا پڑے پھر بھی اس کی قدر و قیمت ہے۔

آپ نے فرمایا:

''والدین کی زیارت اور ان کا دل جیتنے کے لئے دو سال کا سفر طے کرو، رشتہ داروں سے میل ملاقات اور صلہ رحمی کے لئے ایک سال کا سفر طے کرو، مریض کی عیادت کے لئے اگر ایک میل سفر کرنا پڑے تو کرو، تشییع جنازہ کے لئے دو میل تک سفر کی مشکلات برداشت کرو، اپنے مومن بھائی کے دیدار کے لئے چار میل سفر طے کرو، کسی کو مشکل سے نجات دلانے کے لئے پانچ میل کا سفر طے کرو، مظلوم کی دادرسی کے لئے چھ میل تک سفر کرو۔ اتنا کچھ کرنے کے باوجود ہمیشہ استغفار کرتے رہو۔''

سفر کی جتنی بھی جہات ذکر ہوئی ہیں یہ اس صورت میں لائق تحسین ہیں جب انسان کے دین کو ضرر نہ پہنچے۔ حدیث اربعماہ میں امیر المومنین علی علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

لَا یَخْرُجُ الرَّجُلُ فِیْ سَفَرٍ یُخَافُ مِنْهُ عَلٰی دِیْنِهٖ وَصَلٰوتِهٖ.

(وسائل الشیعہ، ج ۸، ص ۲۴۹)

''انسان کو اس سفر پر نہیں جانا چاہیے جس سے دین اور نماز کو ضرر کا خطرہ ہو۔''

سفر کا ایک فائدہ بدن کی سلامتی ہے، جو انسان کے لئے روحی سکون کا موجب ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

سَافِرُوْا تَصِحُّوْا وَجَاهِدُوْا تَغْنَمُوْا وَحُجُّوْا تَسْتَغْنُوْا.

''سفر اختیار کرو تا کہ تمہارا بدن سلامت رہے، جہاد کرو تا کہ دنیا و آخرت کی غنیمت تمہیں ملے۔ حج کرو تا کہ مستغنی و بے نیاز ہو جاؤ۔''

شرح مقدس اسلام نے انسان کو سفر کرنے کی ترغیب دلائی ہے تا کہ تنگدستی اور مالی بحران کا شکار نہ ہو۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس بارے میں ارشاد پاک ہے:

إِذَا أَعْسَرَ أَحَدُكُمْ فَلْيَخْرُجْ وَلَا يَغُمَّ نَفْسَهُ وَأَهْلَهُ.

(مستدرک الوسائل، ج ۸، ص ۱۱۵)

''جب آپ میں سے کوئی تنگ دستی کا شکار ہو جائے تو وہ سفر کرے اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو غمگین نہ کرے''

علم وفضل حاصل کرنے کی خاطر سیر و سفر بہت اہم ہے۔ علم کی تلاش کے لئے قدیم سے اسی راستے کو منتخب کیا گیا ہے۔ شیعہ عالم دین شیخ بہاء الدین عاملی اور سنی علماء جار اللہ زمخشری کو اس لحاظ سے امتیاز حاصل ہے۔

محدث قمی رضوان اللہ علیہ کتاب ''احوالُ المطیع اللہ'' کے صفحہ ۳۰۹ پر اسماعیل بن حماد جوہری (جو صحاح اللغہ کے مؤلف، لغت عرب کے استاد تر کی شہر فاراب کے رہنے والے ایک عجوبہ روزگار تھے) کے بارے میں نقل کرتے ہیں کہ جوہری خوشخطی میں بے نظیر تھا۔ اسے ابن مقلہ کے ہم پلہ خیال کیا جاتا تھا۔ انہوں نے علم کے لئے مسلسل صحرا و بیابان کے

سفر کیے۔ وہ شام وعراق سے ہوتے ہوئے خراسان آیا۔ نیشاپور میں قیام فرمایا اور زندگی کے آخری لمحات تک ادھر رہا۔

ظہور اسلام سے قبل رسول اکرمؐ کے تجارتی سفر اور اعلان اسلام کے بعد آپ کے بابرکت تبلیغی سفر (مثلاً: مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت) کا بطور خاص ذکر کیا جا سکتا ہے۔

آپؐ کے یہ سفر دین اسلام کے پھیلنے اور اس کی حفاظت کا موجب بنے اور اسی ذریعے سے دنیا کے گوشے گوشے میں اسلام کا پیغام پہنچایا۔

حضرت ابراہیمؑ کا فلسطین سے مکہ کی طرف سفر اس بات کا موجب بنا کہ دنیا کے نقشے میں مکہ جیسا شہر نمایاں ہوا اور خانہ خدا بنا۔ اس کے فیض سے دنیا قیامت تک مستفید ہوتی رہے گی۔

حضرت رسول اکرمؐ فرماتے ہیں: ''سفر میں بہت زیادہ تکالیف اور مصیبتیں جھیلنا پڑتی ہیں۔''

اسی وجہ سے فرمایا:

اَلسَّفَرُ قِطْعَةٌ مِنَ السَّقَرِ.

''سفر جہنم کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہے۔''

لیکن علمی گتھیاں سلجھانے کے لئے سفر کی مشکلات کو برداشت کرو، اس بناء پر ایک مسافر کے لئے ضروری ہے کہ وہ سفر کے اجتماعی، اخلاقی اور شرعی آداب وسنن کا مطالعہ کرے تاکہ مقصود اور ہدف کو حاصل کر سکے۔

## سفر کے آداب وسنن

آداب وسنن جن کا ذکر ہم یہاں پر کرنے جا رہے ہیں اگرچہ یہ تجارتی، سیاحتی، حج اور تعلیم وغیرہ کے سفروں کے لئے بھی قابل استفادہ ہیں لیکن چونکہ یہ کتاب حضرت امام ہشتم

کے زائرین کی ضروریات کو پیش نظر رکھتے ہوئے لکھی جارہی ہے لہٰذا اس میں زیادتی جہت کو زیادہ سے زیادہ ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے۔ اس بناء پر زیادتی سفر کے لئے زائرین کرام کو ایسا ہدف معین کرنا چاہیے جو اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کا موجب بنے۔ ورنہ زیارت کے ثواب سے محروم رہ جائے گا لیکن دوسرے سفروں تجارتی، سیاحتی اور تعلیمی وغیرہ کے نتائج سے بہرہ مند ہوگا۔

گاو در بغداد آید ناگہاں
بگذرد ازاین سر آن تا آن سر آن
ازہمہ عیش و خوشیہا ومزہ
او نبیند جز قشر خربزہ

''گائے جب اچانک بغداد یعنی شہر میں آجاتی ہے اور ادھر سے اُدھر مارے مارے پھرتی ہے اس کی تمام خوشی، عیش اور مزہ صرف خربوزے کے چھلکوں میں ہے۔''

پس حضرت امام رضا علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہونے کے لئے سب سے پہلی شرط نیت خالص ہے۔

نقل کرتے ہیں: مرحوم راشد کے والد بزرگوار آقا شیخ عباس تربتی ایک دفعہ مشہد جا رہے تھے تو ان کی بیوی نے کہا: جب واپس آؤ تو میرے لئے ایک جوتا لیتے آنا۔ وہ مشہد گئے اور اگلے دن جوتا لے کر واپس آگئے۔

ان سے پوچھا: جناب آقا شیخ اتنی جلدی واپس کیوں آگئے ہیں آپ زیارت کے لئے چند دن بھی نہیں رکے؟

انہوں نے جواب دیا: کہ میں جوتے خریدنے کے لئے گیا تھا وہ لے کر آگیا ہوں۔ اب زیارت سے مشرف ہونے کے لئے جارہا ہوں لہٰذا کچھ وہاں پر قیام کروں گا۔

آج اس سفر پر توجہ دینے کی زیادہ ضرورت ہے، کیونکہ وہ حضرات جو مکہ، مدینہ یا شام کی زیارت کے لئے تشریف لے جارہے ہیں ان کا بیشتر وقت خرید وفروش میں گذرتا ہے۔

حاجی حضرات جب مکہ سے واپس تشریف لاتے ہیں تو ان کی فریج یا رنگین ٹیلی ویژن کے ڈبہ پر بڑے جلی حروف میں لکھا ہوتا ہے:

مقصود من از کعبہ و بتخانہ توئی تو

مقصود توئی کعبہ و بتخانہ بھانہ

اس بناء پر زائرین کو زیارتی سفر میں چند ایک اہداف کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔

* نیت فقط خوشنودی پروردگار کے لیے ہونی چاہیے

* شوق واشتیاق

* ہدف ومقصد کی تعیین

* نفس کا محاسبہ کرنا چاہیے۔ مسلسل اپنے آپ سے سوال کرنا چاہیے کہ کس مقصد کو پانے کے لئے سفر کر رہے ہو۔ جس ہدف ومقصد کے لئے جا رہے ہو وہ اس کی شخصیت کے ساتھ سازگار بھی ہے یا نہیں؟

بطور کلی اس بات کو ذہن نشین کرلیں کہ جتنے بھی شرعی سفر ہیں ان میں سب سے پہلی شرط خلوص نیت ہے۔ ''ری'' سے دو شخص ''مرو'' میں حضرت امام رضاؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے حالانکہ دونوں ایک ہی شہر سے رخصت ہوئے دونون کا مقصد اور روانگی کا وقت بھی ایک تھا۔

انہوں نے آپ سے پوچھا: سفر میں ہماری نماز پوری ہے یا قصر؟

آپؑ نے جواب میں فرمایا: تو نماز قصر بجالا اور دوسرے سے کہا تم پوری پڑھو۔

انہوں نے حیران ہو کر پوچھا: کیوں؟

آپ نے فرمایا:

تم میری زیارت کے لئے تشریف لائے ہو تمہارا سفر مشروع ہے، لہٰذا تمہاری نماز قصر ہے لیکن وہ شخص مامون کی زیارت کے لئے آیا ہے اس کا سفر حرام کے لئے ہے، لہٰذا اسے نماز پوری پڑھنی ہوگی۔

کیوان اپنے سفرنامے میں لکھتا ہے:

گذشتہ زمانے میں قزوین میں یہ رواج تھا کہ جو شخص بھی حج پر جاتا تھا اگرچہ وہ ایک دفعہ گیا ہے تو ایک بورڈ لکھ کر آویزاں کرتا اگر دو مرتبہ گیا ہوتا تو دو بورڈ اس کے دروازے پر لگے ہوتے تھے۔

وہ کہتا ہے: میں چشم دید گواہ ہوں کہ ایک دروازے پر چار عدد بورڈ آویزاں تھے۔ قزوین میں بارہ ہزار گھر آباد تھے ان میں سے دو ہزار گھروں پر دو دو تین تین بورڈ لگے ہوئے تھے۔

## دوسری شرط مال حلال ہے

چونکہ ہر مسافر یا انسان کی زندگی کا دارومدار مالی واقتصادی حالات سے وابستہ ہے لہٰذا سفر زیارت کے لئے مال کا پاک اور حلال ہونا شرط ہے۔

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

جو شخص چار ذرائع سے مال و دولت ہتھیاتا ہے۔ اسے راہ خیر میں خرچ نہیں کرسکتا ہے۔

* سودخواری کے ذریعے سے۔
* خیانت کے ذریعے سے۔ وہ جیسے بھی ہو کسی شخص کے ساتھ کی جائے یا پوری قوم کے ساتھ۔
* غش یعنی سستی چیز کو مہنگی چیز کے ساتھ ملا کر بیچنا۔

- چوری کے ذریعے۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے۔ ایک شخص امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے اور کہتا ہے میں فلاں گورنر کا رشتہ دار ہوں۔ ان کے ساتھ تعلق سے سوء استفادہ کرتے ہوئے میں نے بہت زیادہ مال و منال اکٹھا کیا ہے لیکن اسے اچھے کاموں مثلاً صلہ رحمی، مساکین کو کھانا کھلانے اور حج جیسے امور میں خرچ کرتا ہوں۔ میرا یہ کام ہے؟ امامؑ نے فرمایا:

اِنَّ الْخَطِیْئَۃَ لَا تُکَفِّرُ الْخَطِیْئَۃَ.

''غلط کام سے کوئی استفادہ نہیں ہوسکتا۔''

## تیسری شرط

دوسروں کے حقوق کی ادائیگی یا ان کی رضایت۔

صفوان بن یحییٰ کے بارے میں نقل کرتے ہیں کہ وہ روزانہ (153) رکعت نماز پڑھا کرتا تھا کیونکہ اس نے اپنے دو مذہبی بھائیوں ''عبداللہ بن جندب'' اور علی بن نعمان سے وعدہ کیا تھا کہ ہم میں سے جو پہلے دنیا سے رحلت کر جائے گا اس کی نماز زندہ رہنے والے پڑھیں گے وہ دونوں دنیا سے رخصت ہو گئے اور یہ زندہ رہا۔ وہ اپنے وعدہ کو پورا کرنے کے لئے روزانہ 153 نمازیں پڑھا کرتا تھا۔

صفوان نے ایک دن سفر کرنے کے لئے اونٹ کسی سے کرایہ پر لیا۔ اس کے ایک دوست نے اس کے پاس دو دینار بطور امانت دیئے کہ یہ دینار میرے گھر والوں کو دے دینا، لیکن جب تک صاحب شتر سے اجازت نہ لے چکا ان دو دیناروں کو اپنے سامان میں نہیں رکھا۔

مولی احمد اردبیلی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ انہوں نے مسافرت کے لئے ایک سواری کرائے پر لی جب جانے لگے تو کسی شخص نے آپ کو ایک پیکٹ دیا کہ یہ نجف اشرف

میں فلاں شخص کو دے دینا۔ جب سفر پر روانہ ہونے لگے سواری کا مالک موجود نہیں تھا کہ اس سے اجازت لے لیتے اور اس لفافے کو اپنے سامان کے ساتھ اس سواری پر لاد لیتے۔ آپ نے پورا سفر لفافہ اپنے پاس رکھ کر پیدل کیا۔ اس طرح سے انہوں نے اپنے دینی بھائی کی خواہش کو رد نہیں کیا اور دوسروں کے حقوق کی رعایت کی ہے۔

عبدالرحمٰن بن سیابہ نقل کرتا ہے کہ میرا باپ دنیا سے رخصت ہو چکا تھا۔ ان کے دوست میرے پاس آئے۔ تسلیت کرنے کے بعد پوچھتے ہیں کہ تمہارے والد محترم نے تمہارے لئے کوئی ارث وغیرہ چھوڑی ہے؟

میں نے کہا: کچھ نہیں چھوڑا ہے۔

یہ سننے کے بعد انہوں نے مجھے ایک تھیلی دی جس میں ایک ہزار درہم تھے اور کہا: ان پیسوں سے کاروبار کرو اور بچت سے استفادہ کرو۔

میں نے یہ واقعہ اپنی والدہ محترمہ کے گوش گذار کیا۔ ان کی ہدایت کے مطابق اپنے والد گرامی کے دوستوں کے پاس گیا۔ انہوں نے مجھے کچھ کپڑا خرید کر دیا جو میں نے دکان میں بیچنا شروع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس طرح سے میری روزی کا بہانہ بنایا۔

حج کا موسم تھا۔ مجھے الہام ہوا کہ میں مکہ جاؤں۔ میں اپنی والدہ کے پاس گیا اور ان کی خدمت میں اپنے ارادے کا اظہار کیا۔ جب میری ماں کو میرے بارے میں علم ہوا تو اس نے کہا: بیٹا پہلے فلاں شخص کا ادھار واپس کرو۔ میں اس شخص کے پاس گیا اور اس کی رقم واپس کردی۔ اس نے سوچا شاید یہ کم رقم ہے اسے کہتا ہے: اگر یہ پیسے کاروبار کے لئے تھوڑے ہیں تو میں تمہیں اور دیتا ہوں۔

ابن سیابہ نے کہا: چونکہ میں حج پر جا رہا ہوں اس لئے سوچا کہ آپ کے پیسے واپس کر دوں۔

میں مکہ گیا اعمال حج بجا لانے کے بعد وہاں سے مدینہ چلا گیا۔ میں اپنے کچھ دوستوں

کے ساتھ امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں چونکہ کم عمر نوجوان تھا اس لئے سب سے پیچھے بیٹھ گیا۔

وہاں پر حاضرین میں سے ایک امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کرتا ہے اور جواب سن کر اٹھ جاتا۔

جب لوگوں کی بھیڑ کم ہوئی تو ارشاد کے ذریعے مجھے اپنے پاس بلایا۔ میں ان کے پاس گیا تو انہوں نے مجھ سے فرمایا: کیا کوئی کام ہے؟

میں نے کہا: آپ پر قربان جاؤں میں عبدالرحمٰن بن سیابہ ہوں۔ انہوں نے میرے والد محترم کے بارے میں پوچھا:

میں نے کہا: وہ دنیا سے چل بسے ہیں۔ یہ سنتے ہی آپؑ مغموم ہوئے اور مغفرت طلب فرمائی۔

پھر آپؑ نے پوچھا: کیا انہوں نے تمہارے لئے کوئی ارث چھوڑی ہے؟

میں نے کہا: نہیں۔

آپ نے فرمایا: اچھے موقع پر پہنچے ہو۔ میں نے اس شخص کا سارا واقعہ سنایا۔ ابھی میری بات ختم نہیں ہوئی تھی کہ امامؑ نے فرمایا:

وہ ہزار درہم کدھر رکھا ہے؟

میں نے کہا: صاحب مال کو واپس کر دیے ہیں۔

**فَقَالَ لِی قَدْ اَحْسَنْتَ.**

”آپ نے فرمایا: تم نے بہت اچھا کام کیا ہے؟

اس کے بعد فرمایا: اگر تم راضی ہو تو تمہیں ایک حکم دیتا ہوں؟

میں نے کہا: ٹھیک ہے مولیٰ۔ آپ پر قربان جاؤں۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا:

عَلَيْکَ بِصِدْقِ الْحَدِيْثِ وَاَدَاءِ الْاَمَانَةِ تُشْرِکَ النَّاسَ فِی

اَمْوَالِهِم هٰكَذَا جَمَعَ بَيْنَ اَصَابِعِهِ.

''ہمیشہ سچ بولو! اور دوسروں کی امانت انہیں واپس لوٹاؤ تاکہ اس طرح سے لوگوں کے اموال میں شریک ہو جاؤ۔ اس کے بعد اپنے ہاتھ کی دونوں انگلیاں اکٹھی کیں۔'' میں نے امامؑ کے حکم پر عمل کیا۔ اس طرح سے میں تیس ہزار درہم کا مالک بن گیا۔

## چوتھی شرط

### وصیت نامہ

انسان کو اپنا وصیت نامہ ہمیشہ لکھ کر اپنے پاس رکھنا چاہیے خاص کر جب کسی سفر کا ارادہ ہو تو ضرور لکھیں۔ ابی عبداللہ علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ رَکِبَ رَاحِلَةً فَلْيُوْصِ.

''جو کوئی بھی جب سفر پر جانے کے لئے سواری پر سوار ہو پس وہ ضرور وصیت کرے۔''

## پانچویں شرط

### ناراض دوستوں اور رشتہ داروں کو راضی کرنا

قَالَ النَّبِیُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ!

حَقٌّ عَلَی الْمُسْلِمِ اِذَا اَرَادَ سَفَرًا اَنْ يُعْلِمَ اِخْوَانَهُ وَ حَقٌّ عَلٰی اِخْوَانِهِ اِذَا قَدِمَ اَنْ يَأْتُوْهُ.

پیغمبر اکرمؐ فرماتے ہیں:

''جب کوئی مسلمان سفر پر جانا چاہتا ہے تو اپنے بھائیوں کو آگاہ کرے (تاکہ وہ خدا حافظ کہنے کے لئے آئیں) اسی طرح اس کے بھائیوں پر بھی لازم ہے کہ جب وہ واپس آئے تو اس کی ملاقات کے لئے جائیں۔''

ابراہیم ساربان کی داستان اس مطلب پر بہترین شاہد ہے۔

ایک واقعہ نقل کرتے ہیں: ابراہیم ساربان ہارون کے وزیر علی بن یقطین کے گھر کسی کام کے لئے حاضر ہوا لیکن وزیر صاحب نے اسے اندر آنے کی اجازت نہ دی۔

اتفاقاً اسی سال علی بن یقطین حج بجالانے کے لئے مکہ گیا۔ مراسم حج بجالانے کے بعد مدینہ میں امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے گھر گیا۔ آپ کی خدمت میں شرفیاب ہونے کی اجازت چاہی لیکن امامؑ نے اسے اندر آنے کی اجازت نہ فرمائی۔ اگلے دن راستے میں علی بن یقطین کی ملاقات امامؑ کے ساتھ ہوئی تو عرض کرتا ہے: میرے آقا و مولیٰ! مجھ سے کیا غلطی ہو گئی ہے؟

آپ نے فرمایا:

میں نے تمہیں اس لئے اجازت نہیں دی کیونکہ تم نے ابراہیم ساربان کو اجازت نہیں دی تھی۔ اللہ تعالیٰ تیرا حج اس وقت تک قبول نہیں کرے گا جب تک وہ شخص تم سے راضی نہ ہو۔

اس نے کہا: میرے مولیٰ و آقا! میں کس طرح سے ابراہیم کو راضی کرسکتا ہوں حالانکہ وہ کوفہ میں ہے اور میں مدینہ میں ہوں۔

آپ نے فرمایا:

رات کے وقت تنہا بقیع میں جاؤ! وہاں پر تمہیں ایک سواری ملے گی اس پر سوار ہو جاؤ۔ وہ تمہیں کوفہ میں ابراہیم کے دروازے پر لے جائے گی۔ علی بن یقطین نے ایسا ہی کیا۔ جب اس سواری پر بیٹھا تو پلک جھپکتے اپنے آپ کو علی بن یقطین کے دروازے پر موجود پایا۔ دروازہ کھٹکھٹایا۔

ابراہیم نے پوچھا: کون ہو؟

اس نے کہا: میں علی بن یقطین ہوں۔

ابراہیم ساربان نے کہا: اس وقت میرے دروازے پر کیوں آئے ہو؟

علی بن یقطین نے کہا: جلدی آ و! آپ سے ایک بہت ضروری کام ہے۔

علی بن یقطین نے قسم کھائی اور کہا: اے ابراہیم! مجھے اندر آنے کی اجازت دو۔ اجازت مل گئی۔ جب اندر داخل ہوا تو کہتا ہے کہ جب تک آپ مجھے معاف نہیں کریں گے میرے آقا و مولیٰ موسیٰ بن جعفرؑ مجھ سے راضی نہیں ہوں گے۔

ابراہیم نے کہا:

خدا تجھے معاف فرمائے۔ علی بن ابراہیم کو قسم دی کہ میرے رخسار پر اپنا پاؤں رکھو وہ تیار نہ ہوا، پھر دوبارہ قسم دی تو۔ اس نے علی کی گذارش قبول کر لی۔

ابراہیم نے کئی بار اپنا پاؤں علی کے رخسار پر رکھا۔ اس نے ابراہیم کے پاؤں کے نیچے کہا:

خدایا! تو گواہ رہنا، اس کے بعد وہ اسی سواری پر سوار ہوا تو پلک جھپکنے کی دیر میں امام موسیٰ بن جعفرؑ کے دروازے کے سامنے اترا۔ امامؑ نے اسے اندر آنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

یہ داستان ہمیں سکھاتی ہے کہ مخلوق خدا کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا چاہیے جیسا کہ ابراہیم ساربان کا علی بن یقطین پر راضی ہونا اس بات کا موجب بنا کہ اس کا حج بھی قبول ہوا اور امام علیہ السلام بھی اس پر راضی ہو گئے۔

خَصْلَتَانِ مَا فَوْقَهُمَا مِنَ الْخَيْرِ شَيْءٌ اَلْاِيْمَانُ بِاللّٰهِ وَالنَّفْعُ لِعِبَادِ اللّٰهِ خَصْلَتَانِ مَا فَوْقَهُمَا مِنَ الشَّرِّ شَيْءٌ اَلشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَالضَّرُّ لِعِبَادِ اللّٰهِ.

"دو خصلتیں ایسی ہیں جن سے اچھی کوئی شے نہیں ہے ایک اللہ پر ایمان لانا اور دوسری اللہ کے بندوں کا فائدہ کرنا اور دو برائیاں ایسی ہیں جن سے بری کوئی شے نہیں ہے، ایک خدا کے ساتھ شرک کرنا اور دوسری بندگان خدا کو نقصان پہنچانا۔"

## چھٹی شرط

### سفر میں زادہ راہ ساتھ رکھیں

روضہ کافی میں امام معصوم سے نقل ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا:

مِنْ شَرَفِ الرَّجُلِ اَنْ يُّطَيِّبَ زَادَهُ اِذَا خَرَجَ فِي سَفَرِهٖ.

"انسان کی عزت و شرافت اس میں ہے کہ جب وہ سفر کے لئے نکلے تو وہ اپنے زادراہ کے لئے پاک رزق کا انتخاب کرے۔"

مذکورہ کتاب میں امام صادق علیہ السلام سے روایت نقل ہوئی ہے کہ آپ نے فرمایا:

كَانَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ اِذَا سَافَرَ اِلَى الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ تَزَوَّدَ مِنْ اَطْيَبِ الزَّادِ مِنَ اللَّوْزِ وَالسُّكَّرِ وَالسَّوِيقِ وَالْمحمص وَالْمُحَلّٰى.

(روضہ کافی، ج ۲، ص ۱۹۲)

"حضرت امام زین العابدین علیہ السلام جب حج و عمرہ کے لئے سفر پر جاتے تو اپنے لئے بہترین بادام، شکر، آٹا اور دوسری کھانے کی چیزیں مہیا فرماتے تھے۔"

مُرُوَّةُ الْحَضَرِ فَتِلَاوَةُ الْقُرْآنِ وَحُضُوْرُ الْمَسَاجِدِ وَصُحْبَةُ اَهْلِ الْخَيْرِ وَالنَّظَرُ فِي الْفِقْهِ.

"وطن میں جوانمردی، تلاوت قرآن کرنا، مسجد میں جانا، صالح لوگوں کی

ہمنشینی اور فقہی مسائل کا مطالعہ کرنا ہے۔"

**واما مروۃ السفر! فبذل الزاد فی غیر ما یسخط اللہ و قلۃ الخلاف علی من صحبک وترک الروایۃ علیھم اذا فارقھم.**

(بحار الانوار، ج ۷۸، ص ۲۵۸)

"سفر میں جوانمردی خوراک کی سخاوت کرنا جو خدا کے حکم کا موجب نہ بنے، اپنے مسافر ساتھیوں کے ساتھ کسی چیز کا فیصلہ کرنے میں کم مخالفت کرنا اور سفر میں ایک دوسرے سے جدا ہونے کے بعد ان کے بارے میں بری باتیں نہ کرنا ہے۔"

حاج مرزا کمرہ ای لکھتا ہے:

تاریخ نے ثبت کیا ہے کہ سکینہ بنت حسینؑ نے اپنے بھائی امام زین العابدینؑ کے احترام میں ان کے خانہ خدا کی طرف ایک سفر کے لے ہزار درہم کھانے کا سامان باندھا تھا، امامؑ نے دوران سفر جہاں پر پہلی منزل کی اپنے تمام ہم سفر ساتھیوں کو دستر خوان پر بلایا اور ان کی پذیرائی فرمائی اور کچھ بچ گیا وہ مسافروں کے درمیان تقسیم کر دیا۔ آپ کی بہن نے سوچا کہ امام اور حجت خدا کے سفر کے لئے جتنا زیادہ خرچ کیا جائے بہتر ہے۔

## سفر میں ضرورت کی چیزیں ساتھ رکھنا

جب برف وغیرہ برسنے کی وجہ سے راستے خراب ہو جاتے ہیں تو ٹریفک پولیس کی طرف سے تاکید کی جاتی ہے کہ اپنے حفاظتی وسائل مثلاً پہیوں پر چڑھانے والی زنجیر، خوراک اور لباس وغیرہ ساتھ رکھیں۔ اسی طرح اپنی اور اپنے ہمسفر ساتھیوں کی صحت وسلامتی فسٹ ایڈ کی دوائیں اور سامان بھی ساتھ رکھنا چاہئے۔

امام صادق علیہ السلام لقمان حکیم سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ نے اپنے بیٹے سے کہا:

يَا بُنَيَّ سَافِرْ بِسَيْفِكَ وَخُفِّكَ وَعِمَامَتِكَ وَخِبَائِكَ وَسِقَائِكَ وَاِبْرَتِكَ وَخُيُوطِكَ وَمِخْرَزِكَ.

''اے میرے بیٹے! سفر میں ہمیشہ تلوار، بوٹ، (یعنی بڑے جوتے) عمامہ، خیمہ، پانی کے لئے مشکیزہ، سلائی کا سامان (سوئی دھاگا) اور آر (جوتا سلائی کرنے والا بڑا سوا) اپنے ہمراہ رکھیں۔''

وَتَزَوَّدْ مَعَكَ مِنَ الْاَدْوِيَةِ مَا تَنْتَفِعُ بِهِ اَنْتَ وَمَنْ مَعَكَ وَكُنْ لِاَصْحَابِكَ مُوَافِقًا اِلَّا فِي مَعْصِيَةِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ.

''سفر میں اپنے اور اپنے ہمسفر دوستوں کے لئے ضروری ادویات ساتھ رکھو اور اپنے ہمسفر ساتھیوں کے ساتھ موافقت کرو البتہ اگر معصیت خدا کا موجب ہو تو پھر موافقت نہ کرو۔''

اگر غور وفکر کریں تو معلوم ہو گا کہ کئی ہزار سال قبل بھی دین نے اس زمانہ کے اعتبار سے صحت عامہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے احکام فرمائے ہیں۔

مرحوم محدث قمی مفاتیح الجنان میں آداب سفر کے بارے میں لکھتے ہیں: سفر میں بیماری سے محفوظ رہنے کے لئے اپنے وطن یعنی مقام پیدائش کی مٹی ساتھ رکھیں اور جس جگہ جا کر قیام کرنا تھا وہاں کے پانی کے ساتھ ساتھ مخلوط کر کے وہ پانی پئیں ایسا کرنے سے انسان سفری امراض سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ مزید فرماتے ہیں:

مَنْ قَدِمَ اَرْضَ غَيْرِ اَرْضِهِ اَخَذَ مِنْ تُرَابِهَا وَجَعَلَهُ فِي مَائِهَا وَشَرِبَهُ لَمْ يَمْرِضْ فِيهَا وَعُوفِيَ مِنْ وَبَائِهَا. (مفاتیح الجنان)

''مسافر شخص جہاں پر قیام کرتا ہے اس جگہ کی تھوڑی سی مٹی اپنے پانی کے برتن میں ڈالے، جب پانی صاف ہو جائے تو اسے پی لے وہ بیمار نہیں ہو گا اور اس جگہ کے وبائی امراض سے محفوظ رہے گا۔''

پیغمبر اکرمؐ سے روایت نقل ہوئی ہے کہ آپ سفر میں آئینہ، سرمہ دان، قینچی، مسواک اور کنگھا ساتھ رکھتے تھے۔

## آٹھویں شرط

## مناسب دوست کے ہمراہ سفر کرنا

انسان کو تنہا سفر نہیں کرنا چاہیے۔

جیسا کہ رسول اکرمؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا:

لَا تَخْرُجْ فِی سَفَرِکَ وَحْدَکَ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ مَعَ الْوَاحِدِ وَمِنَ الْاِثْنَیْنِ اَبْعَدُ.

''یا علیؑ! اکیلے سفر نہ کرو کیونکہ شیطان تنہا شخص کے ساتھ ہوتا ہے جب کہ دو افراد ہوں تو اس سے دور ہوتا ہے۔''

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ:

اَلرَّفِیْقُ ثُمَّ السَّفَرُ. (مکارم الاخلاق، ص ۲۸۰)

پیغمبر اکرمؐ فرماتے ہیں:

''پہلے ہمسفر کا انتخاب کرو جو اخلاق، ایمان اور مالی اعتبار سے تمہارے جیسا ہو اس کے بعد سفر کا آغاز کرو۔''

پس سفر کرنے سے قبل اچھے ہمسفر کو تلاش کرو۔ تنہا سفر نہ کرو کیونکہ زمین پر تنہا صرف شیطان ہے۔ خطرناک اور چار سے زیادہ لوگوں کے ہمراہ سفر نہ کرو کیونکہ ہمسفر افراد کی تعداد جس قدر زیادہ ہوگی داد و فریاد میں اسی قدر اضافہ ہوگا۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

اُحِبُّ الصَّحَابَۃِ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی اَرْبَعَۃٌ وَمَا زَادَ قَوْمٌ عَلٰی سَبْعَۃٍ اِلَّا

زَادَ لَغَطُهُم.

''اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین تعداد چار ہے، جس گروہ کی تعداد سات افراد سے زیادہ ہو جائے گی ان کے درمیان شور و غوغا اور داد فریاد و زیادہ ہوگی۔''

امام حسن علیہ السلام سے روایت ہے:

اِنَّهُ قَالَ فِي الْحَدِيْثِ:

وَ اِذَا نَازَعَتْكَ اِلَى صُحْبَةِ الرِّجَالِ حَاجَةٌ، فَاصْحَبْ مَنْ اِذَا صَحِبْتَهُ زَانَكَ وَ اِذَا خَدَمْتَهُ صَانَكَ وَ اِذَا اَرَدْتَ مِنْهُ مَعُوْنَةً عَانَكَ وَ اِنْ قُلْتَ صَدَّقَ قَوْلَكَ وَ اِنْ صُلْتَ شَدَّ صَوْلَتَكَ وَ اِنْ مَدَدْتَ يَدَكَ بِفَضْلٍ مَدَّهَا وَ اِنْ بَدَتْ مِنْكَ ثُلْمَةٌ سَدَّهَا وَ اِنْ رَاٰى مِنْكَ حَسَنَةً عَدَّهَا وَ اِنْ سَأَلْتَهُ اَعْطَاكَ وَ اِنْ سَكَتَّ عَنْهُ اِبْتَدَئَكَ وَ اِنْ نَزَلَتْ بِكَ اِحْدَى الْمُلِمَّاتِ وَاسَاكَ مَنْ لَا يَاتِيْكَ مِنْهُ الْبَوَائِقِ وَ لَا يَخْتَلِفُ عَلَيْكَ مِنْهُ الطَّرَائِقِ وَ لَا يَخْذُلُكَ عِنْدَ الْحَقَائِقِ وَ اِنْ تَنَازَعْتُمَا مُنْقَسِمًا اٰثَرَكَ الْخَبَرِ...... (مستدرک الوسائل، ج ۸، ص ۳۱۲)

دوست ایسے شخص کو بنائیں جو مندرجہ ذیل خصوصیات و صفات کا حامل ہو۔

''اس کی ہمنشینی موجب افتخار ہو، اگر آپ نے اس کی خدمت کی ہے تو وہ آپ کی عزت و آبرو کا خیال رکھے، اگر اس سے مدد مانگو تو وہ تمہاری مدد کرے۔ اگر آپ نے کوئی بات کی ہے تو اسے سچ سمجھے، اگر آپ نے کسی پر حملہ کیا ہے تو آپ کی پشت پناہی کرے، اگر آپ سے کوئی غلطی ہوگئی ہے تو اسے چھپائے، اگر کوئی اچھا کام انجام دیا ہے تو اس کی قدر کرے، اگر آپ نے کوئی چیز مانگی ہے تو عطا کرے، اگر آپ نے احتیاج کے باوجود اپنی

مشکل نہیں بتائی جب اسے پتہ چل جائے تو پوری کرے، اگر آپ کسی مشکل میں پھنس گئے ہوں تو آپ کی مدد کرے، اس کے شر سے دور رہے، آپ سے فکری اختلاف نہ کرے، اگر کسی چیز کو تقسیم کرنے میں تمہارے درمیان اختلاف ہو جائے تو تجھے اپنی ذات پر مقدم کرے۔"

البتہ ایسا دوست تلاش کرنا بہت مشکل ہے۔ البتہ روایت دوستوں کی شناخت کے لئے ایک میزان ہے کہ ایک دوست کو دوسرے دوست کے ساتھ کس طرح پیش آنا چاہئے۔

حضرت علیؑ فرماتے ہیں:

جب رفقاء کہیں اکٹھے سفر پر جانا چاہیں تو راستے کے مخارج ایک جگہ اکٹھے کر لیں اور دوران سفر اسی میں سے خرچ کریں کیونکہ اس طرح کرنے سے ان کے درمیان اختلاف نہیں ہوگا۔

امام صادقؑ اپنے پدر بزرگوار حضرت امام باقرؑ سے نقل فرماتے ہیں: میرے والد بزرگوار امام زین العابدینؑ نے مجھے فرمایا تھا:

میرے بیٹے! پانچ قسم کے افراد کے ساتھ دوستی نہ کرو اور نہ ان کے ساتھ سفر کرو۔

میں نے عرض کیا: ابا جان وہ پانچ افراد کون سے ہیں؟

آپ نے فرمایا:

اِیَّاکَ وَمُصَاحَبَۃُ الْکَذَّابِ.

"جھوٹے سے دوستی نہ کرو، کیونکہ وہ سراب کی مانند ہے۔ دور کو نزدیک اور نزدیک کو دور بنا کر پیش کرتا ہے۔"

وَاِیَّاکَ وَمُصَاحَبَۃُ الْفَاسِقِ.

"فاسق شخص کے ساتھ دوستی سے پرہیز کرو۔ کیونکہ وہ تمہیں لقمہ یا لقمہ سے بھی کم تر کے عوض میں بیچ دے گا۔"

وَاِیَّاکَ وَمُصَاحَبَۃُ الْبَخِیْلِ.

''تیسرا شخص کنجوس ہے اس کے ساتھ دوستی نہ کرو'' کیونکہ وہ تمہیں مشکلات میں پھنسا ہوا دیکھ کر تنہا چھوڑ دے گا اور ذلیل خوار کر دے گا۔

وَاِیَّاکَ وَمُصَاحَبَۃُ الْاَحْمَقِ.

''چوتھے شخص احمق و بے قوف سے رشتہ دوستی نہ جوڑیں'' کیونکہ وہ تمہیں اچھائی کی طرف رہنمائی نہیں کرے گا۔''

بعض اوقات اپنے خیال میں تمہارا فائدہ کرنا چاہتا ہے لیکن الٹا نقصان ہو جاتا ہے۔

وَاِیَّاکَ وَمُصَاحَبَۃُ الْقَاطِعِ لِرِحْمِہٖ.

''پانچواں وہ شخص ہے جس نے اپنے رشتہ داروں سے قطع تعلق کر رکھا ہے اس سے دوستی نہ کریں۔''

کیونکہ قرآن میں تین مقامات پر ایسے شخص پر خدا نے لعنت بھیجی ہے۔

## پہلا مقام

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْا اَرْحَامَكُمْ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ. (سورہ محمد، آیت: ۲۲)

''تو کیا تم سے کچھ بعید ہے کہ تم صاحب اقتدار بن جاؤ اور زمین میں فساد برپا کرو اور قرابتداروں سے قطع تعلقات کرو۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر خدا نے لعنت بھیجی ہے۔''

## دوسرا مقام

اَلَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَا اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ

الدَّارِ.

"جو لوگ عہد خدا کو توڑ دیتے ہیں اور جن سے تعلقات کا حکم دیا گیا ہے ان سے قطع تعلقات کر لیتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرتے ہیں ان کے لئے لعنت اور بدترین گھر ہے۔" (سورہ رعد، آیت: ۲۵)

## تیسرا مقام

اَلَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِیْثَاقِهٖ وَیَقْطَعُوْنَ مَا اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ اَنْ یُّوْصَلَ وَیُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْخَاسِرُوْنَ.

"جو خدا کے ساتھ مضبوط عہد کرنے کے بعد بھی اسے توڑ دیتے ہیں اور جسے خدا نے جوڑنے کا حکم دیا ہے اسے کاٹ دیتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو حقیقت خسارے میں ہیں۔"

سفر میں ہمیشہ ایسا شخص ہونا چاہئے جو مالی اعتبار سے اپنے جیسا ہو۔ ورنہ وہ شخص جو مالی لحاظ سے کمزور ہے وہ احساس ذلت و کمتری کا شکار ہو جائے گا۔

ابو بصیر کہتا ہے:

میں نے امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا:

کیا ایسے مالدار شخص کے ساتھ سفر کرنا جائز ہے جب کہ اس کی طرح سے خرچ نہیں کر سکتا ہو؟

آپ نے فرمایا:

میں اس چیز کو پسند نہیں کرتا ہوں کہ مومن ذلیل و رسوا ہو۔ اسے ایسے شخص کے ساتھ سفر کرنا چاہئے جو مالی لحاظ سے اس کے ہم پلہ ہو۔ (وسائل، ج ۵، ص ۳۰۳)

پس وہ شخص جو ایک گروہ کے ساتھ سفر کر رہا ہے اسے زیادہ اخراجات کر کے دوسروں

پر برتری حاصل نہ کرے۔

حسین بن ابی علاء کہتا ہے: ہم بیس سے زیادہ لوگ مکہ کی طرف ہم سفر تھے۔ میں ہر منزل پر اپنے رفقاء کے لئے گوسفند ذبح کرتا رہا۔ جب میں امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا:

يَا حُسَيْنُ تُذِلُّ الْمُؤْمِنِيْنَ.

''اے حسین! کیا تم مومنین کو ذلیل وخوار کرتے ہو؟

میں نے عرض کیا: ایسا کام کرنے سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔

آپ نے فرمایا:

کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ تمہارے قافلے میں ایسے لوگ بھی موجود تھے جن کی خواہش تھی کہ وہ بھی آپ کی طرح ہر منزل پر گوسفند ذبح کریں، لیکن مالی قدرت نہیں رکھتے تھے لہٰذا وہ ذلت وخواری کا احساس کرتے رہے اور ساتھیوں کے مقابلے میں اپنے آپ کو حقیر وپست خیال کرتے رہے۔

میں نے کہا:

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ لَا اَعُوْدُ.

''خدا کے حضور معافی مانگتا ہوں اور آئندہ ایسا کام نہیں کروں گا۔''

## سفر میں روانگی کا وقت

جب آپ اختیاری سفر کرنا چاہیں تو نحس ونیک ایام کا خیال رکھیں۔ مفاتیح الجنان میں آداب سفر کے باب میں لکھتے ہیں کہ جب مسافرت کا ارادہ ہو تو ہفتے، منگل اور جمعرات کا انتخاب کریں۔ پیر، بدھ اور جمعہ کو ظہر سے قبل سفر کے لئے گھر سے نہ نکلیں۔

اسی طرح ایام محاق یعنی قمری مہینے کے آخری تین روز میں حالانکہ قمر، برج، عقرب

میں ہو تو سفر نہ کریں۔ اگر ان ایام میں کسی مشکل کی بناء پر سفر کرنا پڑے تو سفر کی دعاؤں اور صدقے سے سفر کا آغاز کریں۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام بھیجنے کے بعد درج ذیل دعا پڑھیں:

اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَسْتَوْدِعُکَ الْیَوْمَ نَفْسِی وَاَهْلِی وَمَالِی وَوُلْدِی وَمَنْ کَانَ مِنِّی بِسَبِیلِ الشَّاهِدِ مِنْهُمْ وَالْغَائِبِ اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا بِحِفْظِ الْاِیْمَانِ وَاحْفَظْ عَلَیْنَا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا فِی رَحْمَتِکَ وَلَا تَسْلُبْنَا فَضْلَکَ اِنَّا اِلَیْکَ رَاغِبُوْنَ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِکَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَکَآبَةِ الْمُنْقَلَبِ وَسُوْءِ الْمَنْظَرِ فِی الْاَهْلِ وَالْمَالِ وَالْوَلَدِ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ.

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ اِلَیْکَ هٰذَا التَّوَجُّهَ طَلَبًا لِمَرْضَاتِکَ وَتَقَرُّبًا اِلَیْکَ فَبَلِّغْنِیْ مَا اُؤَمِّلُهُ وَاَرْجُوْهُ فِیْکَ وَفِیْ اَوْلِیَائِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ.

"فروعِ کافی میں امام صادق علیہ السلام سے نقل ہوا ہے کہ رسول اکرمؐ فرماتے ہیں: دو رکعت نماز بجا لانا، خدا حافظی کہنا اور سفر کی دعا پڑھنا مسافر شخص اور اس کے خاندان کے لئے بہت مفید ہے۔

سفر پر روانگی کے وقت آیت الکرسی اور سورہ قدر پڑھنا سفر میں حفظ و امان اور صحیح و سالم واپس پلٹنے کا باعث ہے۔"

شیخ ابوالفتوح رازی نے اپنی تفسیر اور طبرسی نے مجمع البیان میں نقل کیا ہے: جبیر بن مطعم کہتا ہے:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا:

کیا اس چیز کی خواہش رکھتے ہو کہ جب بھی جاؤ اپنے دوستوں کی نسبت کامیاب

واپس آؤ اور تمہارے رزق میں اضافہ ہو؟

میں نے کہا: ہاں۔

فرمایا: پانچ سورتیں تلاوت کرو:

* قُلْ یَا اَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ * اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ

* قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ * قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ

* قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

تَصَدَّقْ وَاُخْرُجْ اَیَّ یَوْمٍ شِئْتَ.

''جب بھی سفر پر جانا چاہو صدقہ دے کر اپنے سفر کا آغاز کریں۔''

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

اِفْتَتِحْ سَفَرَکَ بِالصَّدَقَةِ وَاقْرَءْ آیَةَ الْکُرْسِیِّ.

''جس دن بھی سفر پر جانا چاہو صدقہ نکالو اور آیۃ الکرسی پڑھو۔''

## سفر اور زیارت کے آداب

سفر شرعی میں جس چیز کی سب سے زیادہ اہمیت ہے وہ نیت ہے جو درحقیقت سفر کا سرمایہ ہے زیارتی سفر میں جس کی نیت جتنی خالص ہوگی اتنا ہی اس سے استفادہ کرے گا۔ لہٰذا سب سے پہلے اپنے آپ میں جھانکنا چاہئے اور اپنے کردار و گفتار، رفتار اور اخلاق کو پاکیزہ کرنا چاہئے۔ خودستائی اور خودنمائی سے پرہیز کریں، جھوٹ نہ بولیں اور دوسروں کے حقوق کی مراعات کریں۔ اس کے بعد عزم راسخ کے ساتھ زیارتی سفر کا آغاز کریں۔

بقول حافظ:

در بیابان گر بہ شوق کعبہ خواہی زد قدم
سر زنشہا گر کند خار مغیلاں غم مخور

یا بقول سعدی:

جور دشمن چہ کند گرنکشد طالب دوست
گنج و مار و گل و خار و غم و شادی بہم اند

سفر زیارتی ہو یا غیر زیارتی، حضرت رضاؑ سے متوسل ہو کر اپنا بیمہ حاصل کریں اور یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسْئَلُکَ بِحَقِّ وَلِیِّکَ الرِّضَا، عَلِیِّ بْنِ مُوْسٰی الرِّضَا اِلَّا سَلَّمْتَنِیْ بِہٖ فِیْ جَمِیْعِ اَسْفَارِیْ فِی الْبَرَارِیْ وَالْجِبَالِ وَالْقِفَارِ وَالْاَوْدِیَۃِ وَالْحِیَاضِ مِنْ جَمِیْعِ اَخَافُہٗ وَاَحْذَرُہٗ اِنَّکَ رَؤُوْفٌ رَّحِیْمٌ.

”جو شخص بھی کسی ضرورت وحاجت کے لئے سفر پر نکلتا ہے اور اس کی خواہش ہے کہ اس کی حاجت پوری ہو اور صحیح واپس لوٹ آئے تو گھر سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھے:

بِسْمِ اللّٰہِ مَخْرَجِیْ وَبِاِذْنِہٖ خَرَجْتُ وَقَدْ عَلِمَ قَبْلَ اَنْ اَخْرُجَ خُرُوْجِیْ وَقَدْ اَحْصٰی عِلْمُہٗ مَا فِیْ مَخْرَجِیْ وَمَرْجِعِیْ تَوَکَّلْتُ عَلَی الْاِلٰہِ الْاَکْبَرِ تَوَکُّلَ مُفَوِّضٍ اِلَیْہِ اَمْرَہٗ وَمُسْتَعِیْنٍ بِہٖ عَلٰی شُئُوْنِہٖ مُسْتَزِیْدٍ مِنْ فَضْلِہٖ مُبْرِءٍ نَفْسَہٗ مِنْ کُلِّ حَوْلٍ وَمِنْ کُلِّ قُوَّۃٍ اِلَّا بِہٖ خُرُوْجَ ضَرِیْرٍ خَرَجَ بِضُرِّہٖ اِلٰی مَنْ یَکْشِفُہٗ وَخُرُوْجَ فَقِیْرٍ خَرَجَ بِفَقْرِہٖ اِلٰی مَنْ یَسُدُّہٗ وَخُرُوْجَ عَائِلٍ خَرَجَ بِعَیْلَتِہٖ اِلٰی مَنْ یُغْنِیْھَا وَ خُرُوْجَ مَنْ رَبُّہٗ اَکْبَرُ ثِقَتِہٖ وَاَعْظَمُ رَجَائِہٖ وَاَفْضَلُ اُمْنِیَّتِہٖ اَللّٰہُ ثِقَتِیْ

فِی جَمِیْعِ اُمُوْرِی کُلِّهَا بِهٖ فِیْهَا جَمِیْعًا اَسْتَعِیْنُ وَلَا شَیْءَ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ فِی عِلْمِهٖ اَسْئَلُ اللّٰهَ خَیْرَ الْمَخْرَجِ وَالْمَدْخَلِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلَیْهِ الْمَصِیْرُ.

''محدث قمی امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے آداب میں لکھتا ہے:

اصحاب کہف کے بارے میں علماء نقل کرتے ہیں کہ وہ بادشاہ دقیانوس کے خاص الخاص افراد میں سے تھے۔ جب خدا کی رحمت ان کے شامل حال ہوئی تو وہ خدا پرست بن گئے۔ انہوں نے اپنی بہتری اسی میں سمجھی کہ لوگوں سے کنارہ کشی کرلیں اور غار میں چھپ کر خدا کی عبادت میں مشغول ہوجائیں۔

وہ گھوڑوں پر سوار ہوکر شہر سے نکل کھڑے ہوئے۔ جب انہوں نے تین میل کا راستہ طے کرلیا تو ان کے ایک ساتھی تملیخا نے کہا: کہ اپنے گھوڑوں سے اتر آئیں۔ یہاں سے آگے پیدل سفر کریں گے۔ شاید خدا تم پر رحم کرے اور تمہاری مشکل آسان ہوجائے۔ وہ گھوڑوں سے اتر کر پیدل چل پڑے۔ انہوں نے سات فرسخ پیدل سفر کیا۔ ان کے پاؤں زخمی ہوگئے اور ان سے خون رسنے لگ گیا۔

آج کے دور میں اگر ہم ہوائی جہاز اور جدید ماڈل کی گاڑی پر سفر کرنے سے چشم پوشی نہیں کرسکتے ہیں تو کم از کم خودخواہی اور تکبر کے گھوڑے سے اتریں اور تواضع وانکساری کے گھوڑے پر سوار ہوجائیں۔

سفر پر روانگی کے وقت دعائے سفر پڑھنا مستحب ہے۔

سوار ہوتے وقت مذکورہ پانچ سورتیں اور دعا اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَوْدِعُکَ کا پڑھنا بے حد مفید ہے۔

سید بن طاؤس ''امان الاخطار'' میں انگشتر کے بارے میں لکھتے ہیں:

محمد بن قاسم بن علاء امام علی النقی علیہ السلام کے خادم صافی سے نقل کرتا ہے: کہ میں

نے حضرت امام علی نقی علیہ السلام سے ان کے جد بزرگوار امام علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کی زیارت کے لئے اجازت طلب کی۔

آپ نے اجازت دیتے ہوئے فرمایا:

اپنے پاس ایک انگوٹھی رکھو جس کا نگینہ زرد عقیق کا ہو اور اس پر مَا شَاءَ اللّٰهُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ کا نقش کندہ ہو۔ اور دوسری انگوٹھی کے نگینہ پر محمد و علی نقش کندہ کیا گیا ہو۔ جب تک یہ نگینے آپ کے پاس ہوں گے آپ چوروں اور ڈاکوؤں سے محفوظ رہیں گے اور تم خود اور تمہارا دین بھی محفوظ رہے گا۔

خادم کہتا ہے: میں نے حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے فرمان کے مطابق انگشتر مہیا کی۔ اس کے بعد الوداع کہنے کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ الوداع کہنے کے بعد جب تھوڑا سا چلا تو آپ نے فرمایا: صافی!

میں نے کہا: لبیک یا سیدی

آپ نے فرمایا: فیروزہ کی ایک انگوٹھی بھی اپنے پاس رکھ لو۔ نیشا پور اور توس کے درمیان ایک شیر سے تمہارا واسطہ پڑے گا جس کی وجہ سے قافلہ رک جائے گا۔ اس وقت تم آگے بڑھنا اور وہ انگوٹھی شیر کو دکھانا اور اسے کہنا کہ میرے مولا کہتے ہیں: راستے سے ہٹ جا۔

اس فیروزہ کے ایک طرف اَلْمُلْکُ لِلّٰهِ نقش کرنا اور دوسری طرف اَلْمُلْکُ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ کیونکہ امیر المومنین علی علیہ السلام کی انگوٹھی کا نقش اَللّٰهُ الْمُلْکُ تھا۔ جب آپ کو خلافت ملی تو آپ نے اس وقت اَلْمُلْکُ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ کندہ کروایا تھا اور ان کی انگوٹھی کا نگینہ فیروزہ تھا۔ ایسا نگینہ انسان کو درندوں سے محفوظ رکھتا ہے اور جنگوں میں کامیابی کا باعث بنتا ہے۔

صافی کہتا ہے: جب میں سفر پر گیا تو خدا کی قسم جب اسی جگہ پر پہنچے جہاں امامؑ نے فرمایا تھا شیر نے ہمارا راستہ روکا۔ میں نے وہی کام انجام دیا جو امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا

تھا: شیر نے ہمارا راستہ چھوڑ دیا۔ جب میں سفر سے واپس لوٹا تو امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔
سفر کی تمام روداد آپ کے گوش گذار کی۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ایک چیز باقی رہ گئی ہے جو تم نے بیان نہیں کی ہے۔

میں نے کہا: آقا و مولیٰ! شاید میں بھول گیا ہوں۔

آپ نے فرمایا: جب آپ توس میں رات کے وقت قبر مطہر کے پاس گئے تھے تو جنوں کا ایک گروہ آنحضرت کی زیارت کے لئے قبر پر حاضر ہوا تھا۔ انہوں نے جب وہ آپ کے ہاتھ میں نقش شدہ نگینہ پڑھا تو اسے آپ کے ہاتھ سے اتار لیا۔ ان کے ساتھ ایک مریض تھا انہوں نے وہ نقش پانی میں ڈالا اور اپنے مریض ساتھی کو پلایا تو اسے شفا مل گئی۔ انہوں نے تمہاری انگوٹھی تمہیں واپس لوٹا دی۔ پہلے آپ نے وہ دائیں ہاتھ میں پہنی ہوئی تھی انہوں نے آپ کے بائیں ہاتھ میں پہنا دی۔ آپ اس وجہ سے بہت حیران و پریشان ہوئے لیکن اس کی وجہ آپ کی سمجھ میں نہیں آئی۔ آپ کو وہاں سے ایک یاقوت ملا جو آپ نے اٹھا کر اپنے ساتھ رکھ لیا۔ وہ اب بھی تمہارے پاس ہے۔ اسے بازار لے جاؤ گے تو اسی اشرفیوں میں فروخت ہوگا۔ یہ یاقوت جنوں کی طرف سے آپ کو بطور ہدیہ ملا ہے۔

صافی کہتا ہے: وہ یاقوت میں فروخت کرنے کے لئے بازار لے گیا جو ۸۰ اشرفیوں میں ہی فروخت ہوا۔ جیسا کہ میرے آقا و مولیٰ نے فرمایا تھا۔

سفر کے آداب میں سے ایک سورہ قصص کی آیہ ۸۵ پڑھیں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم.

اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لَرَادُّکَ اِلٰی مَعَادٍ فَاللّٰہُ خَیْرٌ حَافِظًا وَھُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ.

اور سورہ زخرف کی آیت ۳ پڑھیں:

سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ.

”سفر میں عقیق و فیروزہ کی انگشتر اور تربت امام حسین علیہ السلام ساتھ رکھنا مستحب ہے۔“

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ مسافر آغاز سفر میں آیت الکرسی اور دعا اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْتَوْدِعُکَ پڑھے:

ایسے مسافر جو اپنی سواری کے ذریعے سفر کرتے ہیں قبلہ کی تشخیص کے لئے اگر ان کے راستے میں کوئی مسجد یا مسلمانوں کا قبرستان نہیں پڑتا تو انہیں جہت قبلہ معلوم کرنے کے لئے قبلہ نما سے استفادہ کرنا چاہئے۔

ایک بڑا مزیدار لطیفہ نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص کعبہ میں کھڑے ہو کر کعبہ کی طرف پشت کر کے نماز پڑھ رہا تھا جب اس سے دریافت کیا گیا کہ تم نے ایسا کیوں کیا ہے؟

اس نے کہا: میں اس طرف منہ کر کے نماز پڑھتا ہوں جو میرے پاس موجود قبلہ نما تشخیص دیتا ہے۔

کچھ سال پہلے کی بات ہے میرا ہمسفر ایک ڈاکٹر تھا جو انتہائی نیک اور متدین انسان تھا۔ دوران سفر ایک شہر میں جب نماز ادا کرنے لگے تو وہ مسجد کے قبلہ کی مخالف سمت منہ کر کے کھڑا ہو گیا حالانکہ فقہاء کی نظر میں تشخیص قبلہ کے لئے محراب مسجد کافی ہے۔

میں نے جب اس کی وجہ پوچھی تو کہتا ہے میں قبلہ نما سے استفاد کرتا ہوں جب قبلہ نما رکھا گیا تو معلوم ہوا کہ یہ ڈاکٹر صاحب قطب کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ رہے ہیں کیونکہ قبلہ نما کی سوئی قطب کی طرف جا کر رکی تھی۔ یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ قبلہ نما سے جہت قبلہ معلوم کرنے کے لئے اس کی شرائط کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

ہر مسلمان خاص کر زائرین پر لازم ہے کہ نماز اور اس کے اوقات کو بہت زیادہ اہمیت دیں۔

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: ایک واجب نماز، بیس حجوں سے بہتر ہے اور ایک

حج اس گھر سے بہتر ہے جو سونے سے بھرا ہوا ہو اور اسے صدقہ کر دیں۔

بعض مسافر دوران سفر ممکن ہے کہ نماز کو زیادہ اہمیت نہ دیں لیکن زائر معصومینؑ کے لئے کتنی بری بات ہے کہ وہ مستحب عمل کو تو انجام دے رہا ہے لیکن نماز جس کے بارے میں روز قیامت سب سے پہلے پوچھا جائے گا اسے اہمیت نہ دے اور وقت پر بجا نہ لائے۔

زیارتی سفر میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا چاہیے فضول قسم کی بحث سے پرہیز اور خود خواہی سے بچنا چاہئے۔ دوسروں کو ہمیشہ اپنے آپ سے مقدم سمجھیں۔

جب قافلے کی صورت میں سفر کر رہے ہوں تو وہ لوگ جن کے پاس سواری اپنی ہو انہیں اپنے رفقاء کی طرف بھی نظر کرنی چاہئے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

جو شخص بیابان میں اپنے ہمسفر کو چھوڑ کر اتنا آگے نکل جائے کہ وہ اس کی نظروں سے اوجھل ہو جائے تو راستے میں پیش آنے والے خطرات کا ذمہ دار ہو گا۔

ہمسفر میں تین خصلتیں پائی جانی چاہیں:

* اچھے اخلاق کا مالک ہو، اپنے ساتھیوں کے ساتھ اچھی طرح سے پیش آئے۔
* حلم و بردباری کا مالک ہو، اپنے غصے کو مہار کر سکتا ہے۔
* پرہیزگار و متقی ہو، گناہوں کو انجام نہ دیتا ہو۔

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: یہ مروت مردانگی نہیں ہے کہ انسان سفر میں جو اچھائی یا برائی دیکھے لوگوں کو بتاتا پھرے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

سَيِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُهُمْ فِي السَّفَرِ.

''قوم وملت کا سردار سفر میں ان کا خادم ہوتا ہے۔''

مرحوم حاجی اعتماد سرابی (جو مشہد مقدس میں واعظ تھے) کہتے ہیں: ایک دفعہ میں مرقد

مشرفہ کی زیارت کے لئے گیا تو مرحوم شیخ مہدی واعظ خراسانی اور محدث جلیل القدر شیخ عباس قمیؒ میرے ہمسفر تھے۔ آقا شیخ عباس قمی علم وفضل بلکہ ہر لحاظ سے ہم دونوں سے برتر تھے لیکن سفر میں سامان وغیرہ اٹھانے میں ہم پر سبقت لے جاتے تھے حتیٰ کہ ایک دفعہ بھی ایسا نہیں ہوا ہے کہ گاڑی سے اتر کر ہم نے خود اپنا سامان اٹھایا ہو۔

شہید مرتضیٰ مطہری بحار الانوار سے نقل کرتا ہے کہ ایک قافلہ مکہ کی طرف روانہ تھا۔ جب مدینہ پہنچا تو وہاں پر کچھ دن کے لئے قیام کیا۔ پھر مکہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ مدینہ و مکہ کے راستے میں ایک منزل پر ایک شخص اہل قافلہ سے آملا۔ دورانِ گفتگو وہ شخص متوجہ ہوتا ہے کہ ایک شخص بڑے ذوق وشوق سے قافلے والوں کی خدمت میں مصروف ہے اسے دیکھتے ہی پہلی نظر میں پہچان لیا۔ حیران و پریشان ہو کر پوچھتا ہے کیا تم لوگ اس شخص کو پہچانتے ہو؟

انہوں نے کہا ہم اسے نہیں پہچانتے ہیں لیکن یہ مدینہ سے ہمارے ساتھ ملحق ہوا ہے۔ بہت پرہیز گار و متقی شخص ہے۔

وہ حیران ہو کر پوچھتے ہیں: تو پھر یہ کون شخص ہے؟

اس شخص نے کہا: یہ علی بن الحسین علیہ السلام ہیں۔ یہ سنتے ہی سب لوگ پریشانی کے عالم میں اٹھ کھڑے ہوئے اور امامؑ کی قدم بوسی کرنے گئے۔ وہ آپؑ سے کہتے ہیں یہ آپ نے ہمارے ساتھ کیا کیا ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ ہم سے گناہ کا ارتکاب ہوا ہو۔

آپ نے فرمایا: آپ لوگ چونکہ مجھے نہیں پہچانتے تھے اس لئے میں نے عمداً آپ لوگوں کے ساتھ سفر کیا ہے کیونکہ بعض اوقات جب میں جاننے والوں کے ساتھ سفر کرتا ہوں تو وہ لوگ رسول اللہؐ کے ساتھ نسبت ہونے کی وجہ سے بے حد مجھ پر شفقت و مہربانی کرتے ہیں، اس لئے میں چاہتا ہوں کہ ایسے لوگوں کے ساتھ سفر کروں جو مجھے پہچانتے نہ ہوں تاکہ میں اپنے رفقاء کی خدمت کی سعادت حاصل کرسکوں۔

ابو ہارون سے روایت ہے وہ کہتا ہے: ایک دفعہ کچھ لوگوں کے ساتھ امام صادق علیہ

السلام کی خدمت میں حاضر ہو تو آپ نے فرمایا تم لوگ مجھے کس طرح پریشان کر رہے ہو؟

ایک خراسانی شخص اٹھ کر کہتا ہے: ہم خدا سے پناہ مانگتے ہیں کہ آپ کو پریشان کریں یا آپ کے اوامر سے بے اعتنائی برتیں۔

آپ نے فرمایا: تم انہیں میں ایک ہو جنہوں نے مجھے بے حد پریشان کیا ہے۔

وہ شخص کہتا ہے: میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں کہ آپ کو پریشان کروں۔

آپ نے فرمایا: افسوس ہے آپ پر! کیا تم جب جحفہ کے مقام پر پہنچے تو تم نے فلاں شخص کی آواز نہیں سنی تھی؟ اس نے تجھ سے التماس کی تھی کہ میں تھک چکا ہوں لہٰذا کچھ فاصلہ تک مجھے سوار کرلو۔

لیکن تو نے سر اوپر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا تھا اور بڑی لاپرواہی کے ساتھ اس سے دور ہو گئے اور اس کی رسوائی و ذلت کا موجب بنے تھے۔

آپ نے فرمایا: جس نے بھی کسی مومن کو خوار و پریشان کیا۔ اس نے مجھے خوار و پریشان کیا ہے اگر حرمت خدا سے بے اعتنائی کی گئی ہے۔

ایک شخص جب حج سے واپس آیا تو اس نے اپنی اور اپنے ساتھیوں کی داستانِ سفر امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی، خاص کر اپنے ایک ساتھی کی بہت تعریفیں کیں اور کہتا ہے: وہ انتہائی اچھا اور باوقار آدمی تھا۔ ہم اس کے ساتھ سفر کو اپنے لئے افتخار سمجھتے ہیں۔ وہ مسلسل عبادت خدا میں مصروف رہا، ہم جہاں کہیں بھی قیام کرتے تھے تو وہ ایک طرف اپنا سجادہ بچھالیتا اور عبادت میں مشغول ہو جاتا تھا۔

آپؑ نے پوچھا: اس کے کام وغیرہ کون انجام دیتا تھا؟

اس شخص نے کہا چونکہ وہ نیک آدمی تھا اس لئے ہم اس کے کام کرنا اپنے لئے افتخار سمجھتے تھے۔

آپ نے فرمایا: پس آپ لوگ اس شخص سے اچھے ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت پاک کو دیکھیں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ آپ کس طرح سے پیش آتے تھے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ کا قافلہ کئی گھنٹے کا سفر طے کرنے کے بعد تھک چکا تو آپ نے قیام کا حکم دیا۔ قافلہ جب اترا تو آپ بھی اپنی سواری سے نیچے تشریف لائے۔ جس طرف پانی کا احتمال تھا۔ اس طرف چل پڑے۔ لیکن تھوڑا سا چلنے کے بعد واپس اپنے اونٹ کی طرف چل پڑے۔

آپ کے اصحاب نے تعجب کرتے ہوئے ایک دوسرے سے کہا کہ شاید ان کی نظر میں یہ جگہ قافلہ اترنے کے لئے مناسب نہیں ہے لہٰذا یہاں سے کوچ کرنے کا حکم فرمائیں گے۔

سب کی آنکھیں اور کان حکم سننے کے منتظر تھے۔

جب آپ اپنے اونٹ کے پاس پہنچے تو اس کے زانو باندھنے کے بعد دوبارہ پانی کی تلاش میں چل پڑے۔ اصحاب نے جب یہ دیکھا تو عرض کرتے ہیں:

یارسول اللہ! آپ ہمیں حکم کرتے تا کہ ہم یہ سعادت حاصل کرتے۔

اس وقت آپ نے فرمایا: کبھی بھی اپنے ذاتی کاموں میں دوسروں سے مدد نہ لیں۔ اگرچہ ایک مسواک ہی کی ضرورت کیوں نہ ہو۔ پس سفر میں خوش رفتاری بہت سے اخلاقی مسائل کو جنم دیتی ہے۔

ابن اعثم ارجوزہ میں یوں کہتا ہے:

وَالْيُحْسِنُ الْإِنْسَانُ فِی حَالِ السَّفَرِ

اَخْلَاقَهُ زِيَادَةً الْحَضَرِ

وَلْيَدَعْ عِنْدَ الْوَضْعِ لِلْخُوَانِ

مَنْ كَانَ حَاضِرًا مِنَ الْإِخْوَانِ

"انسان کو چاہئے کہ اپنے اخلاق کو حضر کی نسبت سفر میں اچھے اور بہتر کرے

جب غذا کھانے کے لئے دستر خوان بچھاتے ہیں تو اپنے ساتھ سفر کرنے والوں کو کھانے پر دعوت دو۔"

امام صادق علیہ السلام اپنے اجداد سے نقل کرتے ہیں کہ امیر المومنینؑ کے کسی سفر میں ان کا ایک ہمسفر شخص یہودی یا نصرانی تھا۔

اس نے آپ سے پوچھا: کہاں کا قصد رکھتے ہو؟

آپ نے فرمایا: میں کوفہ جانا چاہتا ہوں جب کوفہ کے دوراہے پر پہنچے تو اس کافر ذمی نے اپنا رستہ جدا کرلیا.....

اس کی توقع کے خلاف امیر المومنینؑ بھی اس کے ساتھ چل پڑے۔ وہ شخص بڑے تعجب سے پوچھتا ہے کہ کیا آپ نے یہ نہیں کہا تھا کہ میں کوفہ جانا چاہتا ہوں؟

اس نے کہا: یہ راستہ کوفہ کی طرف نہیں جاتا ہے۔

آپ نے فرمایا: مجھے معلوم ہے۔

لیکن پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں حکم فرمایا ہے کہ سفر کے اخلاق میں ایک یہ ہے کہ اپنے ہمسفر دوست کو وداع کرنے کے لئے چند قدم اس کے ساتھ چلو۔

ذمی شخص نے پوچھا: کیا آپ صرف اسی لئے تشریف لائے ہیں۔

آپ نے فرمایا: ہاں۔

وہ ذمی کہتا ہے: جس شخص نے بھی آپ کی اطاعت وپیروی کی ہے وہ آپ کے اخلاق کریمہ کی وجہ سے ہے اور یہ کام بھی انہیں میں سے ایک ہے۔ پس آپ کو اپنا گواہ بناتا ہوں کہ آپ کے دین میں داخل ہو چکا ہوں۔

## آداب زیارت

علامہ مجلسی "کتاب بحار الانوار" میں شہید ثانیؒ سے نقل کرتے ہیں: آپ اپنی کتاب

دروس میں آداب زیارت کے بارے میں فرماتے ہیں:

* حرم مطہر میں داخل ہونے سے قبل غسل کریں۔ صاف ستھرا نیا لباس زیب تن کریں اور کامل خضوع وخشوع کے ساتھ مرقد مطہر میں داخل ہوں۔

* حرم کے دروازہ پر کھڑے ہو کر اذن دخول حاصل کریں۔ نرم دل کے ساتھ آنسو بہاتے ہوئے ماثورہ دعائیں پڑھ کر حرم میں داخل ہوں۔ اگر اس طرح سے داخل ہوں تو امامؑ یقیناً جواب رحمت فرمائیں گے۔ اگر شکستہ دلی پیدا نہیں ہوسکی تو پھر اس حالت کے پیدا ہونے کا انتظار کریں، کیونکہ وہ چیز جو اہمیت رکھتی ہے وہ حضور قلب اور شوق محبت ہے۔ حرم میں وارد ہوتے وقت پہلے دایاں پاؤں اندر رکھیں اور وہاں سے نکلتے وقت پہلے بایاں پاؤں باہر رکھیں۔

* ضریح مقدس سے نزدیک کھڑے ہوں۔ اپنے لبوں کو ضریح کو بوسہ دے کر معطر کریں۔

ضریح کی طرف چہرہ اور قبلہ کی طرف پشت کر کے زیارت کی نیت سے کھڑے ہو جائیں۔ زیارت پڑھنے کے بعد اپنا دایاں رخسار ضریح پر رکھیں اور تضرع وزاری کے ساتھ دعا کریں اور اللہ تعالیٰ کو آپ کے حق کا واسطہ دیتے ہوئے اپنی حاجات کے پورا ہونے کی دعا کریں۔ امامؑ کو خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنا شفیع قرار دیں۔ اس کے بعد بالا سر کی طرف جائیں اور روبقبلہ کھڑے ہو کر دعا مانگیں۔

* ماثورہ زیارتیں مثلاً جامعہ کبیرہ اور زیارت آمین اللہ وغیرہ پڑھیں۔

* زیارت پڑھنے کے بعد دو رکعت نماز بجالائیں۔ اگر پیغمبر اکرمؐ کی زیارت سے مشرف ہونے کے لئے گئے ہیں تو روضہ اقدس میں نماز بجالائیں۔ اور اگر آئمہ معصومین علیہم السلام میں سے کسی کی زیارت ہے تو پھر بالا سر کھڑے ہو کر نماز پڑھیں۔

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: جو کوئی بھی واجب الطاعت امامؑ کی رحلت کے بعد ان کی زیارت کے لئے جائے اور وہاں پر دو رکعت کر کے چار رکعتیں نماز پڑھے تو اس کا

ثواب اس کے نامہ اعمال میں ایک حج عمرہ کے برابر لکھا جائے گا۔

امام ہشتم کے زائرین اس بات کی طرف خاص طور پر متوجہ رہیں کہ آپ کے حرم مطہر میں نماز جعفر طیار پڑھنا بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔

علامہ مجلسی بحار میں رقم طراز ہیں کہ شیخ حسین عبدالصمد نے مندرجہ ذیل جملات شیخ ابوطیب حسین بن احمد فقیہ سے نقل کئے ہیں:

کہ جو کوئی شخص بھی حضرت رضا علیہ السلام یا دوسرے آئمہ علیہم السلام کی زیارت کے لئے مشرف ہوتا ہے وہ حرم میں نماز جعفر طیار پڑھے۔ اس کے نامہ اعمال میں ہر رکعت کے بدلے ایک ہزار حج وعمرہ اور غلاموں کو آزاد کرنے کا ثواب لکھا جائے گا۔ اس نماز کے لئے اٹھائے جانے والے ہر قدم کے بدلے سو حج، عمرہ اور غلاموں کو راہ خدا میں آزاد کرنے کا ثواب اس کے نامہ اعمال میں تحریر کیا جائے۔ اس کے لئے ایک سو حسنہ عطا ہوگی اور ایک سو برائیاں محو ہو جائیں گی۔ حضرت رضا علیہ السلام کے حرم میں اس کے علاوہ نماز قضائے حاجت پڑھی جاتی ہے اس کا ذکر اہمیت زیارت کے باب میں آئے گا۔

* نماز بجا لانے کے بعد اپنی دینی و دنیاوی نیک حاجات کے پورا ہونے کی دعا کرے کیونکہ ایسا زمان ومکان جلد قبولی کا موجب بنتا ہے۔

* ضریح مقدس کے سامنے بیٹھ کر تلاوت قرآن کریں اور اسے آئمہ کو ہدیہ کریں البتہ اس چیز کا فائدہ خود کو پہنچے گا۔

* حضورِ قلب کے ساتھ اعمال زیارت بجا لائے جائیں۔ گناہوں سے توبہ کی جائے۔ زیارت سے مشرف ہونے کے بعد اپنے کردار و گفتار اور رفتار کو بہتر کریں۔

* حرم کے خدام کی مالی اعانت کریں، ان کا احترام کریں، البتہ خادموں کو بھی اہل خیر اور متدین ہونا چاہیے۔ زائرین کی ترشروئی کو برداشت کریں۔ مسافر زائرین کی راہنمائی کریں۔

* زیارت کے آخری روز زیارت الوداع پڑھیں اور خدا سے دوسری دفعہ زیارت پر آنے کی توفیق مانگیں۔

* زیارت کرنے کے بعد زائر اپنے اندر معنوی تبدیلی کا احساس کرے، کیونکہ اگر زیارت قبول ہو جائے تو گناہوں کی بخشش کا موجب ہوتی ہے۔

زائرین کی رفت و آمد اس طرح سے ہونی چاہئے کہ ان کی زیارت ضائع نہ ہو جائے۔ یعنی ایک زائر کو اس طرح سے ہونا چاہئے جو ایک زائر کی شان کے لائق ہے۔ مثلاً اگر کوئی خاتون ہے تو اسے بے حجاب نہیں ہونا چاہئے کیونکہ بے حجابی اسے مقام انسانیت سے گرا دیتی ہے۔

محدث قمی مفاتیح الجنان میں لکھتے ہیں:

امام صادق علیہ السلام سے نقل ہوا ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے اہل عراق سے فرمایا:

يَا اَهْلَ الْعِرَاقِ نُبِّئْتُ اَنَّ نِسَآئَكُمْ يُوَافِيْنَ الرِّجَالَ فِي الطَّرِيْقِ اَمَا تَسْتَحْيُوْنَ.

"اے عراقیو! مجھے اطلاع دی گئی ہے کہ تمہاری عورتیں کوچہ و بازار میں نامحرم مردوں کے ساتھ پھرتی ہیں کیا تمہیں شرم نہیں آتی ہے؟"

وَقَالَ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ لَا يَغَارُ.

"خدا اس پر لعنت کرے جو اپنی غیرت کا خیال نہیں رکھتا۔"

* زیارت کرنے کے بعد حرم مطہر کو چھوڑیں اور نئے آنے والوں کو موقع دیں تا کہ وہ اس ملکوتی ہستی کی زیارت سے مستفیض ہوسکیں۔

* ضرورت مندوں کو صدقہ دیں اور غریب سادات کی مدد کریں۔

* مخصوص ایام میں زیارت سے مشرف ہونے کے لئے مراقد مطہرہ پر حاضر ہوں۔

مثلاً ماہ مبارک رجب میں حضرت رضا علیہ السلام کی زیارت اس ماہ کے بہترین اعمال میں سے ہے۔ زائر محترم کو حرم میں سجدہ شکر بجالانا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس مقدس مقام پر شرف یاب ہونے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ سجدہ صرف خداوند تعالیٰ کی ذات برحق کے لئے سزاولا ہے۔

* اگر ممکن ہو سکے تو کھڑے ہو کر زیارت نامہ پڑھیں۔
* اگر نماز جماعت کا موقع ہے تو نماز کو زیارت پر مقدم کریں۔
* اگر زائرین کرام کی بھیڑ ہو تو ضریح مقدس کو بوسہ دینے کے لئے ایک طرف سے قطار کی صورت میں جانا چاہئے۔ بوسہ دے کر پیچھے ہٹ جانا چاہئے، تاکہ بعد میں آنے والے زائرین بھی زیارت سے فیضیاب ہو سکیں۔

وطن واپسی پر دوستوں اور رشتہ داروں کے لئے سوغات لے جانا مستحب ہے۔

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

اِذَا سَافَرَ اَحَدُکُمْ فَقَدِمَ مِنْ سَفَرِہٖ فَلْیَأْتِ اَھْلَہٗ بِمَا تَیَسَّرَ وَلَوْ بِالْحَجَرِ.

"جب بھی سفر پر جاؤ تو واپسی پر اپنے خاندان والوں کے لئے کوئی نہ کوئی سوغات ضرور لے کر آؤ اگرچہ پتھر ہی کیوں نہ ہو۔"

کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب بھی تنگدست ہوتے تو اپنے رشتہ داروں کے پاس جاتے تھے اور اپنی ضرورت کی چیزیں لے آتے تھے۔ ایک دفعہ آپ تنگدست ہوئے تو رشتہ داروں کے پاس گئے اور دیکھا کہ وہ مجھ سے بھی زیادہ تنگ دست ہیں وہاں سے خالی ہاتھ لوٹے۔ جب اپنے گھر کے قریب پہنچے تو اپنے گدھے سے نیچے اترے اور خرجین کو پتھروں سے بھرا تاکہ بی بی سارہ کا دل نہ ٹوٹے اور یہ خیال نہ کرے کہ میں خالی ہاتھ لوٹ آیا ہوں۔

جب آپ گھر میں داخل ہوئے خرجین اتار کر رکھ دیں اور خود نماز میں مشغول ہو گئے

آپ کی ہمسر سارہ نے خرجین کو ٹٹولا جو آٹے سے بھری ہوئی تھی۔ وہاں سے کچھ آٹا نکال کر گوندھا اور روٹیاں پکائیں۔

حضرت ابراہیم سے کہا: نماز سے جلدی فارغ ہوں تاکہ کھانا کھائیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا:

آٹا کہاں سے لائی ہو؟

بی بی سارہ نے کہا: خروجین سے نکالا ہے۔

فَرَفَعَ رَأْسَهُ اِلَى السَّمَآءِ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنَّكَ الْخَلِيْلُ.

''حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنا سر آسمان کی طرف بلند کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

خدایا! گواہی دیتا ہوں تو میرا دوست و خلیل ہے۔

کافی میں نقل ہوا ہے:

هَدِيَّةُ الْحَاجِ مِنْ نَفَقَتِهِ الْحَجِّ.

''حاجی جو ہدیہ وسوغات وغیرہ لاتا ہے وہ اس کے حج کے اخراجات میں شمار ہوتا ہے۔''

# زیارت حضرت رضا علیہ السلام

مجلہ زائر میں زیارت حضرت رضا علیہ السلام کی اہمیت کے بارے میں میرا مقالہ پندرہ قسطوں میں چھپ چکا ہے یہاں پر اس کا خلاصہ نقل کرتا ہوں۔

## پہلی فضیلت

حضرت رضا علیہ السلام کی زیارت حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت پر فضیلت رکھتی ہے۔

شاہزادہ عبدالعظیم حسنی کہتا ہے:

میں نے حضرت جواد علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ میں حیران و پریشان ہوں کہ حضرت سید الشہداء کی زیارت سے مشرف ہوں یا آپ کے پدر بزرگوار کی زیارت کے لئے جاؤں۔

آپ نے فرمایا: تھوڑا انتظار کرو۔ آپ اندر داخل ہوئے جب باہر نکلے تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ احتمالاً اپنے باپ کی جدائی میں آنسو بہا رہے تھے۔

آپ نے فرمایا: حضرت سید الشہداء امام حسینؑ کے زائرین بہت زیادہ ہیں لیکن میرے باپ کی زیارت کرنے والے بہت کم ہیں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ میرے باپ کی زیارت افضل ہے کیونکہ حضرت ابا عبداللہ

الحسینؑ کی زیارت پر تمام لوگ جاتے ہیں لیکن میرے پدر بزرگوار کی زیارت کے لئے صرف آپ کے خاص شیعہ جاتے ہیں۔

کیونکہ شیعوں کا ہر فرقہ امام حسین علیہ السلام کو مختلف جہات مثلاً راہ خدا میں شہادت یا حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کا فرزند ہونے کی وجہ سے محترم سمجھتا ہے۔ شیعوں کے دوسرے فرقہ کیسانیہ، زیدیہ، اسماعیلیہ اور واقفیہ وغیرہ حضرت سید الشہداء امام حسینؑ کی امامت کو قبول کرتے ہیں، جب کہ حضرت رضا علیہ السلام کو ماننے والا شیعوں کا یہی فرقہ ہے جو آپؑ کی ولایت وامامت کا مقصد ہے ان کی تعداد بھی باقیوں کی نسبت کم ہے، لہذا روایات میں ان کے لئے عارِفاً بِحَقِّہٖ ذکر ہوا ہے یعنی انہیں واجب الاطاعۃ امام سمجھیں۔

## دوسری فضیلت

حضرت رضا علیہ السلام زائرین کے کو تمام انبیاء واولیاء اور آئمہ علیہ السلام کے زائرین پر فضیلت حاصل ہے۔

سلیمان بن حفص کہتا ہے: میں نے حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: جو کوئی بھی میرے بیٹے علیؑ کی زیارت کرے گا اللہ تعالیٰ اسے ستر (۷۰) مبرور ومقبول حجوں کا ثواب عطا کرے گا۔

میں نے تعجب کرتے ہوئے کہا: ستر مقبول حجوں کا ثواب؟

آپ نے فرمایا: ہاں۔

پھر فرمایا: ستر ہزار مقبول حجوں کا ثواب اسے ملے گا۔

میں نے تعجب کرتے ہوئے پوچھا: کیا ستر ہزار مقبول حجوں کا؟

آپ نے فرمایا: بعض حج ایسے ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول نہیں ہوتے ہیں، لیکن جو بھی میرے بیٹے کی زیارت کرے گا یا ایک رات آپ کے مرقد کے پاس

گذارے گا وہ اس شخص کی مانند ہے جس نے عرش پر خدا کی زیارت کی ہو۔

پھر میں نے تعجب کرتے ہوئے پوچھا: کیا وہ اس کی طرح ہے جس نے خدا کی عرش پر زیارت کی ہو؟

آپؑ نے فرمایا: روزِ قیامت گذشتگان میں سے چار افراد حضرت نوح، حضرت ابراہیم حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آخری زمانہ میں سے محمدؐ، علیؑ، حسنؑ اور حسین علیہم السلام عرشِ خدا کے اردگرد ہوں گے اور یہ محفل جاری رہے گی یعنی ان کے علاوہ اور بھی وہاں پر حاضر ہوں گے۔

قبور آئمہ علیہم السلام کے زائرین اسی محفل میں ہمارے ہمنشین ہوں گے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں:

اَلا اِنَّ اَعْلاھَا دَرَجَۃً وَاَقْرَبَھُمْ حَبْوَۃً زُوَّارُ قَبْرِ وَلَدِی عَلِی.

''بے شک بلند ترین درجہ اور بہترین ہدیہ وعنایت میرے بیٹے علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کے زائرین کے ساتھ مخصوص ہے۔''

## تیسری فضیلت

حضرت رضا علیہ السلام کے زائر کو ضمانت دی گئی ہے کہ اس کے گذشتہ و آئندہ تمام گناہ اللہ تعالیٰ معاف فرمادے گا۔

امام جواد علیہ السلام فرماتے ہیں: جو شخص میرے پدر بزرگوار کی توس میں زیارت کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے گذشتہ آئندہ گناہ معاف کردے گا۔ روزِ قیامت اس کا منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منبر کے سامنے لگایا جائے گا۔ وہ بڑے آرام وسکون سے اس منبر پر بیٹھے گا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے آخری بندے تک حساب کتاب لے لے گا۔

اس روایت میں دو جہتیں ہیں:

* گناہوں کی بخشش

* حساب کتاب میں آسانی

## چوتھی فضیلت

آپ کی زیارت کی چوتھی فضیلت گناہوں کی بخشش کا سامان ہے۔

ایک خراسانی شخص حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کرتا ہے: یابن رسول اللہ میں نے خواب میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے، جو انہوں نے مجھے فرمایا:

کہ جب میرے بدن کا حصہ تمہاری سرزمین پر دفن ہوگا تو اس وقت تم کس طرح سے میری امانت کی حفاظت کروگے؟

حضرت رضا علیہ السلام فرماتے ہیں: میں تمہاری سرزمین میں دفن کیا جاؤں، ان کے جسم کا حصہ میں ہوں۔

اس کے بعد فرماتے ہیں: جو بھی میری معرفت کا حق واجب (یعنی ہماری اطاعت) ادا کرتے ہوئے میری زیارت کرے گا تو میں اور میرے اجداد روزِ قیامت اس کی شفاعت کریں گے اور روزِ قیامت وہ نجات پا جائے گا۔

## پانچویں فضیلت

حمزہ ابن حمران امام صادق علیہ السلام سے نقل کرتا ہے کہ آپ نے فرمایا:

جو بھی میرے پوتے کی معرفت کا حق ادا کرتے ہوئے توس میں اس کی زیارت کرے گا اسے ان ستر شہداء کا درجہ دیا جائے گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمرکاب جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے ہیں۔

میں نے عرض کیا: آپ پر قربان جاؤں۔
ان کے حق کی شناخت کس طرح سے ہوگی؟

آپ نے فرمایا:

یَعْلَمُ اَنَّهٗ اِمَامٌ مُفْتَرَضُ الطَّاعَةِ غَرِیْبٌ شَهِیْدٌ.

"یہ جاننا کہ وہ واجب الاطاعۃ امام ہے اور غریب الوطنی میں شہید ہوا ہے۔"

صحابی نے کہا:

حضرت امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ فلاں شخص کہتا ہے کہ میں نے امامؑ کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ میں انیس دفعہ حج وعمرہ بجالا چکا ہوں۔

آپ نے اسے کہا: ایک اور حج وعمرہ بجالاؤ تا کہ تمہیں حضرت سید الشہداء کی زیارت کے برابر ثواب ملے۔

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: اب بتاؤ تمہیں بیس مرتبہ حج وعمرہ بجالانا زیادہ محبوب ہے یا امام حسین علیہ السلام کے ساتھ محشور ہونا پسند کرو گے؟

میں نے کہا: امامؑ کے ساتھ محشور ہونا زیادہ محبوب ومقصود ہے۔

آپ نے فرمایا: پس امام حسینؑ کی زیارت پر جاؤ۔

بعض روایات میں امام حسین علیہ السلام کی زیارت کا ثواب ہزار حج کے برابر ذکر ہوا ہے۔

حضرت عائشہؓ روایت نقل کرتی ہے: کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اگر کوئی شخص میرے فرزند حسینؑ کی زیارت کرے گا تو اسے پیغمبر کے نوے حج وعمرہ کا اجر وثواب عطا کیا جائے گا لیکن یہ بات ذہن میں رہے کہ حضرت رضا علیہ السلام کی زیارت کا ثواب ایک لاکھ حج کے ثواب کے برابر ہے۔

## ساتویں فضیلت

جو شخص حضرت رضا علیہ السلام کے حق کو پہچانتے ہوئے آپ کی زیارت بجالاتا ہے اسے ایک لاکھ شہداء ومجاہدین کا ثواب دیا جائے گا، جنہوں نے راہ خدا میں جہاد کیا ہو گا اس کے علاوہ ایک لاکھ حج کا بھی ثواب عطا کیا جائے گا۔

اباصلت ہروی کہتا ہے: میں نے حضرت رضا علیہ السلام سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: خدا کی قسم! ہم سب قتل کیے جائیں گے یا شہید ہوں گے۔

میں نے پوچھا: آقا! آپ کو کون قتل کرے گا۔

آپ نے فرمایا: میرے زمانے کا شریر ترین شخص مجھے زہر سے قتل کرے گا۔ پھر مجھے دیار غربت میں دفن کردے گا۔

اَلَا فَمَنْ زَارَنِیْ فِیْ غُرْبَتِیْ کَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ اَجرَمَاَةُ اَلْفِ شَهِیْدٍ وَمَائَةِ اَلْفِ حَاجٍ وَمُعْتَمِرٍ وَمِائَةِ اَلْفِ مُجَاهِدٍ وَ حُشِرَفِیْ زُمْرِتِنَا وَجَعَلَ فِی الدَّرَجَاتِ مِنَ الْجَنَّةِ رَفِیْقَنَا۔

"آگاہ ہو جاؤ گے جو کوئی بھی عالم غربت میں میری زیارت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے ایک لاکھ شہید، ایک لاکھ صدیق، ایک لاکھ حج وعمرہ اور ایک لاکھ مجاہد کا ثواب عطا کرے گا۔ وہ ہمارے ساتھ محشور ہو گا۔ بہشت کے عالی درجات میں ہمارا دوست ہو گا۔"

## آٹھویں فضیلت

حضرت رضا علیہ السلام کے زائر پر آتش جہنم حرام ہے اور اس کا ثواب بہشت بریں ہے۔

علی بن مہار کہتا ہے: میں نے حضرت جواد علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ مولا!

حضرت رضا علیہ السلام کی زیارت کا اجر وثواب کیا ہے؟

آپ نے فرمایا:

اَلْجَنَّۃُ وَاللّٰہِ.

خدا کی قسم! اس کا اجر وثواب بہشت خلد ہے۔

عَنْ عَبْدِالْعَظِیْمِ الْحَسَنِی قَالَ: اَبَا جَعْفَرِ الثَّانِی یَقُوْلُ: مَا زَارَنِی اَبِی اَحَدٌ فَاَصَابَہُ اَذیً مِنْ مَطَرٍ اَوْ بَرْدٍ اَوْ حَرٍّ اِلاَّ حَرَّمَ جَسَدَہُ عَلَی النَّارِ.

''شاہزادہ عبدالعظیم حسنی کہتا ہے: میں نے حضرت جواد علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کوئی بھی میرے باپ کی زیارت کے لئے نہیں جائے گا پس وہ بارش، گرمی اور سردی کی وجہ سے تکلیف ہوگی البتہ اللہ تعالیٰ اس کا جسم آگ پر حرام کردے گا۔''

## نویں فضیلت

قیامت کے دن کوئی بھی کسی کو یاد نہیں کرے گا ہر کسی کو اپنی پڑی ہوگی لیکن حضرت رضا علیہ السلام اپنے زائرین کو نجات دلانے کی فکر میں ہوں گے۔

قیامت کے روز تین مقامات ایسے ہوں گے جہاں پر کوئی کسی کو یاد نہیں کرے گا۔ ہر کوئی اپنی فکر میں ہوگا۔

* میزان عمل، آیا عاقبت اچھی ہے یا نہیں۔

* پل صراط، یعنی پل صراط سے عبور کر جائے گا۔

* نامہ اعمال لینے کا وقت، آیا نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا یا بائیں میں۔

حضرت رضا علیہ السلام فرماتے ہیں: ان تین خطرناک موارد میں، میں اپنے زائرین

کی مدد کے لئے پہنچوں گا اور ان کی شفاعت کروں گا۔

قال الرضا علیہ السلام:

مَنْ زَارَنِی عَلٰی بُعْدِ دَارِی اَتَیْتُهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فِی ثَلَاثِ مَوَاطِنَ حَتّٰی

اُخَلِّصَهُ مِنْ اَهْوَالِهَا.

اِذَا تَطَایَرَتِ الْکُتُبُ یَمِیْنًا وَ شِمَالاً عِنْدَ الصِّرَاطِ وَالْمِیْزَانِ.

''حضرت رضا علیہ السلام فرماتے ہیں:

''جو شخص دور سے میری زیارت کرتا ہے روز قیامت تین مقامات پر اس کی مدد

کے لئے پہنچوں گا اور اسے ان تین مشکلات سے نجات دلاؤں گا۔''

* جب نامہ اعمال دائیں یا بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔

* پل صراط عبور کرتے وقت۔

* جس وقت اعمال تولے جائیں گے۔

## دسویں فضیلت

روز قیامت لوگوں کے اعمال دیکھے جائیں گے لیکن حضرت رضا علیہ السلام کا زائر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بڑے آرام سے منتظر بیٹھا ہوگا، تا کہ لوگوں کا حساب وکتاب ختم ہو جائے۔

تیسری فضیلت میں یہ ذکر ہوا تھا کہ گذشتہ وآئندہ کے گناہ بخش دیئے جائیں گے لیکن اس جگہ بیان ہوا کہ اس کا محاسبہ وحساب کتاب نہیں ہوگا۔

ابراہیم جعفری، مہران سے نقل کرتا ہے کہ میں نے حضرت امام جواد علیہ السلام سے سوال کیا کہ جو شخص آپ کے والد بزرگوار کی زیارت کے لئے جائے گا اسے کیا اختیار دیا جائے گا؟

آپ نے فرمایا: میرے باپ کی زیارت کرنے والے کے گذشتہ و آئندہ کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

## گیارہویں فضیلت

حضرت امام رضا علیہ السلام کی زیارت غموں کو دل سے دھو ڈالتی ہے۔

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ:

سَتُدْفَنُ بِضْعَةٌ مِنِّىْ بِخُرَاسَانَ مَازَارَهَا مَكْرُوْبًا اِلَّا نَفَّسَ اللّٰهُ كُرْبَتَهُ وَلَا مُذْنِبَ اِلَّا غَفَرَ اللّٰهُ ذُنُوْبَهُ.

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

''عنقریب میرے جسم کا ٹکڑا خراسان میں دفن کیا جائے گا کوئی بھی مغموم شخص اس کی زیارت نہیں کرے گا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے دل سے غم کو دور کر دے گا اور کوئی بھی گناہ گار اس کی زیارت کے لئے نہیں آئے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دے گا۔''

اس بناء پر زندگی کے اس متلاطم سمندر میں غموں کے طوفانوں نے اسے خطرے میں ڈال رکھا ہے لہٰذا حضرت رضا علیہ السلام کی زیارت معرفت کے ساتھ کرنے سے انسان طوفانوں سے محفوظ رہ سکتا ہے اور ناپسندیدہ صفات سے دل کو صاف کر سکتا ہے اور اپنے لئے سامان آخرت فراہم کر سکتا ہے؟

## بارہویں فضیلت

علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کے زائرین کے لئے شفاعت منتظر ہے۔

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

اولین و آخرین میں سے ہر کوئی روز قیامت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

شفاعت کا محتاج ہے۔ پس تمام لوگوں کو شفاعت کی ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَا یَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰی.

حضرت رضا علیہ السلام فرماتے ہیں:

لَا یَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰی دِیْنَهُ.

"شفاعت نہیں کریں گے مگر جن لوگوں کا آئین و دین خدا پسند فرمائے۔"

حضرت رضا علیہ السلام کی زیارت زائرین کے لئے شفاعت کا موجب بنے گی۔

حسین بن فضال اپنے باپ سے نقل کرتا ہے کہ میں نے حضرت رضا علیہ السلام سے سنا: آپ نے فرمایا: مجھے زہر سے قتل کریں گے اور میں غریب الوطنی میں دفن ہوں گا۔

میں نے جو کہا ہے: کہ میرے پدر بزرگوار نے اپنے والد گرامی سے اور انہوں نے اپنے آباء اور انہوں نے رسول گرامی اسلام سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

اَلَا فَمَنْ زَارَنِیْ فِیْ غُرْبَتِیْ کُنْتُ اَنَا وَ آبَائِیْ شُفَعَاؤُهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَمَنْ کُنَّا شُفَعَاءُهُ نَجِیَ وَلَوْ کَانَ عَلَیْهِ مِثْلُ وِزْرِ الثَّقَلَیْنِ.

"آگاہ ہو جاؤ جو شخص بھی عالم غربت میں میری زیارت کرے گا میں اور میرے آباء گرامی روز قیامت اس کی شفاعت کریں گے اور جس کی ہم نے شفاعت کر دی وہ نجات پا جائے گا اگر چہ اس کے گناہ جن و انسان کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔"

## تیرہویں فضیلت

امام رضا علیہ السلام کی زیارت کرنا حج وعمرہ، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سید الشہداء اور موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی زیارت سے افضل ہے۔

محمد بن سلیمان کہتا ہے: میں نے حضرت جواد علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا:

ایک شخص اپنا حج واجب انجام دے چکا ہے اور عمرہ بھی پڑھ چکا ہے۔ واپسی پر رسول اللہ کی زیارت سے شرفیاب ہوا ہے، اس کے بعد نجف گیا ہو وہاں پر حضرت علی کی زیارت کی پھر امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی زیارت سے شرف یاب ہوا ہوں۔ اب بھی میری مالی حالت اتنی اچھی ہے کہ میں دوبارہ حج وعمرہ بجالا سکتا ہوں۔ آپ بتائیں کہ مجھے حج پر جانا بہتر رہے یا توس میں حضرت رضا علیہ السلام کی زیارت پر جاؤں؟

قَالَ یَاتِی خُرَسَانَ فَیُسَلِّمُ عَلٰی اَبِیْ اَفْضَلُ وَلْیَکُنْ ذٰلِکَ فِی رَجَبِ.

''فرمایا: جو شخص ماہ رجب میں خراسان جا کر میرے پدر بزرگوار کی زیارت کرے گا یہ افضل ہے۔''

## چودہویں فضیلت

حضرت رضا علیہ السلام کے حرم میں مخصوص شرائط کے ساتھ نماز بجالانا ہے حاجت کے پورا ہونے کا موجب ہے۔

صقر بن دلف کہتا ہے: حضرت ہادی علی بن محمد بن علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا:

جو شخص اپنی حاجات پوری ہونے کے لئے خدا کے حضور دعا کرتا ہے۔ اسے غسل کر کے حضرت رضا علیہ السلام کے حرم میں جا کر بالا سر کی طرف کھڑے ہو کر دو رکعت نماز پڑھنی چاہئے۔

اس کی قنوت میں جو مانگے گا اللہ تعالیٰ اسے عطا کرے گا۔ بشرطیکہ وہ کام حرام یا قطع رحم نہ ہو۔

مزید فرمایا: کہ حضرت رضا علیہ السام کی ملکوتی بارگاہ جنت کے مکانوں میں سے ایک

مکان ہے جو مومن بھی اس کی زیارت کرے گا اللہ تعالیٰ اسے آتش جہنم سے محفوظ رکھے گا اور جنت عطا کرے گا۔

## پندرہویں فضیلت

امام رضا علیہ السلام کی زیارت کے مذکورہ فضائل آپ کی اپنی زبان سے نقل ہوئے ہیں، البتہ اس بات کی طرف متوجہ رہیں امام ہشتم کی زیارت کے فضائل مذکورہ عناوہ بن میں منحصر و محدود نہیں ہیں۔ آپ کی زیارت کے بہت زیادہ فضائل ہیں جنہیں اس مختصر کتاب میں بیان کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

حضرت رضا علیہ السلام فرماتے ہیں:

جو شخص بھی اس مقام پر میری زیارت کرے گا گویا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی ہے، روز قیامت میں اور میرے آبائے کرام اس کے شفیع ہوں گے۔

وَهٰذِهِ الْبُقْعَةُ رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ وَمُخْتَلَفِ الْمَلَائِكَةِ لَا يَزُولُ فَوْجٌ يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَفَوْجٌ يَصْعَدُ اِلٰى اَنْ يَنْفَعَ فِي الصُّوْرِ.

"میرا مرقد جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے اور فرشتوں کی رفت و آمد کی جگہ ہے۔ روز قیامت تک مسلسل گروہ در گروہ کی صورت میں نازل ہوتے رہیں گے اور آسمان کی طرف پرواز کرتے رہیں گے۔"

## حضرت رضاؑ کے حرم میں دو رکعت نماز پڑھنے کی فضیلت

اباصلت ہروی کہتا ہے: حضرت رضا علیہ السلام نے فرمایا ہے: میں بہت جلد زہر کے ساتھ شہید کیا جاؤں گا اور میری قبر ہارون کی قبر کے پہلو میں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ میری قبر کو ہمارے اہل بیت اور شیعوں کے لئے رفت و آمد کا مقام قرار دے گا۔ جو بھی اس عالم غربت میں میری زیارت کرے گا تو میرے اوپر واجب ہو جائے گا کہ میں روز قیامت اس کی

زیارت کروں۔

اس ذات کی قسم جس نے محمدؐ کو احترام بخشا اور انہیں اپنی نبوت کے لئے چنا ہے جو کوئی بھی میری قبر کے نزدیک دو رکعت نماز پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دے گا۔

میری قبر کے زائرین روزِ قیامت اللہ کے نزدیک محبوب ترین لوگوں میں شامل ہوں گے۔ جو مومن بھی میری زیارت کرتا ہے اگر آسمان سے ایک قطرہ اس کے چہرے پر پڑے گا تو اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اس کے بدن پر جہنم کی آگ حرام کر دے گا۔

# زائرین پر حضرت رضاؑ کی کرامات وعنایات

اس حصے کو دو حصوں پر تقسیم کیا گیا ہے۔

پہلا حصہ ان کرامات و معجزات پر مشتمل ہے جو آپ کی ظاہری حیات سے مربوط ہیں جب کہ دوسرا حصہ ان کرامات پر مشتمل ہے جو آپ کی شہادت کے بعد ظہور پذیر ہوئے ہیں۔

## (1) معجزہ: تمہارے سوالات کے یہ ہیں جوابات

حسین بن علی وشاء کہتا ہے:

میں واقفی مذہب کا پیروکار تھا۔ ایک رات خراسان سے کچھ کپڑا اور دوسری تجارتی اشیاء لے کر مرو گیا۔ میں نے ایک سیاہ غلام کو دیکھا جو نزدیک آ کر مجھے کہتا ہے:

میرے آقا نے فرمایا ہے تمہارے پاس جو بردیمنی ہے وہ ہمیں دے دو تا کہ اپنے اس غلام کو کفن دے سکوں جو دنیا سے چل بسا ہے۔

میں نے پوچھا: تمہارا آقا کون ہے؟

اس نے کہا: علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام

میں نے کہا: بردیمنی اور دوسرے کپڑوں میں فروخت کر چکا ہوں۔ غلام چلا گیا پھر دوبارہ واپس آ گیا اور کہا: بردیمانی تیرے پاس ہے۔

میں نے کہا: مجھے معلوم نہیں ہے۔ غلام چلا گیا۔ پھر تیسری مرتبہ واپس لوٹا۔ آ کر کہتا

ہے: فلاں بوری میں پڑی ہوئی ہے۔ میں نے اپنے آپ سے کہا اگر یہ بات سچ ہے تو یہ امامت پر واضح دلیل ہے۔

میں نے اپنے غلام سے کہا: جاؤ وہ بوری لے کر آؤ۔ غلام وہ بوری اٹھا لایا۔

بوری کا منہ کھولا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ بردیمانی دوسرے کپڑوں کے ساتھ پڑی ہوئی ہے۔ میں نے وہ اٹھا کر اسے دے دی اور کہا: اس کی قیمت نہیں لوں گا۔

غلام نے کہا: وہ چیز جس کے تم مالک نہیں ہو کیوں بخش رہے ہو؟

تمہاری فلاں لڑکی نے یہ چادر تمہیں دی تھیں کہ اسے فروخت کر دینا اور ان پیسوں سے ایک فیروزہ اور سیاہ رنگ پتھر کا نگینہ خرید کرلے آنا۔ یہ اس چادر کی قیمت ہے تمہاری بیٹی نے تمہیں جو کچھ خریدنے کے لئے کہا تھا وہ خرید لینا۔

یہ واقعہ سن کر میں حیران و پریشان ہو کر رہ گیا اور اپنے آپ سے کہا میرے کچھ مسائل ہیں، وہ بھی میں ان سے پوچھوں گا۔ میں نے وہ مسائل لکھ کر اپنی آستین میں رکھے اور آنحضرت کے گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔ اتفاق سے میرا ایک دوست میرے ساتھ تھا لیکن وہ میرا ہم عقیدہ نہیں تھا لیکن اسے اس واقعہ کی کوئی اطلاع نہیں تھی۔ جب ہم ان کے دروازے پر پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ بہت سے عرب افسر اور سپاہی آپ کی خدمت میں حاضر تھے۔ میں بھی ایک گوشے میں جا کر بیٹھ گیا۔ کچھ وقت گذرنے کے بعد سوچا کہ واپس چلتا ہوں۔

اسی دوران ایک غلام آیا اور لوگوں کی طرف بڑے غور سے دیکھنے کے بعد پوچھتا ہے کہ دختر الیاس کا بیٹا کون ہے؟

میں نے کہا: میں ہوں۔

فوراً اس نے ایک پیکٹ نکالا اور مجھے دیتے ہوئے کہتا ہے: اس لفافے میں آپ کے ان سوالات کے تفصیلی جوابات موجود ہیں، جو آپ پوچھنا چاہتے تھے۔ میں نے وہ لفافہ پکڑا اور فوراً کھولا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ اس میں موجود کاغذ پر میرے تمام سوالات کے تفصیلی جوابات

تحریر ہیں۔

اسی وقت میں نے کہا: میں اللہ اور اس کے رسول کو گواہ بناتا ہوں کہ آپ حجت خدا ہیں۔

توبہ واستغفار کرتے ہوئے وہاں سے چل پڑا۔ میرا دوست مجھ سے پوچھتا ہے: کہاں جارہے ہو؟

میں نے کہا: میری حاجت پوری ہوگئی ہے، اس لئے واپس جارہا ہوں۔

ان سے ملاقات کرنے کے لئے دوبارہ ان کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔

## (2) معجزہ: ہرنوں نے امام علیہ السلام کو سلام کیا

ابراہیم بن شبرمہ کہتا ہے:

ایک دن حضرت رضا علیہ السلام اس مقام پر آئے جہاں ہم رہتے تھے۔ ہم نے ان کی امامت کے بارے میں بحث کی۔ جب وہاں سے وہ روانہ ہوئے تو میں اور میرا دوست (یعقوب سراج کا بیٹا) آپ کے پیچھے پیچھے چل پڑے۔ جب ایک خیابان میں داخل ہوئے تو اچانک ہرنوں کا جھنڈ دیکھا۔ آنحضرت نے ان میں سے ایک کی طرف اشارہ کیا، وہ ہرن فوراً آپ کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔ امام علیہ السلام نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اسے اپنے ایک غلام کو پکڑا دیا۔

ہرن چراگاہ کی طرف جانے کے لئے مضطرب تھا۔ امام علیہ السلام نے اس سے کوئی بات کی تو وہ آرام سے کھڑا ہوگیا۔

اس کے بعد ہماری طرف دیکھتے ہوئے فرمایا: کیا ابھی بھی ایمان نہیں لاؤ گے؟

میں نے عرض کیا: اے میرے آقا! مولیٰ! آپ لوگوں پر حجت خدا ہیں۔

میں نے جو کچھ کہا تھا اس سے توبہ کرتا ہوں۔ اس کے بعد آپؑ نے ہرن سے فرمایا:

چلے جاؤ۔ ہرن نے گریہ کرتے ہوئے اپنے آپ کو امام کے ساتھ رگڑا اور اپنی چراگاہ کی طرف لوٹ گیا۔

اس کے بعد آپ نے ہماری طرف دیکھتے ہوئے فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے اس نے کیا کہا ہے؟

میں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔

آپ نے فرمایا: ہرن نے یہ کہا ہے کہ جب آپ نے مجھے اپنے پاس بلایا تھا تو میں اس امید سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ آپ میرا گوشت تناول فرمائیں۔ اب جب کہ آپ نے مجھے جانے کا حکم دیا ہے میں افسردہ ہو گیا ہوں۔

امامؑ ان لوگوں کی رہنمائی کرتے ہیں جو راہ راست سے منحرف ہوتے ہیں یعنی امام انہیں ان کی غلطی کی طرف متوجہ کرتے ہیں لیکن وہ ضدی قسم کے منحرفین اپنی گمراہی پر باقی رہتے ہیں۔

حسن بن وشاء کہتا ہے:

حضرت رضا علیہ السلام نے مجھے مرو طلب فرمایا:

حسن! علی بن حمزہ بطائنی آج دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔ انہیں دفن کر دیا گیا ہے۔

ابھی اس کی قبر میں دو فرشتے داخل ہوئے ہیں۔

انہوں نے پوچھا ہے: تمہارا پروردگار کون ہے؟

اس نے کہا: خدا۔

تمہارا پیغمبر کون ہے؟

جواب دیا: حضرت محمد بن عبداللہ۔

تمہارا پہلا امام کون ہے؟

کہا: علی بن ابی طالب۔

دوسرا امام کون ہے؟

جواب: حسن مجتبیٰ علیہ السلام۔

پھر پوچھا: تیرا امام کون ہے؟

جواب دیا: امام حسین علیہ السلام۔

چوتھا: امام کون ہے؟

کہا: امام زین العابدین علی بن حسین علیہ السلام۔

پوچھا: پانچواں امام کون ہے؟

جواب دیا: امام محمد باقر علیہ السلام۔

پوچھا: چھٹا امام کون ہے؟

جواب دیا: امام صادق علیہ السلام۔

ساتواں امام کون ہے؟

جواب دیا: موسیٰ بن جعفر علیہ السام۔

ان کے بعد کون ہے؟

یہاں پر اس کی زبان لکنت زدہ ہوگئی۔ فرشتوں نے اسے شکنجوں میں جکڑا ہے۔ پھر سوال کیا کہ امام ہفتم کے بعد کون سا امام ہے۔ وہ خاموش کھڑا رہا۔ اسے آگ کا تازیانہ مارا جس کی وجہ سے اس کی قبر قیامت تک آگ میں جلتی رہے گی۔

حسن بن وشاء کہتا ہے:

میں آنحضرت سے الگ ہوگیا۔ اس تاریخ کو لکھ لیا۔ کچھ عرصہ بعد جب کوفہ واپس آیا تو پتہ چلا کہ اسی روز اس کی وفات ہوئی اور اسی وقت دفن کیا گیا تھا۔

## (3) معجزہ: فرزند پیغمبر خراسان پہنچ چکے ہیں

عبدالرحمن صفوانی کہتا ہے: میں ایک کاروان کے ساتھ خراسان سے کرمان گیا۔ دوران سفر راہزنوں نے ہمارا راستہ روک لیا۔ ہمارے کاروان میں ایک مال دار شخص تھا، اسے وہ اٹھا کر لے گئے۔ کافی عرصہ تک اسے سردی میں کھڑے رکھا۔ اس کا منہ برف سے بھر کر اسے شکنجے دیتے رہے اور اس سے ایک مقدار رقم کا مطالبہ کرتے رہے۔

اس قبیلہ کی ایک عورت نے اس پر رحم کھایا اور کھول کر آزاد کر دیا۔ وہاں سے رہائی پانے کے بعد وہ شخص سیدھا خراسان واپس لوٹ گیا۔ خراسان میں اس نے سنا کہ حضرت رضا علیہ السلام نیشاپور تشریف لا چکے ہیں۔

خواب میں دیکھتا ہے کہ کوئی اسے کہہ رہا ہے فرزند پیغمبر خراسان پہنچ چکے ہیں ان کے پاس جاؤ اور انہیں اپنی تکلیف بتاؤ۔ وہ ضرور تمہارا علاج کریں گے۔

حالت خواب میں حضرتؑ کی خدمت میں شرفیاب ہوا، اور انہیں اپنی مشکل و بیماری بتائی تو انہوں نے فرمایا کہ فلاں گیاہ ودانہ (یعنی زیرہ اور پودینہ) نمک ڈال کر کوٹ لو۔ دو تین مرتبہ منہ میں رکھو گے تو صحت یافتہ ہو جاؤ گا۔

نیند سے اٹھنے کے بعد اس دارو دوا کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ سیدھا نیشاپور پہنچا۔

نیشاپور پہنچ کر حضرت کے بارے میں پوچھا لوگوں نے کہا وہ یہاں سے تشریف لے جا چکے ہیں اور اب رباط سعد میں قیام پذیر ہیں۔ وہاں گیا تا کہ امام سے اپنی مرض کی دوا لے سکوں۔ جب ان کی خدمت میں شرفیاب ہوا۔ سارا ماجرا ان کی خدمت میں عرض کیا اور بتایا کہ اب زبان میں لکنت کی وجہ سے تکلیف ہے لہذا آپ کی خدمت میں گذارش کرتا ہوں کہ کوئی علاج بتائیں۔

**فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامَ اَلَمْ اُعَلِّمْکَ؟**

"آپؑ نے فرمایا: کیا تمہیں بتا نہیں چکا ہوں؟"

**اِذْهَبْ فَاسْتَعْمِلْ مَا وَصَفْتُهُ لَکَ فِي مَنَامِکَ.**

"جاؤ جو کچھ خواب میں تمہیں بتا چکا ہوں اس پر جا کر عمل کرو ٹھیک ہو جاؤ گے۔"

میں نے کہا: کیا ممکن ہے کہ ایک دفعہ دوبارہ بتا دیں؟

آپ نے فرمایا: زیرا اور پہاڑی پودینہ نمک ملا کر کوٹ لو۔ اسے دو تین مرتبہ منہ میں رکھنا ٹھیک ہو جاؤ گے۔

وہ شخص کہتا ہے: میں نے یہی کام کیا تو اس مرض سے شفایاب ہو گیا۔

صفوانی کہتا ہے: بعد میں اس شخص کو دیکھا اس سے سارے حالات پوچھے اس نے اس طرح میرے سامنے نقل کیے۔

## (4) معجزہ: امام علیہ السلام میری خواہش کو بھانپ گئے

ریان بن صلت کہتا ہے: جب میں عراق واپس جانا چاہتا تھا تو میں نے ارادہ کیا کہ حضرت رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر انہیں الوداع کہوں اور ان سے ایک پیراہن لوں، جسے اپنے کفن میں رکھوں گا نیز کچھ درہم لوں تا کہ اپنی بیٹیوں کے لئے انگوٹھیاں خرید سکوں۔

جب حضرت کی خدمت میں پہنچا تو الوداع ہوتے وقت آنکھوں میں اس قدر آنسو جاری ہوئے کہ جو چیز مانگنا چاہتا تھا وہ بھول گیا۔

جب وہاں سے نکلنے لگا تو امام علیہ السلام نے مجھے اپنے پاس بلایا اور فرمایا: ریان! کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں تمہیں ایک پیراہن دوں جسے تم اپنے کفن میں رکھ سکو؟ اور یہ بھی چاہتے تھے کہ مجھ سے کچھ درہم لے کر اپنی بچیوں کی انگوٹھیاں خرید و گے؟

میں نے عرض کیا: میرے آقا! آپ کی خدمت میں شرفیاب ہونے سے پہلے ایسا ہی ارادہ تھا لیکن آپ سے جدائی کے غم نے مجھے نڈھال کر دیا، جس کی وجہ سے اپنے مطالبات

بھول گیا ہوں۔

آپ نے جس تکیہ کے ساتھ ٹیک لگائی ہوئی تھی اسے تھوڑا سا ایک طرف ہٹا کر ایک پیراہن نکال کر مجھے دیا اور سجادہ کو ایک طرف اٹھا کر وہاں سے کچھ درہم اٹھا کر مجھے دیئے۔ جب میں نے ان درہموں کو شمار کیا تو وہ تیس درہم تھے۔

## (5) معجزہ: تیری کنیز سے بچہ پیدا ہوگا

عبداللہ محمد ہاشمی کہتا ہے: ایک دن میں مامون کے پاس گیا اس نے مجھے اپنے ساتھ بٹھایا۔ اس نے حکم دیا سب وہاں سے چلے گئے۔ اس کے بعد کھانا لایا گیا۔ پردہ لٹکایا گیا۔ وہ خدمتگار جو پس پردہ تھا اسے حکم دیتا ہے کہ حضرت رضا علیہ السلام کے بارے میں مرثیہ پڑھو اس نے چند ایک شعر پڑھے:

سَقْيًا بِطُوسَ مَنْ اَضْحٰى بِهَا قَطَعًا

مِنْ عِتْرَةِ الْمُصْطَفٰى اَلْقٰى لَنَا حُزْنًا

اَعْنِى اَبَا الْحَسَنِ الْمَاكول ان له

حَقًا عَلٰى كُلِّ مَنْ اَضْحٰى بِهَا شَجَنًا

مامون نے گریہ کیا، اس کے بعد کہتا ہے: اے عبداللہ! تمہارے اور میرے خاندان والے مجھے سرزنش کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کو کیوں اپنا ولی عہد بنایا ہے؟ اب میں سارا واقعہ تیرے سامنے نقل کرتا ہوں کہ سن کر حیران رہ جاؤ گے۔

کہتا ہے کہ ایک دن میں حضرت رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: میری ایک کنیز ہے جس کا نام زاہریہ ہے، میں اسے بہت چاہتا ہوں۔ کسی بھی دوسری کنیز کو اس پر برتری نہیں دیتا ہوں، وہ کئی بار حاملہ ہوئی ہے لیکن سقط ہو جاتا ہے۔ کیا آپ کے پاس کوئی علاج ہے کہ اس دفعہ اس کا بچہ سقط نہ کرے؟

آپ نے فرمایا: اس دفعہ اپنے فرزند کے سقط ہونے کے بارے میں پریشان نہ ہو، کیونکہ بہت جلد اس کنیز سے تمہارا بچہ پیدا ہوگا جو ہو بہو اپنی ماں کے مشابہہ ہوگا۔ اس کی ظاہری علامت یہ ہے کہ اس کے دائیں ہاتھ اور بائیں پاؤں کی ایک ایک چھوٹی انگلی زیادہ ہوگی۔

میں نے اپنے آپ سے کہا: خدا ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

جب وضع حمل کا وقت نزدیک آ گیا تو میں نے دائی سے کہا: جونہی بچہ پیدا ہو جائے خواہ وہ لڑکا ہو یا لڑکی اسے میرے پاس لے آنا۔

جب بچہ پیدا ہوا تو دائی اس بچے کو میرے پاس لائی جو بہت خوبصورت تھا اور اس کے دائیں ہاتھ اور بائیں پاؤں کی ایک ایک چھوٹی انگلی زیادہ تھی۔ مامون! عبداللہ سے کہتا ہے: اب انصاف تمہارے ہاتھ میں دیتا ہوں کہ اتنی قدر و منزلت رکھنے والے امام کو میں نے اپنا ولی عہد بنایا ہے، وہ لوگ کیوں مجھے ملامت و سرزنش کرتے ہیں؟

پس ہمیں اس نکتے کی طرف متوجہ ہونا چاہئے کہ وہ امام جب ان کا قاتل ان کی طرف دست نیاز بڑھاتا تو اسے خالی نہیں موڑتے ہیں۔ پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ کے چاہنے والے زائرین جب دست نیاز ان کے سامنے پھیلائیں تو وہ خدا کے حضور ان کی شفاعت نہ کریں اور ان کی حاجت بر نہ لائیں؟ ؎

دستان را کجا کنی محروم!
تو کہ بادشمنان نظر دادی

"اے میرے آقا و مولیٰ! آپ اپنے دوستوں کو کیسے اپنے لطف و کرم سے
محروم رکھ سکتے ہیں جب کہ آپ تو اپنے دشمنوں پر نظر احسان فرماتے ہیں:"

## (6) معجزہ: مجھے معلوم ہے کہ تم کس غرض سے آئے ہو

ابو محمد غفاری کہتا ہے: میں نے کسی سے بہت زیادہ قرض اٹھایا ہوا تھا جسے واپس کرنے کی مجھ میں طاقت نہیں تھی۔

ایک دن میں نے اپنے آقا سے کہا: اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں ہے کہ امام علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کی بارگاہ میں پناہ لوں اور ان سے مدد مانگوں۔

علی الصبح ان کے گھر کی طرف روانہ ہوا۔ جب ان کے دروازے پر پہنچا اور اندر حاضر ہونے کی اجازت مانگی۔ اجازت ملنے کے بعد اندر داخل ہوا۔

قبل اس کے کہ میں آنحضرت سے کوئی بات کرتا انہوں نے خود فرمایا: مجھے معلوم ہے کہ تم کس غرض سے آئے ہو اور تیری کیا ضرورت و حاجت ہے۔

آپ نے فرمایا: تیرے قرض کی ادائیگی میرے ذمے ہے۔

افطار کا وقت ہو گیا تھا۔ کھانا لائے۔ ہم نے افطار کیا۔ آپ نے فرمایا: آج رات ادھر رہو گے یا جانا چاہتے ہو؟

میں نے کہا: اگر میری حاجت پوری فرمائیں گے تو چلا جاؤں گا۔

آپ نے قالین کے نیچے سے مٹھی بھر پیسے اٹھا کر مجھے دیئے۔ میں نے روشنی میں جا کر دیکھا تو وہ سرخ و زرد دینار تھے۔

جب پہلا دینار اٹھایا تو اس پر لکھا ہوا تھا پچاس دینار تجھے دیئے گئے ہیں ان میں سے چھبیس دینار قرض ادا کرو اور چوبیس دینار تمہارے اہل و عیال کے اخراجات کے لئے ہیں۔

اس دن صبح کے وقت جب ان کو شمار کیا تو وہ پورے پچاس دینار تھے لیکن وہ درہم جس کے اوپر لکھا ہوا تھا ان میں موجود نہیں تھا۔ (عیون اخبار الرضا، ج۲، ص ۲۱۸)

## (7) معجزہ: تیرے دونوں فرزند زندہ رہیں گے

عبداللہ بن حارثہ کہتا ہے: میرے گھر میں دس سے زیادہ بچے پیدا ہوئے، لیکن تمام

کے تمام مر گئے۔

ایک سال اعمال حج بجالانے کے بعد امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے سرخ رنگ کا لباس پہنا ہوا تھا۔

میں نے سلام کیا: ان کے دست مبارک کو بوسہ دیا۔ کچھ مسائل پوچھے آپ نے ان کا جواب مرحمت فرمایا۔ اس کے بعد عرض کیا کہ میرے بچے زندہ نہیں رہتے ہیں مر جاتے ہیں؟

امام علیہ السلام تھوڑی دیر کے لئے سر نیچے جھکا کر مناجات کرتے رہے۔ اس کے بعد فرمایا: مجھے امید ہے کہ اس سفر سے واپسی پر آپ کے ہاں ایک فرزند ہو گا جس سے ابھی آپ کی بیوی حاملہ ہے اور اس کے بعد ایک اور فرزند ہو گا یہ دونوں زندہ رہیں گے۔ آپ ان سے بہرہ مند ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے دعا قبول کرتا ہے وہ ہر کام پر قدرت رکھتا ہے۔

جب میں سفر سے لوٹا تو میری بیوی (جو میری ماموں زاد تھی) کے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔ میں نے اس کا نام ابراہیم رکھا اور بعد میں پیدا ہونے والے بچے کا نام محمد رکھا اور اس کی کنیت ابوالحسن رکھی۔

ابراہیم تیس سال اور محمد چوبیس سال زندہ رہا اس کے بعد مریض ہو گئے۔ اسی دوران میں حج پر چلا آیا تو دونوں ابھی تک مریض تھے۔ دو ماہ بعد ابراہیم مہینے کے اول میں اور محمد آخر میں دنیا سے چل بسے، حالانکہ ان سے پہلے پیدا ہونے والے ایک ماہ سے زیادہ زندہ نہیں رہتے تھے۔ اس کا باپ ان کے مرنے کے ڈیڑھ سال بعد دنیا سے چل بسا۔

## (8) معجزہ: ہندی کو عربی زبان یاد کرنا

ابو اسماعیل ہندی کہتا ہے: میں نے ہندوستان میں سنا تھا کہ زمین پر خدا کی حجت ضرور ہوتی ہے۔ یہ معلوم کرنے کے لئے گھر سے چلا۔ جب مدینہ پہنچا تو علی بن موسیٰ الرضا علیہ

السلام کی طرف راہنمائی کی گئی۔ جب میں ان کی خدمت میں پہنچا تو چونکہ مجھے عربی زبان نہیں آتی تھی۔ میں نے ہندی زبان میں سلام عرض کیا: امام رضا علیہ السلام نے ہندی زبان میں ہی سلام کا جواب دیا:

اس کے بعد میں نے عرض کیا: ہندوستان میں سنا تھا کہ زمین پر خدا کی حجت ہے جو عربستان کے لوگوں میں سے ہے۔ لہٰذا مجھے آپ کی طرف بھیجا گیا ہے۔

امام علیہ السلام نے ہندی زبان میں کہا: وہ میں ہی ہوں جس کی تلاش میں تم نکلے ہو۔ جو بھی سوال پوچھنا چاہتے ہو مجھ سے پوچھو؟

وہاں سے روانگی کے وقت میں نے عرض کیا: مجھے عربی زبان نہیں آتی ہے، آپ خدا سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ یہ زبان مجھے الہام فرمائے، تاکہ لوگوں کے ساتھ عربی زبان میں گفتگو کر سکوں۔ آپ نے اپنا دست مبارک میرے ہونٹوں پر ملا اسی وقت مجھ میں یہ قدرت پیدا ہو گئی تھی کہ میں لوگوں سے عربی زبان میں بات چیت کر سکتا تھا۔

## 9- معجزہ: آپؑ نے مولود کا نام عمر کیوں رکھا؟

احمد بن عمر کہتا ہے: حضرت رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: میری بیوی حاملہ ہے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ مجھے بیٹا عطا کرے۔

آپ نے فرمایا: تمہارے ہاں بیٹا پیدا ہوگا اس کا نام عمر رکھنا۔

میں نے عرض کیا: آقا! میں نے سوچا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے بیٹا عطا کیا تو میں اس کا نام علی رکھوں گا۔ میرے گھر والوں نے بھی یہی کہا ہے اگر تمہارے ہاں لڑکا پیدا ہو تو اس کا نام علی رکھنا۔

آپ نے فرمایا: جیسے میں نے کہا ہے ویسے ہی کرو۔ اس کا نام عمر رکھو۔

جب میں کوفہ پہنچا تو پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بیٹا عطا کیا ہے۔ اس کا نام انہوں

نے علی رکھا ہوا تھا۔ میں نے اس کا نام تبدیل کر کے عمر رکھ دیا۔

میرے ہمسائیوں نے کہا: آج کے بعد تمہارے بارے میں کوئی جو بھی کہے گا ہم اس کی بات پر یقین کریں گے۔

اس کے بعد میں متوجہ ہوا کہ امام علیہ السلام کس قدر میرے بارے میں دل سوز تھے۔ انہوں نے بطور تقیہ میرے بیٹے کا مذکورہ نام انتخاب کیا ہے۔

## (10) معجزہ: مقام ولایت کے اعتراف کا ثمرہ

امام محمد تقی علیہ السلام فرماتے ہیں:

حضرت رضا علیہ السلام کا ایک صحابی مریض ہو گیا۔ آپ اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ اور اس سے پوچھا: تمہارا کیا حال ہے؟

اس نے کہا: اپنی موت آنکھوں کے سامنے مجسم دیکھ رہا ہوں۔

آپ نے فرمایا: موت کو کس طرح سے دیکھتے ہو؟

اس نے عرض کیا: بہت ناگوار طاقت فرسا۔

آپ نے فرمایا: جو کچھ تم نے دیکھا ہے وہ موت کی نشانی ہے تا کہ تو موت سے آشنا ہو سکے۔ لوگ دو طرح کے ہوتے ہیں:

* اِسْتَرِیحَ (آرام وابتراحت کرنے والا)
* مُسْتَرَاحٌ بِہٖ (جس سے دوسروں کو آرام وراحت میسر آئے)

بعض لوگ موت کے ذریعے دنیا کی مشکلات سے راحت ہو جاتے ہیں اور بعض ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کے مرنے سے دوسرے لوگوں کو سکون و آرام ملتا ہے۔

اب تم خدا پر اپنے ایمان کی تجدید کرو اور مقام ولایت کا اعتراف کرو تا کہ ان لوگوں میں سے ہو جاؤ جن کے لئے موت سامان آرام وراحت ہے۔

اس صحابی نے آپ کے حکم کی تعمیل کی اسی وقت عرض کرتا ہے: یابن رسول اللہ! ملائکہ آپ کے سامنے کھڑے آپ کو سلام عرض کررہے ہیں: آپ انہیں اجازت مرحمت فرمائیں، تاکہ وہ بیٹھ جائیں۔

آپ نے فرمایا: اے میرے پروردگار کے فرشتو! بیٹھ جاؤ۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا: ان سے پوچھو: کیا تمہیں کھڑا رہنے کا حکم دیا گیا ہے؟

اس نے عرض کیا: میں نے سوال کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر تمام فرشتے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں تو آپ کے احترام میں اس وقت تک کھڑے رہیں گے جب تک آپ بیٹھنے کی اجازت نہیں فرمائیں گے۔

اللہ تعالٰی نے انہیں یہی حکم دیا ہے۔ اسی دوران اس صحابی کی آنکھیں بند ہوگئیں۔ زندگی کے آخری لمحات میں عرض کرتا ہے۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَابْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ!

اب میری آنکھوں کے سامنے آپ رسول اللہ اور آئمہ ہدی کے تمثال مبارک مجسم ہیں۔ اس نے یہ بات کہی اور دنیا سے چل بسا

## (11) معجزہ: دعبل شاعر حضرت رضا علیہ السلام کے آستانہ پر

حضرت رضا علیہ السلام کے مخصوص شاعر دعبل خزاعی کہتا ہے: جب میں نے حضرت رضا علیہ السلام کی شان میں اپنا قصیدہ "تائیہ" پڑھا۔ جس کا ایک شعر یہ ہے۔

مَدَارِسُ اٰیَاتٍ خَلَتْ مِنْ تِلَاوَۃٍ

وَمَنْزِلُ وَحْیٍ مُقْفِرُ الْعَرَصَاتِ

"وہ گھر جن میں اہل بیت علیہم السلام آیات کی تفسیر فرماتے تھے وہ مخالفین کے ظلم وستم کی وجہ سے تلاوت قرآن سے خالی ہوچکے ہیں، کیونکہ جس جگہ وہ

آیات کی تفسیر کرتے تھے وہ وحی الٰہی کے نازل ہونے کا مقام تھا، لیکن اب ایک طویل عرصے سے وہ مقامات عبادت وہدایت سے خالی اور ویران ہو گیے ہیں۔"

عبل کہتا ہے: جب میں مندرجہ ذیل اشعار پر پہنچا: ۔

خُرُوْجُ اِمَامٍ لاَ مُحَالَةَ وَاقِعٌ

يَقُوْمُ عَلَى اِسْمِ اللّٰهِ بِالْبَرَكَاتِ

يُمَيِّزُ فِيْنَا كُلَّ حَقٍّ وَبَاطِلٍ

وَيَجْزِي عَلَى النَّعْمَاءِ وَالنِّقْمَاتِ

"ظہور امام کا امیدوار ہوں البتہ ان کا ظہور ضرور ہو گا وہ نام خدا، اس کی مدد اور برکتوں سے قیام کریں گے۔ حق و باطل کے درمیان تشخیص وتمیز دیں گے اور لوگوں کو ان کو اچھائی یا برائی کی جزا وسزا دیں گے۔"

دعبل کہتا ہے: جب میں نے یہ دو اشعار پڑھے تو حضرت رضا علیہ السلام نے بہت گریہ کیا۔ تھوڑی دیر بعد سر بلند کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اے خزاعی! روح القدس نے یہ دونوں اشعار تیری زبان پر جاری کیے ہیں۔ کیا تمھیں معلوم ہے وہ امام کون ہے؟

میں نے کہا: میرے آقا! مجھے معلوم نہیں ہے۔ صرف اتنا سنا ہوا ہے کہ آپ کے خاندان سے ایک امام ظہور کرے گا۔ دنیا کو عدل وانصاف سے پر اور فساد سے خالی کر دے گا۔

آپ نے فرمایا:

اَلْاِمَامُ بَعْدِي مُحَمَّدٌ ابْنِي وَبَعْدَ مُحَمَّدٍ اِبْنُهُ عَلِيٌّ وَبَعْدَ عَلِيٍّ ابْنُهُ الْحَسَنُ وَبَعْدَ الْحَسَنِ ابْنُهُ الْحُجَّةُ الْقَائِمُ الْمُنْتَظَرُ وَفِي غَيْبَتِهِ.

"میرے بعد میرا بیٹا محمدؑ امام ہے اس کے بعد اس کا بیٹا علیؑ اور علیؑ کے بعد اس کا بیٹا حسن عسکری علیہ السلام اور اس کے بعد اس کا بیٹا حجت امام ہوگا جس کو ظہور قطعی ہے۔"

اگر دنیا صرف ایک روز کے لئے باقی رہ جائے تو خداوند تعالیٰ اس دن کو اتنا لمبا کر دے گا تا کہ امام ظہور فرمائیں اور دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے حالانکہ دنیا ظلم و جور سے پر ہو چکی ہوگی۔

وَاَمَّا مَتٰی.

ان کا ظہور کس وقت ہو۔ وقت کا معین کرنا ابھی سے ممکن نہیں ہے۔

میرے پدر بزرگوار اپنے جد بزرگوار علی علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا: آپ کی اولاد اطہار میں سے قائم کا کب ظہور ہوگا؟

آپ نے فرمایا: جس طرح قیامت کا علم صرف خدا کو ہے اور کسی کو نہیں۔ ان کے ظہور کے بارے میں بھی صرف خدا کو علم ہے۔ ان کا ظہور اچانک ہوگا۔

عیون اخبار الرضا علیہ السلام کی روایت کے مطابق دعبل نے جب درج ذیل شعر پڑھا: ۔

اَرٰی فَیْئَهُمْ فِیْ غَیْرِهِمْ مُتَقَسَّمًا

وَاَیْدِیْهُمْ مِنْ فَیْئِهِمْ صِفْرَاتِ

"میں دیکھ رہا ہوں کہ ان کے حقوق خمس وغنائم وغیرہ دوسروں میں تقسیم ہو رہے ہیں اور ان کے ہاتھ ان کے حق میں خالی ہیں۔"

امام علیہ السلام نے جب یہ شعر سنا تو فرمایا: آپ کا یہ گریہ لوگوں کی گمراہی اور احکام الٰہی پر عمل نہ ہونے اور سادات کی پریشانی کی وجہ سے تھا۔ دنیا کے لئے نہیں تھا کیونکہ دنیا کی اہمیت آپ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں ہے۔

یہ احتمال بھی ہے کہ مذکورہ شعر روز عاشورا کے بارے میں ہو کیونکہ اس دن اہل بیت پیغمبر کے اموال یزید نے لوٹ لئے تھے اور وہ انہیں واپس لینے پر دسترس نہیں رکھتے تھے۔

دعبل نے جب درج شعر پڑھا تو امام نے فرمایا: اے دعبل! آپ نے سچ کہا ہے۔

اِذَا وُتِـــرُوْا مَـدُّوا اِلَـــی وَاتِـــرِیْهِمْ
اَکُــفًّـــا عَـنِ الْاَوْتَـــارِ مُـنْـقَـبِـضَـــاتِ

''جب خاندان پیغمبر پر ظلم ہوتا ہے یا انہیں شہید کر دیتے ہیں یا ان کا حق چھین لیتے ہیں تو یہ خون بہا یا دیت لینے پر قادر نہیں ہیں، بلکہ اپنے نحیف و لاغر ہاتھ ان ظالموں کی طرف بڑھاتے ہیں لیکن ان سے انتقام نہیں لے سکتے۔''

امام علیہ السلام نے غصے میں آ کر اپنے دست مبارک ملتے ہوئے فرمایا:

ہاں! خدا کی قسم! جو ظلم و زیادتیاں ہمارے اوپر ہوئی ہیں یا ہو رہی ہیں ان کا بدلہ لینے پر دسترس نہیں ہے۔

دعبل جب اس شعر تک پہنچا کہ:

لَـقَـدْ خِـفْـتُ فِـی الـدُّنْـیَـا وَ اَیَّـامِ سَـعْـیِـهَـا
وَاِنِّـــی لَاَرْجُــوْا الْاَمْـــنَ بَـعْـــدَ وَفَـــاتِـــی

''خدا کی قسم! بے شک دنیا اور مشکلات سے پر ایام کی وجہ سے دشمنوں سے ڈرتا ہوں مجھے امید ہے الٰہی رہبروں کی شفاعت کی وجہ سے مرنے کے بعد عذاب الٰہی سے محفوظ رہوں گا۔''

امام علیہ السلام فرماتے ہیں: اے دعبل! روز قیامت خدا تجھے محفوظ رکھے۔

دعبل جب اس شعر پر پہنچا:

وَقَبْـــرٌ بِـبَـغْـــدَادٍ لِـنَـــفْـــسٍ زَکِـیَّـةٍ
تَـضَـمَّـنَـهَـــا الـرَّحْـمٰـنُ فِـی الْـغُـرُفَـاتِ

"بغداد میں دلیر شخص اور نفس زکیہ کی قبر سے کی قبر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے بہشتی مکانات میں سے ایک مکان قرار دیا ہے۔"

یہ امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی قبر کی طرف اشارہ ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے دعبل! کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تمہارے قصیدے میں دو شعروں کا اضافہ کردوں تاکہ تمہارا قصیدہ مکمل ہو جائے۔

وَقَبْرٌ بِطُوْسٍ يَا لَهَا مِنْ مُصِيْبَةٍ

اَلَحَّتْ عَلَى الْاَحْشَاءِ بِالزَّفَرَاتِ

اِلَى الْحَشْرِ حَتّٰى يَبْعَثَ اللّٰهُ قَائِمًا

يُفَرِّجُ عَنَّا الْغَمَّ وَالْكُرُبَاتِ

"ایک قبر طوس میں ہوگی اس پر کیا کیا مصیبتیں نازل ہوں گی، دلوں میں آتش حسرت کا اضافہ ہوگا، ایسی آتش جو روز محشر تک شعلہ ور رہے گی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ قائم آلِ محمدؐ کا ظہور فرمائے گا، جو اپنے چاہنے والوں کے دلوں سے غموں کا غبار دھوڈالے گا۔"

اَللّٰهُمَّ عَجِّلْ فَرَجَهُ الشَّرِيْفَ.

دعبل کہتا ہے: مولیٰ! وہاں پر کس کی قبر ہوگی؟

قَالَ الرِّضَا قَبْرِى وَلَا تَنْقَضِىَ الْاَيَّامُ وَاللَّيَالِى حَتّٰى يَصِيْرَ طُوْسٌ مُخْتَلَفُ شِيْعَتِىْ وَزُوَّارِىْ اَلَا فَمَنْ زَارَنِىْ فِىْ غُرْبَتِىْ بِطُوْسٍ كَانَ مَعِىْ فِىْ دَرَجَتِىْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَغْفُوْرًا لَهُ.

"آپ نے فرمایا: وہاں پر میری قبر ہوگی، ایک دن ایسا آئے گا کہ شہر طوس ہمارے زائرین اور محبین کی آمد و رفت کی جگہ ہو جائے گی۔ بے شک جو کوئی بھی عالم غربت میں شہر طوس میں میری زیارت کرے گا وہ شخص روز قیامت

مقام ومرتبہ میں میرے ساتھ ہوگا اور اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔"

اس کے بعد علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام اپنی جگہ سے اٹھے اور دعبل سے کہا یہاں بیٹھے رہو۔ آپ اندر داخل ہوئے، تھوڑی دیر گذرنے کے بعد آپ کا غلام کچھ درہم لایا جن پر آپ کے نام کا ٹھپہ لگا ہوا تھا اور کہتا ہے:

آقا فرماتے ہیں: انہیں اپنے اخراجات کے لئے سنبھال کر رکھو۔

دعبل کہتا ہے: خدا کی قسم! یہ قصیدہ معاوضہ لینے کے لئے نہیں لکھا ہے اور اس نے وہ دینار واپس کر دیئے اور درخواست کرتا ہے کہ ممکن ہو سکے آقا ایک استعمال شدہ لباس بطور تبرک عطا فرمادیں۔

امام علیہ السلام نے وہ تھیلی جبہ کے ساتھ واپس پلٹا دی اور فرمایا: ان پیسوں کی تمہیں ضرورت پڑے گی۔ البتہ اب واپس نہ لوٹانا۔

دعبل نے دیناروں کی تھیلی اور جبہ سنبھالا اور مرو سے ایک قافلے کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ ابھی کچھ منزلیں ہی سفر طے کیا تھا کہ راہزنوں نے راستہ روک لیا اور ان کا سب کچھ لوٹ لیا۔ جب لوٹا ہوا مال آپس میں تقسیم کر رہے تھے تو ان میں ایک راہزن نے دعبل کا یہ شعر بطور مثال پڑھا:

أَرىٰ فَيئَهُمْ فِي غَيْرِهِم مُتَقَسِّمًا
وَأَيْدِيَهُمْ مِنْ فَيئِهِم صَفِرَاتِ

"میں دیکھ رہا ہوں کہ ان کے اموال، خمس وغنائم وغیرہ دوسروں میں تقسیم ہو رہے ہیں اور صاحبان حق خالی ہاتھ ہیں۔"

دعبل نے جب یہ شعر سنا تو پوچھا: کیا تمہیں معلوم ہے یہ شعر کس نے کہا ہے؟

انہوں نے کہا: یہ دعبل بن علی خزاعی ایک عرب نے لکھا ہے۔

دعبل نے کہا: وہ شخص میں ہی ہوں جس نے یہ قصیدہ لکھا ہے۔ راہزنوں کا رئیس اور

لیڈر اہل بیت پیغمبرؐ کے محبوں میں سے تھا، وہ بلندی پر نماز پڑھ رہا تھا۔ ایک راہزن نے اپنے سردار کو اطلاع دی کہ اس قافلے میں ایک شخص دعبل خزاعی ہے۔ ان کا لیڈر خود دعبل کے پاس آیا اور پوچھا: کیا تم دعبل ہو؟

راہزنوں کے رئیس نے کہا: اپنا قصیدہ سناؤ۔

قصیدہ سننے کے بعد ان کا رئیس حکم دیتا ہے کہ انہیں کھول دو۔ انہوں نے اس قافلے والوں سے جو کچھ لوٹا تھا۔ دعبل کے صدقے واپس مل گیا۔

دعبل جب قم پہنچا تو اہل قم نے وہی قصیدہ سننے کی خواہش کا اظہار کیا دعبل نے کہا تمام لوگ جامعہ مسجد میں اکٹھے ہو جائیں، تا کہ میں آپ لوگوں کو قصیدہ سناؤں۔

جب لوگ اکٹھے ہو گئے تو آپ نے قصیدہ پڑھا۔ لوگوں نے آپ کو بہت سے روپے دیے جب لوگوں نے امام ہشتم کے جبہ کے بارے میں سنا تو انہوں نے کہا یہ جبہ ایک ہزار سرخ دینار میں ہمیں فروخت کر دو۔ لیکن دعبل نے قبول نہ کیا۔

لوگوں نے کہا: اس جبے کے کچھ حصے ہزار سرخ دینار میں بیچ دو۔ اس نے پھر بھی قبول نہ کیا اور قم سے روانہ ہو گیا۔

جونہی وہ شہر کی حدود سے نکلا تو کچھ عرب نوجوانوں نے اس کا راستہ روک لیا اور ان سے جبہ چھین لیا۔

دعبل وہاں سے قم واپس آ گیا اور درخواست کی کہ وہ جبہ مجھے واپس کیا جائے۔ انہوں نے کہا: یہ محال ہے لیکن ہزار دینار ہم سے لے سکتے ہو۔

دعبل نے قبول نہ کیا اور درخواست کی کہ اس جبے کا کچھ حصہ اسے لوٹایا جائے۔ انہوں نے دعبل کی گذارش قبول کر لی۔ جبے کا کچھ حصہ اور کچھ پیسے اسے دے دیے۔

دعبل جب اپنے وطن واپس پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ چوروں نے اس کا سارا گھر لوٹ لیا ہے، مجبوراً اس نے وہ دینار جن پر آنحضرت کا نام تھا آپ کے دوستوں کے ہاتھ فروخت

کئے اور ہر دینار کے مقابلے میں سو درہم لیا۔ اس طرح سے اس کے پاس دس ہزار درہم بن گئے۔ اس وقت اسے امام علیہ السلام کی بات یاد آئی کہ آپ نے فرمایا تھا کہ ان دیناروں کی تمہیں ضرورت پڑے گی۔

اس کی ایک لڑکی (جسے وہ بہت چاہتا تھا) کی آنکھ میں سخت تکلف ہو گئی۔ اسے کئی طبیبوں کے پاس لے گئے۔ انہوں نے معائنہ کرنے کے بعد کہا: اس کی دائیں آنکھ قابل علاج نہیں کیونکہ اس کی بینائی ختم ہو چکی ہے۔ البتہ بائیں آنکھ کے بارے میں کوشش کرتے ہیں۔ امید ہے کہ معالجہ کرنے سے ٹھیک ہو جائے گی۔

دعبل کو جب یہ پتا چلا تو بہت پریشان ہوا، اور بیٹی کی بینائی ختم ہونے کے غم میں مسلسل آنسو بہاتا رہا۔ اسے یاد آیا آنحضرت کے جبے کا کچھ حصہ (جو چوروں سے واپس ملا تھا) موجود ہے۔ اس نے وہ ٹکڑا اپنی بیٹی کی آنکھوں پر باندھ دیا۔

اگلے دن علی الصبح لڑکی جب نیند سے بیدار ہوئی اور جبے کا ٹکڑا اپنی آنکھوں سے کھولا۔ لڑکی کو حضرت علی بن رضا علیہ السلام کے صدقے شفا مل گئی اور اس کی آنکھیں پہلے سے بھی بہتر ہو گئیں۔

## (12) معجزہ: غفاری کا قرض ادا کرنا

غفاری کہتا ہے: آل ابی رافع کا ایک شخص (جو پیغمبر کا غلام مشہور تھا) کا میں مقروض تھا۔ اس نے قرض واپس لینے کا سختی سے مطالبہ کیا، لیکن میں اسے ادا کرنے کی طاقت و توانائی نہیں رکھتا تھا۔ میں نے صبح کی نماز مسجد رسول اللہ میں پڑھی وہاں سے سیدھا حضرت علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کے گھر کی طرف چل پڑا۔ جب میں آنحضرت کے گھر کے قریب پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ گھوڑے پر سوار اپنی ردا اٹھائے گھر سے نکل رہے ہیں، چونکہ جب میری نگاہ آنحضرت پر پڑی تو آپ کے سامنے حاجت بیان کرنے سے مجھے شرم آ رہی تھی۔

جب آنحضرت میرے قریب پہنچے تو کھڑے ہو گئے اور میری طرف دیکھا۔ میں نے آپ پر سلام کیا (ماہ مبارک رمضان تھا) میں نے عرض کیا: آپ پر قربان جاؤں آپ کے فلاں دوست کا میں مقروض ہوں۔ خدا کی قسم! اس نے مجھے رسوا کر رکھا ہے۔ یہ شکایت کرنے کے بعد میں نے خیال کیا کہ آپ اسے حکم دیں گے کہ وہ اپنا قرض مجھ سے نہ مانگے۔ خدا کی قسم! میں نے امام علیہ السلام سے یہ نہیں کہا تھا کہ فلاں مقدار مقروض ہوں۔

انہوں نے حکم دیا کہ میرے واپس آنے تک بیٹھ جاؤ۔ میں وہاں پر رک گیا۔ نماز مغرب ادھر ہی بجالائی۔ چونکہ روزے سے تھا اس لئے میرا دل تنگ ہو رہا تھا۔ سوچا واپس چلا جاؤں، کیا دیکھتا ہوں کہ آنحضرت چلے آ رہے ہیں اور آپ کے ارد گرد لوگوں کی بڑی بھیڑ ہے۔ آپ کے راستے میں گداگر بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے انہیں صدقہ دیا اس کے بعد وہ اپنے گھر میں داخل ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد باہر نکلے اور مجھے بلایا۔ میں اٹھ کر ان کے ساتھ گھر میں داخل ہوا۔ ہم ایک جگہ پر بیٹھ گئے۔ میں امیر مدینہ ابن میتب کے بارے میں گفتگو کرتا رہا۔ جب میری گفتگو ختم ہوئی تو آپ نے فرمایا: شاید آپ نے ابھی تک روزہ افطار نہیں کیا؟

میں نے عرض کیا: ابھی تک افطار نہیں کیا۔

آپ علیہ السلام نے میرے لئے کھانا منگوایا اور میرے سامنے رکھ دیا۔ اپنے غلام کو حکم دیا کہ وہ بھی میرے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھائے۔ پس میں اور اس غلام نے مل کر کھانا کھایا۔ جب ہم کھانے سے فارغ ہو چکے تو آپ نے فرمایا: اس گدے کو اٹھاؤ، اس کے نیچے جو کچھ ہو اسے اٹھا لو۔

میں نے گدا اٹھایا تو اس کے نیچے سے سونے کی اشرفیاں پائیں۔ انہیں اٹھا کر اپنی جیب میں رکھا۔ اس کے بعد آپ نے حکم دیا کہ چار غلام تمہارے ساتھ تمہیں گھر تک چھوڑنے جائیں۔

میں نے عرض کیا: آپ پر قربان جاؤں۔ ابن میتب کے پہرے دار راستے میں

کھڑے ہوتے ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ مجھے آپ کے غلاموں کے ساتھ دیکھیں۔

آپ نے فرمایا: تم نے درست کہا ہے۔

خدا تمہیں راہ حق کی طرف راہنمائی کرے۔ آپ نے غلاموں کو حکم دیا کہ اس کے ساتھ وہاں تک جاؤ جہاں تک یہ کہتا ہے۔ جہاں سے واپس جانے کا کہے گا وہاں سے واپس آ جانا، جب میں گھر کے قریب پہنچ گیا اور دل کو سکون ہو گیا کہ اب کوئی خطرہ نہیں ہے انہیں واپس بھیج دیا اور خود گھر میں داخل ہو گیا۔ جب ان اشرفیوں کو گنا تو ۱۴۸ اشرفیاں تھیں جب کہ میں ۱۴۸ اشرفیوں کا مقروض تھا۔

ان اشرفیوں میں سے ایک اشرفی کی چمک دمک نے میرا دل خوش کر دیا۔ اس اشرفی کو اٹھایا، چراغ کے نزدیک لے جا کر دیکھا تو اس پر بڑا واضح طور پر لکھا ہوا تھا۔ اس شخص کا قرض ۱۴۸ اشرفیاں ہیں، اور باقی تمہارے لئے ہیں۔

## (13) معجزہ: حضرت رضا علیہ السلام تشییع جنازہ میں

موسیٰ بن سیار کہتا ہے: میں حضرت رضا علیہ السلام کے ہمراہ تھا۔ جب ہم شہر توس کی دیواروں کے قریب پہنچے تو گریہ وفریاد کی آوازیں سنائی دیں۔ میں اس جستجو میں لگ گیا کہ یہ گریہ وزاری ہو رہی ہے، اچانک دیکھتا ہوں کہ ایک جنازہ لایا جا رہا ہے۔ آنحضرت بھی گھوڑے سے نیچے اترے اور جنازہ کی طرف آئے، اسے کاندھا دیا۔ اس کے ساتھ اس طرح سے چمٹ گئے جیسے بچہ اپنی ماں کے ساتھ چمٹا جاتا ہے۔ میری طرف رخ انور کر کے فرماتے ہیں:

مَنْ شَيَّعَ جَنَازَةَ وَلِيٍّ مِنْ أَوْلِيَائِنَا خَرَجَ مِنْ ذُنُوبِهِ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ لَا ذَنْبَ لَهُ.

"کوئی بھی ہمارے دوستوں کے جنازے کی تشییع کرتا ہے وہ گناہوں سے اس

طرح صاف ہو جاتا ہے جیسے ابھی پیدا ہوا ہو اس کا کوئی گناہ باقی نہیں رہتا۔"

آخر کار جنازہ قبر میں اتارا گیا۔ امام علیہ السلام نے لوگوں کو ایک طرف کیا تا کہ جنازہ کو دیکھ سکیں۔ اپنا ہاتھ میت کے سینہ پر رکھا اور فرمایا: اے فلاں! تجھے بشارت دیتا ہوں کہ آج کے بعد تمہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔

میں نے عرض کیا: آپ پر قربان جاؤں۔ کیا اس شخص کو پہچانتے ہو؟ حالانکہ یہ ایسی سر زمین ہے جہاں پر آپ تشریف نہیں لائے۔

آپ نے فرمایا: موسیٰ! کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ ہمارے شیعوں کے اعمال ہر صبح و شام ہمارے سامنے لائے جاتے ہیں۔

# شہادت کے بعد حضرت رضا علیہ السلام کے معجزات

## 14- معجزہ: شیخ محمد حسین نے حضرت رضاؑ کے ہاتھوں شفا پائی

شیخ محمد حسین (جو مرحوم مرزا محمود مجتہد شیرازی کے دوستوں میں سے تھے) حضرت امام رضا علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہونے کے لئے عراق سے روانہ ہوئے۔ جب مشہد مقدس پہنچے تو ان کے ہاتھ کی انگلی پر دانہ سا نکل آیا جس کی وجہ سے انہیں کافی تکلیف ہو رہی تھی۔ کچھ اہل علم حضرات انہیں ہسپتال لے گئے۔ وہاں ڈاکٹر نصرانی تھا۔

اس نے کہا: یہ انگلی فوراً کاٹ دیں ورنہ یہ بیماری سرایت کر جائے گا۔ پہلے تو آقا شیخ انگلی کٹوانے پر راضی نہ ہوئے۔

طبیب نے کہا: اگر کل آؤ گے تو کلائی سے کاٹنا پڑے گی۔ شیخ وہاں سے چلا گیا۔ درد شدت اختیار کر گئی۔ رات سے لے کر صبح تک نالہ و فریاد کرتا رہا۔ اگلے دن انگلی کٹوانے کے لئے راضی ہو گئے۔ انہیں ہسپتال لے جایا گیا۔ ڈاکٹر نے جب دیکھا تو کہا: ہاتھ کلائی سے کاٹنا پڑے گا۔

آقا شیخ نے کہا: میں صرف انگلی کٹوانے کے لئے حاضر ہوں۔

جراح نے کہا: اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ آج اگر کلائی سے ہاتھ نہیں کٹواؤ گے تو کل کاندھے سے بازو کاٹنا پڑے گا۔ آقا شیخ واپس لوٹ گئے۔ درد اور شدت اختیار کر گئی۔

اگلے دن وہ بازو کٹوانے کے لئے آمادہ ہو گئے۔ جب انہیں تیسری دفعہ سرجن کے پاس لے جانے کی لئے روانہ ہوئے تا کہ ان کا بازو کاندھے سے کٹوا دیا جائے۔ راستے میں آقا شیخ کہتے ہیں: اے دوستو! بیمارستان لے جانے سے پہلے مجھے حرم مطہر حضرت رضا علیہ السلام میں لے جائیں۔ انہیں حرم میں لے کر ایک طرف بیٹھا دیا گیا۔

آقا شیخ گریہ وزاری کرتے ہوئے حضرت سے شکایت کرتے ہیں: کیا یہ درست ہے کہ آپ کا ایک زائر اس مشکل میں گرفتار ہو اور آپ اس کی فریاد نہ سنیں؟

وَاَنْتَ الْاِمَامُ الرَّؤُوْف.

''حالانکہ آپ تو امام رؤف ہیں۔ آپ خاص کر اپنے زوار پر بہت زیادہ مہربان ہوتے ہیں۔

گریہ کرتے کرتے انہیں غشی طاری ہوئی وہ بے ہوش ہو گئے۔ عالم بے ہوشی میں حضرت رضا علیہ السلام سے ملاقات کرتے ہیں۔ آنحضرت نے اپنا دست مبارک اس کے کاندھے سے لے کر انگلیوں تک پھیرتے ہوئے فرمایا: تمہیں شفا مل گئی ہے۔

آقا شیخ جب ہوش وحواس میں آیا تو کیا دیکھتا ہے کہ اسے کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہے۔ ان کے دوست انہیں بیمارستان لے جانے کے لئے آئے۔ انہوں نے آنحضرت کے دست مبارک سے شفا پانے کا واقعہ انہیں نہیں بتایا۔ انہیں نصرانی سرجن کے پاس لے گئے۔

اس نے ہاتھ کا معائنہ کیا تو دانے کا نام ونشان تک نہیں تھا۔ اس نے خیال کیا شاید دوسرا ہاتھ تھا۔ دوسرے ہاتھ کو دیکھنے کے بعد کہتا ہے:

اے شیخ! کیا آپ نے حضرت مسیح علیہ السلام سے ملاقات کی ہے؟

شیخ نے فرمایا: میں ایسی ہستی سے ملا ہوں جس کا رتبہ حضرت مسیح سے کہیں بلند تر ہے اس نے مجھے شفا عنایت فرمائی ہے۔

اس کے بعد انہوں نے حضرت رضا علیہ السلام کے ہاتھوں شفا پانے کا پورا واقعہ نقل کیا۔

## (15) معجزہ: نصرانی بچے کو شفا کا ملنا

مؤلف کا مورد اعتماد ایک روحانی اپنے روحانی دوست سے نقل کرتا ہے۔

وہ کہتا ہے:

میں حرم مطہر سے باہر نکلا تو اچانک ایک خاتون کو دیکھا جو مجھ سے پہلے حرم سے باہر نکلی تھی، جب وہ حرم کے محیط سے نکل گئی تو اس نے اپنی چادر لپیٹ کر بیگ میں رکھ لی۔

میں اس کی یہ گستاخی برداشت نہ کر سکا۔

میں نے کہا: اے خاتون! کیا حجاب صرف حرم کی حدود تک ہے؟

اس نے بڑے ادب واحترام سے کہا: آقا! میں مسلمان نہیں ہوں۔

میں نے پوچھا: تمہارا دین کونسا ہے؟

اس نے کہا: میں نصرانی ہوں۔

میں نے پوچھا: حرم کیا لینے آئی ہو؟

اس نے کہا: میں اس لئے آئی تھی کہ حضرت رضا علیہ السلام کا شکریہ ادا کروں۔

میں نے پوچھا: کس لئے؟

اس نے کہا: میرا لڑکا معذور ہو گیا تھا۔ میں نے اس کا بہت زیادہ علاج ومعالجہ کروایا لیکن ذرا برابر فائدہ نہیں ہوا۔ اسی حالت میں وہ اسکول چلا گیا۔ اس کے ہم کلاس دوستوں نے اسے علاج ومعالجہ کے لئے کہا۔

اس نے کہا: میری والدہ مجھے بڑے بڑے سپیشلسٹ ڈاکٹروں کے پاس لے گئی لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا۔

اس کے دوستوں نے کہا: اپنی والدہ سے کہو کہ تجھے حضرت رضا علیہ السلام کے حرم میں لے جائے، وہاں سے تمہیں ضرور شفا ملے گی۔

میرا بیٹا جب اسکول سے واپس آیا تو روتے ہوئے کہتا ہے:

امی جان! تم نے کہا ہے کہ مجھے تمام ڈاکٹروں کے پاس لے گئی ہو لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا، لیکن ابھی مجھے مشہد میں امام رضا علیہ السلام کے پاس نہیں لے گئی ہو۔ میرے دوست کہتے ہیں وہ مریضوں کو شفا عطا کرتے ہیں۔

اس نے کہا: میرے پیارے بیٹے! امام رضا علیہ السلام مسلمانون کا علاج ومعالجہ کرتے ہیں، چونکہ ہم نصرانی ہیں اس لئے وہ ہماری طرف توجہ نہیں کریں گے۔

لیکن اس نے بہت اصرار کیا اور کہا: آپ مجھے وہاں لے جاؤ۔ وہ ضرور میری طرف توجہ کریں گے لیکن میں نے انکار کیا اس نے دوبارہ اصرار کیا۔ آخر کار روتے روتے وہ اپنے بستر پر لیٹ گیا۔

جب آدھی رات کا وقت ہوا تو اس نے آوازی دی۔ امی جان! امی جان! جلدی آؤ! میں جلدی جلدی اس کی طرف دوڑی۔

اس نے کہا: امی کیا آپ نے دیکھا کہ اس آقا نے میرا بھی علاج کیا ہے۔ وہ خود ہمارے گھر تشریف لائے ہیں اور کہتے ہیں: اپنی والدہ سے کہو جو بھی ہمارے دروازے پر آتا ہے ہم اس کا ضرور علاج کرتے ہیں۔

دوستان را کجا کنی محروم؟
تو کہ با دشمن این نظر داری

## (16) معجزہ: تین مرتبہ حضرت رضاؑ کی پا پیادہ زیارت

شہید آیت اللہ اور دستغیب شیرازی اپنی کتاب (داستانہای شگفت انگیز) میں نقل کرتے ہیں:

حیدر آقا تہرانی نے کہا: چند سال پہلے کی بات ہے کہ میں حضرت رضا علیہ السلام کے

حرم کے رواق میں بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے ایک بوڑھے مرد کو دیکھا جس کی کمر بڑھاپے کی وجہ سے جھکی ہوئی تھی۔ اس کے سر اور داڑھی کے بال سفید ہو چکے تھے اور اس کے ابرو اس کی آنکھوں پر ڈھلک چکے تھے۔ اس کے خضوع وخشوع نے مجھے اپنی طرف متوجہ کیا۔

وہ اپنی جگہ سے اٹھنا چاہتا تھا لیکن بڑھاپے کی وجہ سے اٹھنے سے عاجز تھا۔ میں نے کھڑے ہونے میں اس کی مدد کی۔ اس نے گھر کا پتہ پوچھا، تاکہ اسے گھر تک چھوڑ آؤں۔

اس نے کہا: مدرسہ خیرات خان میں میرا حجرہ ہے۔ میں اسے چھوڑنے کے لئے اس کے ساتھ گیا۔ مجھے اس کے ساتھ اُنس ہو گیا۔ میں ہر روز اس کے پاس جاتا تھا اور اس کے کاموں میں اس کا ہاتھ بٹاتا تھا۔ میں نے اس کے احوال پوچھے۔

اس نے کہا: میں جوانی سے لے کر آج تک ہر سال حضرت رضا علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہونے کے لئے حاضر ہوتا ہوں۔ کچھ عرصہ یہاں پر قیام کرتا ہوں پھر عراق واپس چلا جاتا ہوں۔ جوانی میں دو مرتبہ پیدل زیارت سے مشرف ہو چکا ہوں۔

نوجوانی میں پہلی مرتبہ جب میں زیارت سے مشرف ہونے کے لئے روانہ ہوا تو تین اور نوجوان ساتھی (جن کے ساتھ ایمانی جذبہ کی وجہ سے بچی دوستی تھی، اور ہم ایک دوسرے کو بہت چاہتے تھے) ایک فرسخ تک میرے ساتھ آئے، لیکن وہ آگے اپنا سفر جاری نہیں رکھ سکتے تھے۔ وہ حضرت رضا علیہ السلام کی زیارت سے مشرف نہ ہو سکنے کی وجہ سے سخت افسردہ تھے۔ مجھ سے الوداع ہوتے وقت خوب روئے اور کہتے ہیں:

تم جوان ہو یہ آپ کا پا پیادہ پہلا سفر ہے، ضرور آپ پر ان کی نظر لطف ہوگی۔ ہماری حاجت یہ ہے کہ ہم تینوں کی طرف سے امام علیہ السلام کی خدمت میں سلام عرض کریں اور اس مقدس مقام پر ہمیں یاد رکھنا۔

پس میں انہیں الوداع کہہ کر مشہد مقدس کی طرف چل پڑا۔ جب مشہد پہنچا تو اسی طرح تھکا ماندہ حرم مطہر میں مشرف ہوا۔ زیارت کے بعد ایک گوشہ میں بیٹھ گیا۔ میرے اوپر بے

ہوشی کی حالت عارض ہوئی۔ اسی حالت میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت رضا علیہ السلام کے ہاتھ میں بہت زیادہ رقعے ہیں جو تمام زائرین میں تقسیم فرما رہے ہیں۔ جب میری باری آئی تو مجھے چار رقعے عنایت فرمائے۔

میں نے پوچھا: مجھے چار رقعے کیوں دیئے ہیں؟

آپ نے فرمایا: ایک رقعہ تمہارے لئے اور باقی تینوں رقعے تمہارے دوستوں کے لیے ہیں۔

میں نے عرض کیا: مولیٰ! رقعے اس طرح سے تقسیم کرنا آپ کی شان کے خلاف ہے کسی اور کو حکم دیا ہوتا وہ یہ رقعے تقسیم کر دیتا۔

آپ نے فرمایا: یہ سارے لوگ مجھ سے امید لے کر آتے ہیں لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ خود ان کی خدمت کروں۔ اس کے بعد ان چار رقعوں میں سے ایک رقعہ میں نے کھول کر پڑھا: اس پر لکھا ہوا تھا:

بَرَائَةٌ مِنَ النَّارِ وَاَمَانٌ مِنَ الحساب وَدُخُولٌ فِی الْجَنَّةِ وَاَنَا ابْنُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ.

”آتش جہنم سے محفوظ ہو۔ حساب کتاب میں تمہیں کوئی مشکل نہیں ہوگی، اور جنت میں میرے ساتھ ہوگے، میں ہوں رسول اللہ کا فرزند۔

## (17) معجزہ: حضرت رضاؑ کے حرم میں رقیہ بنت الحسینؑ کی کرامت

حاج مرزا احمد رضائیان (جو مشہد میں متمول شخص تھا) کہتا ہے: تقریباً تیس سال پہلے کی بات ہے۔ بست پائین خیابان کے آخر میں میری دکان کے قریب ایک موچی بنام سید حسن بیٹھا کرتا تھا۔

ایک دن اس نے کہا: میری بیٹی بنام بی بی صدیقہ سخت مریض ہے۔

اگلے دن میں نے اس سے بچی کا حال پوچھا تو اس نے بتایا کہ سخت مریض ہے۔ اس کی حالت کوئی اچھی نہیں ہے۔ مجھے اس کے زندہ رہنے کی کوئی امید نہیں ہے۔ لہذا میں نے ارادہ کیا ہے کہ جب تک اس کی کوئی اطلاع نہیں آتی میں گھر نہیں جاؤں گا۔

مرزا احمد کہتا ہے: میں نے چونکہ اسے بہت پریشان حال دیکھا تو اسے مشورہ دیا کہ حضرت رضا علیہ السلام کے حرم میں نماز ظہر وعصر کے درمیان حضرت رقیہ سلام اللہ علیہا سے متوسل ہوں، تا کہ تمہاری لڑکی کو شفا مل سکے۔

سید حسن ہمیشہ کی طرح نماز پڑھنے کے لئے حرم گیا، لیکن اس روز اس کی نماز عام دنوں کی نسبت زیادہ طولانی ہوگئی۔

جب وہ حرم سے واپس آیا تو میں نے پوچھا کیا متوسل ہوئے ہو؟ کہتا ہے: دو نمازوں کے درمیان میں نے بہت گریہ کیا۔ کیا دیکھتا ہوں ایک سات سالہ عرب بچی ایوان طلا سے نکل کر میرے پاس آئی اور کہتی ہے:

آقا سید حسن سلام علیکم! بی بی صدیقہ کا کیا حال ہے؟

میں نے کہا: اس کی حالت بہت خراب ہے۔ اسی وجہ سے میں نے ارادہ کیا ہے جب تک اس کے مرنے کی اطلاع نہیں آجاتی میں گھر نہیں جاؤں گا کیونکہ میں اس کی وہ حالت نہیں دیکھ سکتا ہوں۔

اس کے بعد وہ بچی کہتی ہے: میں ابھی وہاں سے آئی ہوں اب اسے کوئی تکلیف نہیں ہے۔

میں نے کہا: اس کی حالت اس قدر خراب تھی کہ وہ اپنی جگہ سے حرکت تک نہیں کر سکتی تھی۔

اس کے بعد پوچھا: آپ نے کس سے توسل کیا ہے؟

میں نے کہا: حضرت رقیہ سلام اللہ علیہا سے۔

اس نے کہا: انہوں نے اللہ سے اس کی صحت کے لئے دعا مانگی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے شفا عطا کر دی ہے۔ اس کے صحت مند ہونے پر دلیل یہ ہے کہ آپ گھر جاؤ گے تو وہ بچی تمہارے لئے گھر کا دروازہ کھولے گی۔

اس کے بعد میں نے اپنے آپ سے کہا: شاید یہ بچی ہمارے ہمسائے میں رہتی ہو گی۔ میں جلدی سے حرم میں داخل ہوا کہ بچی اور اس کے والدین کو دیکھوں لیکن انہیں نہ مل سکا۔

سید حسن گھر گیا، تین گھنٹے بعد ہنستا، مسکراتا واپس آیا۔

میں نے اس سے کہا: آج بہت خوشحال ہو۔

اس نے کہا: ہاں۔

جب گھر گیا تو نالہ و گریہ کی جگہ بی بی صدیقہ کے کھیلنے کی آواز آ رہی تھی۔

میں نے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا تو بی بی صدیقہ نے پوچھا: کون ہو؟

میں نے کہا: میں تمہارا باپ ہوں، وہ جلدی سے آئی اور دروازہ کھولا۔ میں خوشحال ہوتے ہوئے بچی کو گود میں لیا اور میری آنکھوں سے خوشی کے آنسو ٹپک رہے تھے۔ میں خوشی سے بے حال ہو رہا تھا۔

میں نے اپنی بیٹی سے پوچھا: کیا ہوا ہے؟ تم کیسے ٹھیک ہوئی ہو؟

اس نے کہا: ایک گھنٹہ قبل سوئی ہوئی تھی اچانک ایک بچی آئی اور کہتی ہے: بی بی صدیقہ اٹھو! کھڑی ہو جاؤ۔

اس نے بعد پانی سے بھرا ہوا ایک برتن مجھے دیا اور کہا: اسے پیو۔ جونہی میں نے وہ پانی پیا بلافاصلہ میں ٹھیک ہو گئی ہوں۔ اس کے بعد جانے کے لئے کھڑی ہوئی۔

میں نے کہا: بیٹھو! کہاں جا رہی ہو؟

اس نے کہا:

میں تمہارے باپ کو تمہاری صحت یابی کی خبر دینے جا رہی ہوں کیونکہ اس نے آپ کی پریشانی کی وجہ سے ارادہ کر رکھا ہے کہ وہ گھر نہیں آئے گا۔

بالآخر حضرت رضا علیہ السلام کے حرم میں بی بی صدیقہ کے باپ کی دعا قبول ہوگئی، اور اس کی بیٹی حضرت رقیہ کی کرامت سے صحت یاب ہوگئی۔

## (18) معجزہ: حضرت رضاؑ کی بارگاہ میں، بیٹی کی ماں سے ملاقات کے لئے دعا

شہید آیت اللہ دستغیب ''کتاب داستانہای شگفت انگیز'' میں لکھتے ہیں: مرحوم حاج شیخ محمد جواد بید آبادی نقل کرتے ہیں: میں حضرت رضا علیہ السلام کی زیارت کے لئے اپنی ہمشیرہ کے ساتھ اصفہان سے مشہد آیا اور میں نے ارادہ کیا کہ چالیس دن تک حضرت رضا علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضری دوں گا۔

جب اٹھارہ دن وہاں پر قیام کو گذر گئے تو ایک رات امام علیہ السلام نے عالم واقعہ میں حکم دیا کہ کل تم اصفہان واپس چلے جاؤ۔ وہ کہتا ہے آقا میں نے چالیس دن تک آپ کی بارگاہ میں توقف کرنے کا ارادہ کیا ہے اور ابھی تو صرف اٹھارہ روز گذرے ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: چونکہ آپ کی خواہر اپنی والدہ سے بہت اداس ہے اس نے اصفہان واپس جانے کی مجھ سے التجا کی ہے، لہٰذا اس کی خاطر تم چلے جاؤ۔ کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ میں اپنے زائر کو کس قدر چاہتا ہوں؟

جب شیخ محمد جواد بیدار ہوا تو اپنی خواہر سے پوچھتا ہے کہ روز گذشتہ تم نے حضرت رضا علیہ السام سے کیا مانگا تھا؟

اس نے کہا: چونکہ ماں کی جدائی میرے اوپر سخت گذر رہی تھی، لہٰذا میں نے آنحضرت سے واپس جانے کی درخواست کی تھی۔

اس نے کہا: میری بہن! زیادہ غمگین نہ ہو۔ حضرت رضا علیہ السلام نے مجھے حکم دیا ہے کہ کل میں اصفہان واپس چلا جاؤں۔

## (19) معجزہ: امام علیہ السلام کا خنجر

اگر چہ حضرت رضا علیہ السلام اپنے زائرین پر بہت عنایات فرماتے ہیں۔ زائرین حضرات کو چاہئے کہ اپنی قدر و منزلت کو جانیں اور ادب و انسانیت کے دائرہ میں باہر قدم نہ رکھیں۔

یہ داستان زائرین کے لئے ایک تنبیہ ہے۔

مرحوم مروّج کتاب کرامات رضویہ میں رقمطراز ہیں۔

ایک تہرانی تاجر زیارت کی غرض سے مشہد مقدس گیا وہ سفر میں تھا۔ تہران میں اس کے ایک دوست نے اسے خواب میں دیکھا کہ وہ آقا کے حرم میں گیا ہے درحالانکہ امام علیہ السلام ضریح مقدس کے اوپر تشریف فرما ہیں وہ ان کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے امام علیہ السلام کی طرف خنجر پھینکا۔ جس کی وجہ سے آپ بہت ناراحت ہوئے۔ پھر یہ شخص ضریح کی دوسری طرف گیا ادھر جا کر پھر اس نے وہی کام انجام دیا۔ پھر سر مبارک کے پشت کی طرف گیا، پھر خنجر آپ کی طرف پھینکا جس کے لگنے سے امام پشت کے بل گر پڑے۔ میں وحشت زدہ ہو کر نیند سے بیدار ہوا اور اپنے آپ سے کہا: یہ کس طرح کا خواب تھا؟

جب اس کا رفیق زیارت سے واپس آیا تو اس کی ملاقات کے لئے گیا اور اس سے پوچھتا ہے تم کس لئے گئے تھے؟

اس نے جواب دیا: زیارت کے لئے گیا تھا۔

اس کا خیال تھا کہ باتوں باتوں میں خواب کی تعبیر معلوم ہو جائے گی، چونکہ اس کی باتوں سے کچھ سمجھ نہ آیا۔ اس کے بعد اس کے سامنے اپنا خواب نقل کرتا ہے۔

اس شخص نے روتے ہوئے کہا: سچ بات تو یہ ہے کہ جب میں زیارت کے لئے حرم میں مشرف ہوا تو آپ علیہ السلام کی ضریح کے سامنے ایک عورت کو دیکھا جس نے اپنا ہاتھ ضریح مطہر پر رکھا ہوا تھا، میں نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ کے اوپر رکھا۔ وہ وہاں سے دوسری طرف گئی۔ میں بھی اس کے پیچھے گیا اور یہی عمل دہرایا۔ پھر وہ آپ کی ضریح کے پشت سر کی طرف گئی جب اس نے اپنا ہاتھ ضریح پر رکھا تو میں نے اپنے ہاتھ سے اس کے ہاتھ کو چھوا۔ ایسی گستاخی کی خدا سے پناہ مانگنی چاہئے۔

آخر میں بیان کرتا ہے کہ میں نے اس سے پوچھا کہاں کی رہنے والی ہو؟

اس نے کہا: تہران۔

اس کے بعد ہم دونوں باہم مشہد سے واپس آئے۔

## (20) معجزہ: کتا اپنے بچوں کی نجات کے لئے امام کے دروازے پر

مؤلف کے مورد اعتماد دوست جناب مرزا احمد رضائیان نقل کرتے ہیں کہ میرا ایک دوست ایکسیڈنٹ کی وجہ سے معذور ہو گیا تھا۔ دو سال سے مسلسل وہ مشہد مقدس میں رہ رہا تھا۔

حرم کے ایک خادم نے اسے پہچان لیا کہ کافی عرصے سے یہ مشہد میں رہ رہا ہے، ہر روز شفا حاصل کرنے کے لئے حضرت امام علیہ السلام سے متوسل ہوتا ہے۔ ایک دن میری موجودگی میں خادم نے کہا تم شفا حاصل کرنے کے لئے اصرار کیوں نہیں کرتے ہو؟ اسے شوق دلانے کی خاطر دو واقعہ بھی نقل کیے۔

حرم کے پہرے داروں کا متولی بنام حاجی حسین رات کے وقت جب آرام کرنے کے لئے اپنی آرام گاہ میں گیا تو عالم خواب میں حضرت رضا علیہ السلام کو دیکھتا ہے۔ ان کے پاس ایک سفید رنگ کا کتا بیٹھا ہوا ہے۔ امام علیہ السلام نے حاجی حسین سے فرمایا:

اس کتے کے بچے کنویں میں گر گئے ہیں۔ جاؤ اس کے بچوں کو کنویں سے باہر نکالو۔

حاجی حسن گیا، اس نے صحن کا دروازہ کھولا تو وہاں پر اسی طرح کا سفید کتا دیکھا، جو چیخ و پکار اور گریہ کر رہا تھا۔ وہ کتے کے نزدیک گیا کتے کو اشارہ کیا کہ چلیں۔ وہ کتا پائین خیابان کی طرف چل پڑا اور حاجی حسین کو اس کنویں پر لے گیا اور وہاں جا کر بیٹھ گیا۔ حاجی حسین نے کنویں میں سے کتے کے بچوں کا شور وغل سنا۔

کتے سے کہا: میاں یہاں پر ہی رہو، میں ابھی آتا ہوں۔

رات کے دو بجے کا وقت تھا۔ وہاں قریب ہی ایک گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ ایک نوجوان نے دروازہ کھولا۔ حاجی حسین نے کتے کی کہانی اس نوجوان کے سامنے بیان کی، اور اس نے کہا جاؤ رسی، فانوس اور ایک بوری لے آؤ، پھر اکٹھے چلتے ہیں۔

جوان اندر گیا، مطلوبہ سامان لے کر آیا پھر وہاں سے دونوں مل کر اس کنویں پر گئے۔

وہ جوان کنویں میں اترا، کتے کے بچوں کو بوری میں ڈالا اور کنویں سے باہر نکال لایا کتے نے بطور شکریہ اپنی دم ہلائی۔

اس شخص نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا کہ کتے کے بچے جب کنویں میں گرتے ہیں تو اسے معلوم ہے کہ کس دروازے پر پناہ لیتی ہے۔ تم شفا حاصل کرنے کے لئے کیوں چیخ چیخ کر فریاد نہیں کرتے ہو؟

## (21) معجزہ: دربان کی کردی کو امامؑ کی طرف راہنمائی کرنا

ایک پینتیس سالہ کردی بلندی سے گرا اور کمر سے معذور ہو گیا۔ بڑی مشکل سے بیساکھیوں کے ذریعے چلتا تھا۔

چھ ماہ گذرنے کے بعد اسے کہتے ہیں کہ اگر تم مشہد مقدس جا کر امام علیہ السلام سے شفا طلب کرو گے تو تمہیں ضرور مل جائے گی۔

بالآخر اسے خچر پر سوار کر کے مشہد لایا گیا۔ صحن میں پہنچ کر اسے چھوڑ دیا گیا۔ وہ بیساکھیوں کے ذریعے بڑی مشکل سے شفا خانہ اسماعیل طلائی کے قریب پہنچا وہاں پر ایک دربان کو دیکھتا ہے اور کردی لہجہ میں دربان سے پوچھتا ہے: حضرت رضا علیہ السلام کہاں پر ہیں؟

میں کلات سے آیا ہوں تاکہ ان کی زیارت کرسکوں۔ اب انہیں کہاں پر مل سکتا ہوں؟ مجھے ان سے کام ہے۔

دربان نے تمسخر کرتے ہوئے ایک مینارے کی طرف اشارہ کیا کہ آقا وہاں پر ہیں۔

وہ کردی کہتا ہے: میں کس طرح وہاں پہنچوں گا؟ دربان نے مزاح کرتے ہوئے مینارے کی سیڑھیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہاں سے اوپر جاسکتے ہو۔ بڑی مشکل اس نے تین سیڑھیاں عبور کیں اور پھر سے آواز آئی، اوپر مت آؤ، تمہارے لئے اوپر آنا مشکل ہے۔ میں خود نیچے آرہا ہوں۔

آقا نیچے تشریف لائے۔ حسین! آقا کی زیارت کر کے بہت خوش ہوا۔ سلام کیا آپ نے سلام کا جواب دیا اور پوچھا: تمہیں کیا ہوا ہے؟

اس نے کہا: چھ ماہ سے مریض و بے کار ہوں۔ اب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ مجھے شفا دیں۔

آقا! نے اپنا دست مبارک میری کمر پر پھیرا۔ اسی وقت بیساکھیاں گر گئیں۔ بڑے آرام سے اپنے پاؤں پر کھڑا ہو گیا۔ اس کی کمر سیدھی ہو گئی۔ اس میں کوئی تکلیف نہیں تھی۔

آنحضرت نے زمین پر گری ہوئی بیساکھیاں اٹھا کر اسے تھما دیں، کیونکہ وہ ان کا مہمان ہے، لہٰذا اسے کوئی زحمت نہ ہو۔

اس کے بعد حسین سے فرمایا: جاؤ! اور جو کچھ تم نے دیکھا ہے اس دربان کے سامنے نقل کرو۔ حسین اس دربان کے پاس گیا۔ دربان نے جونہی دیکھا کہ وہ بیساکھیوں کے بغیر

آرام سے چل رہا ہے اور وہ بیساکھیاں اس نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی ہیں، تعجب کرتے ہوئے اس کے ساتھ بغلگیر ہوتا ہے۔

لیکن حسین امام رضا علیہ السلام کی طرف راہنمائی کرنے کی وجہ سے اس کا شکریہ ادا کرتا ہے اور اس سے کہا: خدا تمہارے والدین کو بخشے! کہ تم نے مجھے امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں پہنچایا ہے۔

لیکن دربان اپنے آپ سے کہتا ہے: میرے سر میں خاک! میں نے تو اس کے ساتھ مذاق کیا تھا، لیکن اس نے شفا حاصل کر لی ہے۔

## 22- معجزہ: عالم دین کا جنازہ اور امام معصومؑ کی ہدایات

ایک رات قم میں مرزا احمد رضائیان کے داماد نے مجھے (مؤلف) اپنے گھر کھانے کی دعوت دی۔ وہاں پر آقا مرزا نے ایک واقعہ نقل کیا جو ان کے داماد (جو ایک برجستہ طالب علم ہے) نے تحریر کیا۔ میں بھی ہو بہو وہی واقعہ نقل کر رہا ہوں۔

مرزا احمد نے کہا: میں نے عالم خواب میں ایک جنازہ دیکھا، جسے حضرت رضا علیہ السلام کے حرم کی طرف لے جایا جا رہا ہے۔ اسے صحن نو میں ایوان طلا کے سامنے رکھ دیا گیا۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ اصفہان کے دو عالم، ھیأت اصفہانیہا کا مداح حاجی مرشد اور کچھ دوسرے لوگ اس مرقد مطہر کا طواف کروانے کے لئے حرم کے اندر لے جائیں۔ میں بھی ان کے ساتھ اندر گیا۔ انہوں نے مرقد کے پاؤں کی طرف جنازہ رکھا۔ میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت رضا علیہ السلام میرے برابر تشریف فرما ہیں۔ میں نے سلام عرض کیا: انہوں نے سلام کا جواب دیا۔

انہوں نے مجھے بتایا: تیرے علاوہ مجھے کوئی بھی نہیں دیکھ رہا ہے لہٰذا کسی کو پتہ نہیں چلنا چاہئے۔

اس کے بعد فرمایا: ان سے کہو، جنازہ ضریح کے سر کی طرف لے جائیں۔ ہم جنازے کو بالا سر کی طرف لے گئے۔ حاجی مرشد بھی ہمارے سامنے کھڑا تھا۔

آقا نے فرمایا: حاجی مرشد سے کہو: زیارت پڑھے۔

اس کے بعد آقا نے فرمایا: ان سے کہیں جنازے کو حرم سے باہر لے جائیں۔ ہم جنازے کو باہر لے گئے۔

اس کے بعد فرماتے ہیں: جنازے کو زمین پر رکھیں۔ پھر مجھے اشارہ کیا کہ قالین کو ایک طرف اٹھا کر جنازے کے اوپر ہاتھ سے جھاڑیں، تاکہ وہاں کی خاک میت کے اوپر پڑے۔ میں نے قالین کو ہاتھ سے جھاڑنا شروع کیا۔

آپ نے فرمایا: کافی ہے، بس کریں۔

حکم دیا کہ جنازہ یہاں سے لے جائیں۔ تھوڑا لے کر چلے تو فرمایا کہ زمین پر رکھ دیں۔ جنازہ زمین پر رکھا گیا ایک عالم دین نماز جنازہ پڑھانے کے لئے آگے بڑھا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ امام علیہ السلام وہاں پر کھڑے ہیں۔ ایک روحانی نے نماز میت کے لئے تکبیر کہی، لیکن میں اس انتظار میں تھا کہ آقا تکبیر کہیں۔ جب انہوں نے تکبیر کہی تو میں نے ان کی اقتداء کی۔ جب نماز ختم ہو چکی تو آپ نے فرمایا: جنازے کو باہر لے جائیں۔ اس دوران میں مسلسل آقا کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ نے تمام احکام میرے وسیلہ سے ہی جاری کئے۔

جب ہم جنازے کو صحن نو سے صحن کہنہ میں لے گئے تو آنحضرت نے مجھے حکم دیا کہ انہیں کہو جنازے کو پنجرہ فولاد کے پیچھے لے جائیں۔ میں نے ان لوگوں سے کہا: انہوں نے ایسا ہی کیا۔ جنازے کو وہاں لے جا کر رکھا تو آپ نے فرمایا:

حاجی مرشد سے کہو کہ مصائب پڑھیں۔ اس نے مصائب پڑھنے شروع کئے، حاضرین نے گریہ وزاری کیا۔ شدت گریہ کی وجہ سے میرے اندر ضعف پیدا ہو گیا۔ اس وقت میری آنکھ کھل گئی۔ میں اٹھ کر بیٹھ گیا اور بہت زیادہ گریہ کیا۔ میری بیوی میرے گریہ کی آواز سن کر

بیدار ہو گئی۔

وہ کہتی ہے: کس لئے اشکبار ہو رہے ہو؟

میں نے کہا: خواب دیکھا ہے، لیکن اپنا خواب اس کے سامنے بیان نہیں کیا۔

ایک زمانے تک میں اس بات کا منتظر رہا کہ خارج میں یہ واقعہ کیسے رونما ہوتا ہے۔

اس خواب کو ایک ماہ کا عرصہ گذرا۔ ایک دن میں صحن نو میں داخل ہوا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں پر زائرین مرد اور عورتیں اکٹھے ہیں۔

میں نے خیال کیا کہ شاید غرفہ میں ان کا جنازہ ہے۔ غرفہ کے نزدیک گیا، وہاں پر ایک جنازہ دیکھا اس پر کتبہ لکھا ہوا رکھا تھا۔ جب میں نے اس کتبہ کو دیکھا تو مجھے یاد آیا کہ اس کتبہ کو میں نے دیکھا ہوا ہے۔

اچانک متوجہ ہوا کہ یہ تو وہی جنازہ ہے جسے ایک ماہ قبل خواب میں دیکھا تھا۔ اس حجرہ سے باہر آیا۔ میں نے اس مرحوم کا نام پوچھا۔ مجھے بتایا گیا کہ ان کا نام سید ابوالعلی درچہ ای زادہ ہے۔ یہ اصفہان کے علماء میں سے ہیں۔ آج انہیں مشہد مقدس آئے ہوئے تیسرا دن ہوا تھا کہ آج یہ دنیا سے چل بسے ہیں۔

پہلے اور دوسرے دن یہ حرم مطہر میں شرف ہوئے ہیں۔ آج انہیں تیسرا دن ہے اپنے ساتھی سے انہوں نے کہا تھا۔ کہ آج میں حرم نہیں جا سکتا ہوں۔ نماز یہاں پر ہی پڑھ لوں گا۔ آپ حرم جائیں۔ میں آپ کے آنے تک چائے تیار کرتا ہوں۔ ان کا ہمسفر حرم گیا، زیارت سے مشرف ہوا، جب واپس آیا تو کیا دیکھتا ہے کہ چائے تیار رکھی ہے اور آقا حالت سجدہ میں ہیں، وہ انہیں سلام کہتا ہے لیکن کوئی جواب نہیں پاتا۔ وہ اپنے آپ سے کہتا ہے کہ آقا شاید ذکر میں مشغول ہیں۔ اس نے ایک کپ چائے اپنے لئے اور ایک کپ آقا کے لئے تیار کی۔

اس نے آقا کو آواز دی، لیکن کوئی جواب نہ ملا۔ تھوڑی دیر انتظار کرنے کے بعد انہیں

اٹھانے کے لئے پکڑا تو سجدہ کی حالت میں دنیا سے رخصت ہو چکے تھے۔

میں نے پوچھا: ان کا جنازہ اب یہاں پر کیوں رکھا ہوا ہے؟

انہوں نے کہا: ہم اس انتظار میں ہیں کہ ان کے رشتہ دار وغیرہ مشہد پہنچ جائیں تا کہ انہیں ہم دفن کرسکیں۔

میں نے کہا: کیا انہیں ضریح مقدس کا طواف کروایا ہے؟

انہوں نے کہا: ہاں۔

اس دن میں کئی مرتبہ ان کے پاس گیا تا کہ پتہ چل سکے کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ آخر کار رات کو میں نے دوکان بند کی۔ صحن میں داخل ہوا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ جنازے کو باہر لائے ہیں اور حرم مطہر کی طرف چل پڑے ہیں۔ میں بھی ان کے ساتھ شامل ہو گیا۔ جنازہ کو اسی جگہ پر رکھا گیا جو میں نے خواب میں دیکھی تھی۔ یعنی صحن ایوان طلا کے سامنے۔

جب جنازہ ضریح مقدس کے پائنتی کی طرف رکھا تو بالکل ویسی آواز سنائی دے رہی تھی جو میں نے خواب میں سنی تھی کہ آپ نے فرمایا: جنازہ بالا سر کی طرف لے جاؤ۔ باقی سارے مراسم اسی طرح سے ادا کئے گئے جیسے آپ نے عالم خواب میں بتائے تھے۔ میں امام کی ساری باتیں سن رہا تھا لیکن انہیں دیکھ نہیں رہا تھا۔ بالآخر آپ نے فرمایا کہ جنازے کو فولادی کھڑکی کے پاس لے جاؤ۔ جب وہاں پر لے گئے تو حکم دیا کہ حاجی مرشد سے کہو کہ مصائب پڑھے۔

انہوں نے مصائب پڑھے، یہاں تک بالکل وہی کچھ انجام دیا جو کچھ میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ اس کے بعد جنازہ کو باغ رضوان کی طرف لے گئے۔ وہاں پر ایک حجرے میں دفن کر دیا جو انہوں نے پہلے سے اپنے لئے خرید اہوا تھا۔

انہیں دفن کرنے کے بعد ایک شخص سے میں نے کہا کہ ایک ماہ قبل میں نے بالکل ایسا ہی خواب دیکھا تھا جس کی تعبیر آج واضح ہو گئی ہے۔

اس نے پوچھا: کیا تم آقا کو پہچانتے تھے؟

میں نے کہا: نہیں۔

جب میں نے اپنا خواب اس کے سامنے نقل کیا تو اس نے مجھے اپنی آغوش میں لیا، اور بہت زیادہ گریہ وزاری کی۔ اس کے بعد وہاں پر موجود لوگوں کے درمیان اعلان کر دیا کہ انہوں نے سید ابوالعلی ذرچہ ای زادہ کے بارے میں خواب دیکھا ہے جو ابھی آپ سب کے سامنے نقل کریں گے۔ میں نے ان کے اصرار کی وجہ سے خواب نقل کیا۔ وہاں پر موجود لوگوں نے بہت زیادہ گریہ کیا۔

## (23) معجزہ: مسیحی خاتون کو شفا ملنا اور اس کا اسلام قبول کرنا

مرداد (ایرانی مہینے کا نام) کی پانچ تاریخ کو نوجوان مسیحی خاتون مجلہ آستان قدس کے دفتر آئی اور ہمیں اس عظیم سعادت کی خوشخبری سنائی جو اسے نصیب ہوئی۔

خاتون بنام رافیک اصلانیان جس کی عمر اٹھائیس سال تھی جو بیمارستان فیروز آبادی تہران میں کام کرتی تھی۔ وہ اپنی شفایاب ہونے کی داستان یوں نقل کرتی ہے۔

بانو رافیک کہتی ہے: سال گذشتہ میں ایک بیماری صعب العلاج میں مبتلا ہو گئی تھی جس کی وجہ سے ہلنے جلنے کی قوت مجھ سے سلب ہو گئی اور ریڑھ کی ہڈی کے مہروں میں شدید درد تھا۔

تہرانی ڈاکٹروں نے ایکسرے وغیرہ کرنے کے بعد کہا کہ تمہاری ریڑھ کی ہڈی کے پانچ مہرے سیاہ ہو چکے ہیں، جن کا علاج اپریشن کے ذریعے بھی ممکن نہیں ہے۔ میں جب ہر طرف سے مایوس ہو گئی تو سنا ہوا تھا کہ خراسان میں ایک امام ہے جو بیماروں کو شفا دیتا ہے۔ اپنے آپ کو ہزاروں مشکلات میں ڈال کر بڑے شوق سے مشہد آئی ہوں۔ آستان قدس کے خدام کی راہنمائی میں ایک رات فولادی کھڑکی کے پاس گذاری۔

صبح کے وقت خواب میں دیکھتی ہوں کہ ایک خوبصورت شخص میرے پاس آتا ہے اس نے میری پشت پر ہاتھ پھیرا۔ میں اپنے اندر ایک عجیب سی حرارت محسوس کرنے لگی۔

انہوں نے فرمایا: تمہیں شفامل گئی ہے۔

جب نیند سے بے دار ہوئی تو بڑی حیرانگی سے اپنے آپ کو دیکھا کہ میں بالکل صحیح و سالم تھی، اور شدت شوق کی وجہ سے گریہ کر رہی ہوں۔ جب تہران واپس گئی تو ڈاکٹروں نے ایکسرے وغیرہ لئے، جب معائنہ کیا تو حیران ہو کر رہ گئے۔ میں بالکل ٹھیک ہو چکی تھی۔

اس واقعہ کو ایک سال گذرنے کے بعد دوبارہ مشہد آئی ہوں۔ ضریح مطہر کو بوسہ دینے کے بعد میں نے حضرت آیۃ اللہ میلانی کے ہاتھوں اسلام قبول کیا ہے اور انہوں نے میرا نام فاطمہ رکھا ہے۔

بانو فاطمہ نے ہمیں وہ خط بھی دکھایا جس پر آیت اللہ انگجی اور آیت اللہ میلانی نے اس کے دائرہ اسلام میں آنے کی تصدیق کی ہے۔

## (24) معجزہ: امام رضاؑ کی اپنی زائرہ کے ساتھ ترکی میں گفتگو

سترہ شوال ۱۳۲۳ھ ق کو ایک خاتون بنام ربابہ بنت حاج علی تبریزی ساکن مشہد کو بیماری سے شفا ملی۔ داستان کچھ یوں ہے:

اس کا شوہر کہتا ہے: ہماری ازدواج کو کچھ روز ہی گذرے تھے کہ میری بیوی مریض ہوگئی۔ نوروز تک اس کا علاج و معالجہ کیا گیا وہ صحت یاب ہوگئی۔

بعد میں پرہیز نہ کرنے کی وجہ سے بیماری عود کر آئی۔ ہم نے ڈاکٹر کی طرف رجوع کیا تو اس کا دایاں ہاتھ اور کمر تک دونوں پاؤں شل ہو چکے تھے۔

ڈاکٹروں نے سات ماہ تک مسلسل اس کا علاج کیا لیکن کوئی افاقہ نہیں ہوا اس کے بعد میں نے جرمنی ڈاکٹر کی طرف رجوع کیا۔ اس نے معائنہ کرنے کے بعد دوا لکھ کر دی۔

جب اس نے یہ دوا کھائی تو لینے کے دینے پڑ گئے۔ اس کا منہ بند ہو گیا حتی کہ کھانا کھانے کے لئے منہ نہیں کھول سکتی تھی، گویا دانت آپس میں بھینچے گئے تھے۔

دوبارہ جرمن ڈاکٹر کی طرف رجوع کیا۔ اس نے دیکھنے کے بعد کہا: اس کی بیماری لا علاج ہے، البتہ کسی روحانی ڈاکٹر کے پاس لے جاؤ، شاید ٹھیک ہو جائے۔

اس واقعہ کے آٹھ دن بعد اسے ایک اور ڈاکٹر کے پاس لے گئے۔ اس نے دوسرے ڈاکٹروں سے مشورہ کیا۔ مشورے کے بعد انہوں نے ایک ٹیکہ تجویز کیا جو اسے لگایا گیا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ اس کا منہ کھل گیا اور وہ کھانا کھانے لگ گئی، لیکن ہاتھ اور پاؤں اسی طرح بے حرکت اور شل تھے، بالآخر ان ڈاکٹروں نے بھی کہا کہ اس کی بیماری لاعلاج ہے۔

آٹھ شوال جمعرات کی شب میری بیوی نے مجھے اپنے پاس بلایا اور معذرت خواہانہ لہجے میں کہتی ہے آپ نے میرے لئے بہت زحمتیں اٹھائی ہیں۔ اب میرے اوپر ایک اور احسان کرو۔ کل رات کو مجھے میرے آقا و مولیٰ حضرت رضا علیہ السلام کے حرم لے چلو۔ مجھے وہاں چھوڑ کر تم واپس آ کر سو جاؤ۔ میں آنحضرت سے اپنے لئے موت یا شفا کی درخواست کروں گی۔ دونوں میں سے کوئی نہ کوئی ضرور مرحمت فرمائیں گے۔

میں نے اس کی خواہش قبول کی۔ شب جمعہ اسے اور اس کی والدہ کو گاڑی میں سوار کیا اور حرم لے گیا۔ وہاں سے اسے سہارا دے کر ضریح مطہر کے پاس چھوڑ کر واپس گھر لوٹ آیا۔

اس کے بعد وہ عورت کہتی ہے: جب میرا شوہر چلا گیا تو میری ماں نے کہا: تم ضریح مقدس کے پاس ہی رہو۔ میں زنانہ مسجد میں جا کر تھوڑا آرام کرلوں۔

جب میری والدہ چلی گئی تو میں آنحضرت سے متوسل ہوئی اور میں نے عرض کیا: میرے آقا و مولیٰ! مجھے شفا فرمائیں یا موت۔

میں نے بہت زیادہ گریہ کیا اس دوران مجھ پر نیم خوابی کی حالت طاری ہو گئی۔ کیا

دیکھتی ہوں کہ ضریح مقدس کا دروازہ کھلتا ہے وہاں سے ایک جلیل قدر سید تشریف لاتے ہیں جنہوں نے سبز رنگ کا لباس پہنا ہوا ہے۔ میرے پاس آ کر ترکی زبان میں مجھ سے گفتگو فرماتے ہیں:

دُر ایاقه.

"یعنی کھڑی ہو جاؤ۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

انہوں نے دوبارہ فرمایا۔

میں نے پھر بھی کوئی جواب نہیں دیا۔

جب انہوں نے تیسری دفعہ فرمایا:

تو میں نے عرض کی: آقا!

من الم ایاقم یخد آقا!

"میرے ہاتھ پاؤں کام نہیں کرتے ہیں۔"

انہوں نے فرمایا:

درایاقہ مسجد گوہرشاد دست نماز ال نماز قل اتر۔ یعنی وضوء کرو اور مسجد گوہرشاد میں جا کر دو رکعت نماز بجالاؤ۔ اس کے بعد یہاں آؤ اور آ کر بیٹھ جاؤ۔

اس دوران ایک زائرہ عورت جو حرم میں میرے پاس بیٹھی ہوئی تھی بلند آواز سے پکاری۔ میں نے اس کی آہ وپکار سن کر اپنا سر ضریح مقدس سے اٹھایا تو کیا دیکھتی ہوں کہ میں صحیح وسالم ہو چکی ہوں، کسی قسم کی کوئی تکلیف یا درد نہیں ہے۔ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی اور اپنے آپ سے کہتی ہوں کہ پہلے جا کر اپنی والدہ محترمہ کو خوشخبری سناتی ہوں۔ زنانہ مسجد میں گئی، اپنی والدہ کو بیدار کیا اور کہا کہ غریبوں کے ضامن نے مجھے شفا مرحمت فرمائی ہے۔

میری والدہ سراسیمگی کی حالت میں نیند سے بیدار ہوتی ہے۔ جب اس نے مجھے صحت

یاب دیکھا تو گریہ کرنے لگیں۔ ایک گھنٹہ تک ہم دونوں خوشی کے آنسو بہاتی رہیں۔ آہستہ آہستہ لوگوں کو پتہ چل گیا کہ حضرت رضا علیہ السلام نے مجھے شفاء عطا فرمائی ہے۔ وہاں پر لوگوں کا ہجوم لگ گیا۔

اسی وقت حرم کے خدام میرے شوہر اور والد کو بلا کر لے آئے۔ انہوں نے مجھے تندرست دیکھا تو خوشی سے نڈھال ہو رہے تھے۔

میرے شوہر نے کہا: اٹھو، چلیں۔

میں نے کہا: کیسے چلوں، حالانکہ میرے آقا و مولیٰ حضرت رضا علیہ السلام نے مجھے حکم دیا کہ مسجد گوہر شاد میں دو رکعت نماز بجالاؤ، اس کے بعد دوبارہ میرے پاس آؤ۔ طلوع فجر تک میں حرم میں رہی۔ اس کے بعد مسجد گوہر شاد کی طرف گئی۔ وضوء کیا، وہاں پر دو رکعت نماز بجالائی۔ پھر دوبارہ حرم آئی۔ طلوع آفتاب تک وہاں پر رہی، اس کے بعد اپنے شوہر کے ساتھ اپنے گھر واپس چلی گئی۔

مرزا ابوالقاسم خان اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد کہتا ہے:

میں اس رات گھر میں سویا ہوا تھا اور باقی سب افراد بھی محوخواب تھے۔ رات کو چھ یا سات گھنٹے گذر چکے تھے کہ اچانک متوجہ ہوا کہ کوئی دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے۔ میں نے جا کر دروازہ کھولا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حرم مطہر کے خدام دروازے پر موجود ہیں۔

میں نے کہا: کیا بات ہے؟

انہوں نے کہا: کیا آج رات آپ کے گھر والوں میں سے کوئی حرم مطہر میں آیا ہے؟

میں نے کہا: ہاں۔

ایک عورت جو سات ماہ سے مریضہ ہے، اسے اس کی والدہ کے ہمراہ شفا حاصل کرنے کے لئے حرم لے گئے تھے۔ کیا وہ خاتون مرگئی ہے؟

انہوں نے کہا: حضرت رضا علیہ السلام نے اسے شفا مرحمت فرمائی ہے۔ ہم اس کی

حالت کے بارے میں تحقیق کرنے کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔

مرزا ابوالقاسم خان کہتا ہے:

یہ سارا ماجرا اخبار "مہر منیر" میں نقل کیا گیا تھا۔ ڈاکٹر لقمان الملک نے بھی اس معجزہ کے صحیح ہونے کی گواہی دی ہے۔ جو درج ذیل الفاظ میں ہے:

ماہ رجب کی آٹھ تاریخ کو میں اور ڈاکٹر سید مصطفیٰ خان نے علی اکبر نجار مشہدی کی اہلیہ (جس کی عمر سولہ سال تھی) کا معائنہ کیا۔ اس کا ایک ہاتھ اور بدن کا آدھا نچلا حصہ مفلوج ہو چکا تھا۔ وہ ایک چمچ پانی تک نہیں پی سکتی تھی۔

کئی دنوں تک اس کا علاج و معالجہ کرنے کے بعد اس کا منہ کھولنے میں کامیاب ہو گئے، جس کی وجہ سے وہ خود کھانا وغیرہ کھا سکتی تھی، لیکن اس کے باقی اعضاء اسی حالت پر باقی تھے۔ دو ماہ گذر گئے کہ اس (مشارالیہ) کے رشتہ دار مایوس ہو چکے تھے اور مجھے بھی اس کے صحت یاب ہونے کی کوئی امید نہیں تھی۔

اب میں نے سنا ہے کہ طبیب الٰہی کے دربار عالیہ سے استشفاء اور بقعہ ستیہ رضویہ ارواح العالمین لہ الفداء کی خاک مطہر سے التجا کے بعد مریضہ صحت یاب ہو گئی ہے۔ درحقیقت میرے خیال میں یہ اعجاز کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے اور یہ کام تو وہ طبعیہ بشریہ کے تمام طبقات سے خارج ہے وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ.

(ڈاکٹر عبدالحسین لقمان الملک)

## (25) معجزہ: گھر جاؤ، تمہارے بچے گریہ کر رہے ہیں

چودہ شوال ۱۳۴۳ھ قمری کو ایک خاتون بنام خدیجہ بنت یوسف تبریزی خامنہ ای مہلک امراض سے شفایاب ہوئی۔ اس کی مختصر داستان کچھ یوں ہے:

مرزا ابوالقاسم خان نقل کرتا ہے کہ اس خاتون کا شوہر حاج احمد تبریزی کی سرای محمدیہ

میں قالین فروشی کی دکان تھی۔

وہ کہتا ہے: یہ خاتون ازدواج سے ایک سال بعد سخت مرض میں مبتلا ہو گئی۔ ڈاکٹرز ہزار ہا کوششوں کے باوجود اس کا علاج نہ کر سکے۔ بجائے اس کے کہ یہ بہتر ہوتی اس کا مرض بڑھتا چلا گیا۔ شفایاب ہونے سے چند روز قبل مرض نے اس قدر حملہ کیا کہ چوبیس گھنٹوں میں سے صرف دو گھنٹے اس کی حالت کچھ بہتر ہوتی۔ بیماری کی وجہ سے اس قدر کمزور ہو چکی تھی کہ خود بخود اٹھ نہیں سکتی تھی۔ اسے سہارا دے کر اٹھانا پڑتا تھا۔

چونکہ ان دنوں میں نے سنا ہے کہ حضرت رضا علیہ السلام نے مریضوں اور دردمندوں کے لئے اپنی رحمت خاصہ کا دروازہ کھولا ہوا ہے اور کئی ایک لوگوں کو اب تک شفا عنایت فرما چکے ہیں۔ میں بھی اسی لالچ میں پڑ گیا۔ میں نے اپنی دو رشتہ دار خواتین کے ساتھ اسے گاڑی پر سوار کیا اور حرم بھیج دیا، تاکہ صبح تک وہاں رہے شاید امام علیہ السلام نظر رحمت کریں اور اسے شفا بخش دیں، اور میں خود بچوں کی نگہداشت کے لئے ان کے پاس گھر میں رک گیا۔

میں بچوں کے لئے کھانا وغیرہ، لایا لیکن بچے روتے رہے، اور مجھے کہتے ہیں: ہم کھانا نہیں کھائیں گے ہمیں ہماری ماں چاہئے۔ بچوں کی یہ حالت دیکھ کر میری بھوک بھی ختم ہو گئی۔ زحمات بسیار کے بعد لڑکی کو تو سلا دیا لیکن لڑکا کسی حال میں بھی نہیں سو رہا تھا۔ میں نے اسے اپنے پہلو میں لٹایا کہ شاید میرے ساتھ سو جائے۔ اچانک کسی نے زور زور سے دروازہ کھٹکھٹانا شروع کر دیا۔ میں نے سوچا میری بیوی کی حالت اچھی نہیں تھی شاید اس لئے حرم میں رک نہیں سکی ہے اور واپس آ گئی ہے۔

میں نے آ کر دروازہ کھولا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حاج ابراہیم قالین فروش اور ان کے ساتھ چند خدام پا برہنہ میرے سامنے کھڑے ہیں۔

انہوں نے کہا: ہمارے ساتھ آؤ اور اپنی زوجہ کو حرم سے لے آؤ، کیونکہ حضرت رضا علیہ السلام نے اسے شفا عطا فرما دی ہے، لیکن مجھے یقین نہیں آ رہا تھا۔ انہوں نے قسم کھائی کہ

پونا گھنٹہ قبل شفایاب ہوئی ہے۔ میں نے لباس تبدیل کیا اور ان کے ساتھ حرم مطہر مشرف ہوا۔ میں نے وہاں اپنی زوجہ کو تندرست پایا۔ رات تقریباً چار گھنٹے گذر چکی تھی۔ ہم خوش وخرم گھر واپس آئے۔ بچے اپنی ماں کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔

اس خاتون کو شفا کیسے ملی؟ اس کی اپنی زبان حال سے سنیں۔

وہ کہتی ہے: جب مجھے حرم میں لے گئے اور مسجد زنانہ میں بٹھا دیا۔ اسی وقت مجھ پر مرض حملہ آور ہوا تو میں بے ہوش ہوگئی۔ جب ہوش میں آئی تو ضریح مقدس کے پاس تھی۔ ساتھی عورتوں نے بتایا کہ جب میں بے ہوش ہوگئی تھی وہ یہ حالت دیکھ کر ڈر گئیں اس لئے ہم تمہیں ضریح کے پاس لے آئیں۔ میں نے اپنے اسکاف کی ایک طرف ضریح مقدس کے ساتھ باندھی اور شکستہ دل ہو کر ترکی زبان میں عرض کیا:

آقا! کیا آپ کو معلوم ہے کہ میں یہاں پر کیوں حاضر ہوئی ہوں؟ اگر آپ نے مجھے شفا نہ دی تو یہاں سے نہیں نکلوں گی۔ اسی وقت میں بے ہوش ہوگئی۔ عالم بے ہوشی میں میں نے ایک بزرگوار سید کو دیکھا جنہوں نے سر پر سبز عمامہ رکھا ہوا ہے۔ میں نے خیال کیا کہ یہ حرم کا کوئی خادم ہے، انہوں نے ترکی زبان میں مجھے فرمایا:

بوردان دورنیه انور ماسان بردا بالا لاردن ایو ده اغلو لار.

”تم یہاں کیوں بیٹھی ہو؟ حالانکہ تمہارے بچے گھر میں رو رہے ہیں۔“

میں نے ترکی زبان میں عرض کیا: آقا! یہاں سے نہیں جاؤں گی، یہاں پر شفا لینے کے لئے آئی ہوں، اگر شفا نہیں دو گے تو بیابان کی طرف منہ کر جاؤں گی۔

انہوں نے فرمایا:

گت گنه بالا لاردن او ده اغلو لار.

”گھر جاؤ تمہارے بچے رو رہے ہیں۔“

میں نے عرض کیا: مریض ہوں۔

انہوں نے فرمایا: ''ناخوش دیر پرسن'' تم مریض نہیں ہو۔

جب انہوں نے یہ فرمایا تو میں نے محسوس کیا کہ اب مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے۔ اس وقت مجھے یقین ہو گیا کہ وہ شخص امام علیہ السلام ہیں۔

میں نے عرض کیا: میں اپنے بھائیوں اور ماں کے پاس جانا چاہتی ہوں۔ میرے پاس راستے کے اخراجات نہیں ہیں اور شوہر سے کہتے ہوئے مجھے شرم آ رہی ہے۔

آنحضرت نے ترکی زبان میں فرمایا: یہ لو! اس کا نصف متولی کو دو اور اس سے ہزار تومان لے لینا، اور باقی آدھا اپنی آخرت کے لئے سنبھال کر رکھو۔ یہ فرمانے کے بعد وہ چیز میرے دائیں ہاتھ میں تھما دی۔

میں نے اسے مضبوطی سے پکڑا۔ اسی دوران مجھے ہوش آ گیا۔ کیا دیکھتی ہوں کہ بالکل ٹھیک ہو گئی ہوں اور اس بات کا مجھے یقین ہے کہ وہ چیز میرے ہاتھ میں تھی۔ شفا پانے کے بعد وہاں سے خوش و خرم اٹھی۔ میری بہن اور ایک دوسری عورت میرے ساتھ تھی سمجھ گئیں کہ امام علیہ السلام نے مجھے شفا مرحمت فرمائی ہے۔

انہوں نے بلند آواز سے کہنا شروع کر دیا کہ مریضہ کو شفاء مل گئی، مریضہ کو شفاء مل گئی۔ لوگ میرے نزدیک اکٹھے ہو گئے۔ میرا لباس بعنوان تبرک پارہ پارہ کر دیا۔

اس دوران مجھے پتہ نہیں چلا کہ میرا ہاتھ کھل گیا تھا اور چیز مفقود ہو گئی۔ کسی نے مجھ سے چھین لی ہے۔ اس کا شوہر کہتا ہے: میری بیوی نے مجھے کئی مرتبہ حرم بھیجا کہ شاید وہ چیز مل جائے لیکن نہیں مل سکی۔ (کرامات رضویہ، ج ۱، ص ۹۶)

## (26) معجزہ: لڑکی کو کیسے شفا ملی؟

۱۹ شوال المکرم ۱۳۴۳ھ قمری کو حاج غلام حسین جابوزی کی لڑکی کو کب شفا ملی تھی جن کا دایاں ہاتھ مفلوج ہو چکا تھا؟

لڑکی کا باپ کہتا ہے: ایک میرے گھر میں ہولناک واقعہ پیش آیا جس کی وجہ اس لڑکی کے دائیں ہاتھ میں درد شروع ہو گئی۔ تین روز تک مسلسل درد ہوتا رہا۔ اس کے بعد ہاتھ نے حرکت کرنا چھوڑ دیا۔ میں اسے اپنے گاؤں سے کاشمر علاج کے لئے لایا۔ ڈاکٹر کے پاس لے گیا۔ ڈاکٹر نے اس کا علاج کرنے کی بہت کوشش کی، لیکن اسے کوئی افاقہ نہ ہوا۔

وہاں سے مشہد مقدس مشرف ہوا۔ ظاہری طور پر تو یہ علاج کے لئے گیا تھا، لیکن باطنی طور پر حضرت رضا علیہ السلام کی بارگاہ سے شفا حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوا تھا۔ کئی دن تک ایرانی ڈاکٹروں کے پیچھے جوتے چٹخاتا رہا، لیکن کوئی فاقہ نہ ہوا۔ اس کے بعد جرمن ڈاکٹر کے پاس لے گیا۔ اس نے معائنہ کے لئے اسے برہنہ کیا۔

لڑکی کہتی ہے: جب میں نے اپنے آپ کو اس غیر محرم کافر کے سامنے برہنہ پایا تو مجھ پر بہت سخت گذرا۔ اسی وقت میں نے خدا سے موت کی آرزو کی۔

اور کہا کاش میں مر چکی ہوتی۔ اپنے آپ کو اس کافر کے سامنے برہنہ نہ دیکھتی۔

ڈاکٹر نے کہا: لڑکی کی آنکھیں باندھ دو۔ اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی گئی۔

پھر وہ اس لڑکی سے کہتا ہے کہ میں جس عضو پر ہاتھ رکھوں گا اس کا نام بتانا۔ وہ جیسے جیسے ہاتھ رکھتا گیا لڑکی ہر عضو کا نام بتاتی گئی۔ جب اس نے لڑکی کے دائیں ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا تو لڑکی نے کچھ نہ بتایا۔ چونکہ اسے معلوم ہو گیا تھا کہ لڑکی درد کا اظہار نہیں کر رہی اس نے حکم دیا کہ اس کی آنکھیں کھول دی جائیں۔ جب آنکھیں کھول دی گئیں تو وہ کہتا ہے اس ہاتھ کا کوئی علاج نہیں ہے۔ اس نے تین مرتبہ تکرار کیا کہ ہاتھ مر چکا ہے۔ اس کے اندر روح نہیں ہے۔ اسے تم اپنے امام کے پاس لے، جاؤ شاید وہ اس کا علاج کر دیں۔

اس کی بات سے مجھے یقین آ گیا کہ طبیب الٰہی حضرت رضا علیہ السلام کے علاوہ اور کہیں کوئی پناہ گاہ نہیں ہے۔

فکر بہبود خود ای دل! زدر دیگر کن

درد عاشق نشود بہ زمداوای طبیب

میں نے اسے غسل کے لئے حمام بھیجا۔ اس نے غسل کیا۔ غروب آفتاب کا وقت تھا

کہ ہم کعبہ حقیقی اور حرم امن کی زیارت کے لئے مشرف ہوئے۔

میری بیٹی روضہ مبارک کے پاس ضریح مقدس کے سامنے بیٹھ گئی اور عرض کرتی ہے: یا

امام علیہ السلام مجھے شفا عطا فرمائیں یا موت۔

میں نے بھی اسی کی بات حضرت رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی، اور ہم

دونوں نے بہت گریہ کیا۔

اچانک مجھے یاد آیا کہ ہم نے آج ظہر وعصر کی نماز نہیں پڑھی ہے۔

میں نے بیٹی سے کہا: اٹھو! ہم نے تو ابھی نماز نہیں پڑھی ہے۔ وہاں سے اٹھے وہ زنانہ

مسجد میں نماز بجالانے کے لئے چلی گئی، جب کہ میں بھی وہاں پر مسجد میں نماز پڑھنے میں

مشغول ہو گیا۔

ابھی نماز ختم نہیں ہوئی تھی، کیا دیکھتا ہوں کہ میری بیٹی جلدی سے مسجد سے باہر نکلی اور

میرے سامنے سے تیزی سے گذر گئی۔ میں نماز ختم کرنے کے بعد اس کی جستجو میں نکلا۔ کہیں

ایسا نہ ہو کہ گھر کی طرف چل پڑے۔ اسے گھر کا راستہ معلوم نہیں ہے کہیں بھٹک نہ جائے۔

کیا دیکھتا ہوں کہ وہ ضریح مقدس کے پاس بیٹھی ہوئی ہے۔ اور اپنی حاجت بیان کر

رہی ہے کہ آقا مجھے موت یا شفا عطا فرما۔

میں نے کہا: کوکب! اٹھو۔ مکان پر چلتے ہیں، تا کہ دوبارہ وضوء کریں۔ پھر واپس آ

جائیں گے۔

اس نے کہا: اگر آپ چاہتے ہیں تو چلے جائیں لیکن میں اس وقت یہاں سے نہیں

اٹھوں گی جب تک مجھے شفا یا موت نہ مل جائے۔

اس کی یوں حالت دیکھ کر میں بھی منقلب ہو گیا اور گریہ کرنا شروع کر دیا۔ اس کے

بعد حرم سے باہر نکلا۔ اپنے مسافر خانے گیا۔ میرے ہم سفر ساتھیوں نے چائے تیار کی ہوئی تھی ان کے ساتھ بیٹھ کر چائے پینے میں مشغول ہوگیا۔ اچانک دیکھتا ہوں کہ میری بیٹی جلدی سے آرہی ہے۔

میں نے حیران ہو کر کہا: کوکب! تم تو کہہ رہی تھی کہ موت یا شفا نہیں مل جاتی میں یہاں سے نہیں جاؤں گی۔ کیوں اتنی جلدی آ گئی ہو؟

اس نے کہا: ابا جان! حضرت رضا علیہ السلام نے مجھے شفا عنایت فرما دی ہے۔

میں نے کہا: کیا سچ کہہ رہی ہو؟

اس نے کہا: میری طرف اچھی طرح سے دیکھو۔ اسی وقت اس نے اپنا مفلوج ہاتھ بلند کیا اور نیچے لے گئی، گویا اس ہاتھ میں کسی قسم کا کوئی مفلوج پن نہیں تھا۔

وہ کہتی ہے: میں مسلسل حضرت رضا علیہ السلام کی خدمت میں یہی عرض کرتی رہی ہوں کہ مولا! شفا یا موت۔

وہ لڑکی کہتی ہے: میرے اوپر نیند کی حالت طاری ہوئی۔ میں نے اپنا سر اپنے زانوؤں پر رکھا۔ اس دوران ایک بزرگوار سید کو ضریح کے اندر دیکھا جس نے سیاہ رنگ کا لباس اور سبز عمامہ پہنا ہوا ہے۔ اس کا چہرہ بہت نورانی ہے۔ اس نے میرا مفلوج ہاتھ پکڑ کر ضریح کے اندر کی طرف کھینچا۔ کاندھے سے لے کر انگلیوں کے سروں تک اپنا ہاتھ میرے بازو پر پھیرا۔ اور فرمایا: میرے ہاتھ میں کسی قسم کا کوئی عیب ونقص نہیں ہے۔

اچانک میرے پاؤں کی انگلی میں درد ہوئی۔ میں نے آنکھ کھولی تو کیا دیکھتی ہوں حرم کے ایک خدمت گزار نے ضریح مقدس کے اوپر چراغ روشن کرنے کے لئے کرسی رکھی۔ کرسی کی ایک ٹانگ میری انگلی پر آئی۔ میری آنکھ کھل گئی۔ وہاں سے کھڑی ہوئی اور سمجھ گئی کہ حضرت رضا علیہ السلام نے مجھے شفا مرحمت فرمائی ہے۔ لہٰذا میں جلدی جلدی مسافر خانے آئی ہوں تا کہ آپ کو خوشخبری سناؤں۔

مرزا ابوالقاسم خان کہتا ہے:

جب حرم مطہر کے خدام کو اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے آقا اسماعیل خان دیلمی سے درخواست کی کہ وہ جرمن ڈاکٹر کے پاس جائیں اور اس کے مرض کی تصدیق کریں۔ اگلی صبح جب ہم دونوں باپ بیٹی کو اس ڈاکٹر کے پاس لے گئے جب اس ڈاکٹر نے اس لڑکی کا ہاتھ صحیح وسالم دیکھا تو مندرجہ ذیل عبارت تحریر کی:

''۹/شوال بروز ہفتہ میں نے کوکب بنت حاج غلام حسین ترشیزی کے دائیں ہاتھ کا معائنہ کیا تھا۔ پورا بازو مفلوج تھا میں نے معالجے کے لئے اسے حضرت رضا علیہ السلام کے حرم کی طرف راہنمائی کی کہ وہاں جا کر دعا و التماس کے ذریعے اپنا علاج کرو۔ آج دس شوال بروز پیر اس ہاتھ کو صحیح وسالم دیکھ رہا ہوں اور اس بات کا مجھے یقین ہے کہ یہ معالجہ دعا وثنا کے ذریعے ہوا ہے۔ جو اس نے حرم مطہر میں جا کر کی ہے۔ خدا مبارک کرے۔''

(10/شوال ۱۳۳۳ ڈاکٹر فرانک)

## (27) معجزہ: زوجہ حاج غلام علی سبزواری کو کیسے شفاء ملی؟

۱۴ شوال ۱۳۳۳ھ شب جمعہ کو فرج اللہ خان کی بیٹی اور غلام علی جوینی ساکن سبزوار کی زوجہ کو شفاء ملی۔

سید اسماعیل حمیری کتاب آیات الرضویہ میں لکھتا ہے:

اس خاتون کے شوہر نے بتایا کہ میری زوجہ بچہ پیدا ہونے کے بعد مریض ہوگئی کہ آہستہ آہستہ دائمی بخار میں مبتلا ہوگئی۔ اکثر اسے ۳۷ سے ۴۰ درجے کا بخار رہتا تھا۔ سبزوار میں ڈاکٹروں نے جتنا بھی اس کا معالجہ کیا اسے کوئی افاقہ نہ ہوا، بلکہ بخار کے ساتھ کچھ اور بیماریاں

بھی لاحق ہوگئیں۔ ایک ڈاکٹر نے مشورہ دیا کہ آب وہوا کی تبدیلی کے لئے اسے کسی اور شہر میں لے جائیں۔ میری بیوی نے جب ڈاکٹر کا مشورہ سنا تو کہتی ہے:

ڈاکٹر نے یوں کہا ہے کہ تم میرے اوپر احسان کرو اور مجھے زیارت امام رضا علیہ السلام کے لیے مشہد لے چلو۔ آقا سے شفا کی درخواست کروں گی یا اسی جگہ مرنے کی خواہش۔

مجھے اس کی رائے پسند آئی۔ اسے مشہد مقدس لے گیا۔ وہاں پر چار دن تک ڈاکٹر مؤید الاطباء کے پاس لے جاتا رہا لیکن مرض میں کوئی کمی نہ ہوئی۔

اس کے بعد میں اسے جرمن ڈاکٹر کے پاس لے گیا۔ معائنہ کرنے کے بعد اس نے کہا: اس کے علاج پر کم از کم ایک سال کا عرصہ درکار ہے۔

جب اس کا علاج کرواتے ہوئے بیس دن گذر گئے اور مرض کم ہونے کی بجائے شدت اختیار کرتا گیا۔ صورتحال یہاں تک پہنچ گئی کہ وہ زمین گیر ہوگئی کہ وہ اپنی جگہ سے اٹھ نہیں سکتی تھی۔

گیارہ شوال بروز منگل میں ڈاکٹر کے پاس گیا تو وہاں پر حاجی غلام حسین جالوزی اور کچھ دوسرے لوگ وہاں پر آئے ہوئے تھے۔

حاجی غلام حسین نے ڈاکٹر سے کہا: کل حضرت امام رضا علیہ السلام نے میری بیٹی کو شفاء مرحمت فرمائی ہے۔ ابھی آپ کے پاس لایا ہوں تا کہ اس کا معائنہ کرو۔ جب ڈاکٹر نے اس لڑکی کے ہاتھ میں سوئی ماری تو اس لڑکی نے درد سے کراہنا شروع کر دیا۔

ڈاکٹر سمجھ گیا کہ اس کا ہاتھ ٹھیک ہوگیا ہے۔ وہ خوش ہو کر کہتا ہے میں نے تجھے اس کام کے لئے راہنمائی کی تھی۔ اپنے مترجم سے کہتا ہے کہ یہ دیکھو میں نے کل اس مفلوجہ و مشلولہ لڑکی کا معائنہ کیا تھا اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ اس کا کوئی علاج نہیں ہے مگر یہ کہ پیغمبر یا اس کا وصی کوئی خاص لطف کرے۔ آج میں نے اس کا معائنہ کیا ہے کہ اس کے صحت یاب ہونے میں کسی قسم کا کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔

حاجی غلام حسین کہتا ہے:

میں نے ڈاکٹر کے مترجم سے کہا: مجھے آپ لوگوں نے اس دروازے کی طرف راہنمائی کیوں نہیں کی ہے؟

اس نے جواب دیا: وہ بیابان نشین تھا اور راہنمائی کا محتاج تھا، لیکن تم ایک تاجر اور معرفت رکھنے والے شخص ہو۔ لہذا راہنمائی کے محتاج نہیں ہو۔

میں نے ڈاکٹر سے اسے حمام لے جانے کی اجازت مانگی تو ڈاکٹر نے منع کر دیا۔

میں نے کہا: حرم میں مشرف ہو کر متوسل ہونے کے لئے حمام جانا ضروری ہے؟ ڈاکٹر نے کہا: جب صورت حال ایسی ہے تو نیم گرم پانی سے غسل کرے۔

میں اپنی مریض بیوی کے پاس آیا اور اس کے سامنے کوکب کو شفا ملنے کا واقعہ سنایا تو اس نے بہت زیادہ گریہ کیا۔

میں نے اس سے کہا: تم بھی شب جمعہ امام علیہ السلام سے شفا حاصل کرو۔

جمعرات کے دن اپنی ہمسر کو لے کر حمام گیا۔ عصر کے وقت حرم مطہر مشرف ہوئے۔

اس نے اپنی شفاء کی داستان کچھ یوں نقل کی ہے۔

وہ خود کہتی ہے کہ جب میں نے کوکب کو شفا ملنے کی خبر سنی تو گداختگی کے ساتھ میں نے اپنے آپ سے کہا کہ میں شفا پانے کی امید سے مشہد آئی ہوں، لیکن کیا کروں ابھی تک مقصود و مراد کو حاصل نہیں پا رہی ہوں؟ ایک دن بدھ کے روز ظہر سے پہلے سوئی ہوئی تھی۔ عالم خواب میں ایک بزرگوار سید کو دیکھا جن کے سر پر سیاہ عمامہ ہے اور بغل میں ایک روئی ہے۔

انہوں نے وہ روئی ایک طرف رکھتے ہوئے ایک خاتون سیدہ (جو میری نرس ہے) سے فرمایا: یہ روئی اٹھاؤ۔

یہ بات کرنے کے بعد غائب ہو گئے۔ جب میں نیند سے بیدار ہوئی تو میرے اندر اٹھنے بیٹھنے کی قدرت آ گئی تھی، حالانکہ نیند سے قبل میں اپنی جگہ سے حرکت تک نہیں کر سکتی تھی۔

میں سمجھ گئی کہ میرا بخار ٹوٹ گیا ہے۔ آہستہ آہستہ میری حالت بہتر ہوتی گئی۔ شب جمعہ حرم مطہر گئی اور امام رضا علیہ السلام سے درد دل بیان کرتے ہوئے متوسل ہوئی۔

میں نے عرض کیا:

میں سبزوار سے امید لے کر آپ کے دربار پر حاضر ہوئی ہوں۔ اب میں آپ سے شفا کی التماس کرتی ہوں یا موت کی۔

اتفاق سے اس دن حاج احمد کی زوجہ کے پاس بیٹھی ہوئی تھی جو پہلے اس روحانی والٰہی طبیب سے شفا حاصل کر چکی تھی۔ میں نے وہاں پر صرف ایک نور دیکھا جس سے میرا دل روشن ہو گیا۔ اس وقت میری حالت اس اندھے شخص کی سی تھی جسے اچانک بینائی مل جائے۔ اس حال میں امام علیہ السلام نے مجھے شفاء مرحمت فرمائی۔

اس کے شوہر نے کہا: اس واقعہ کے تین روز بعد میں اپنی زوجہ کو ڈاکٹر کے پاس لے گیا:

اس نے کہا: اتنے دن کہاں رہے ہو؟

میں نے کہا: چونکہ میری زوجہ کو امام علیہ السلام نے شفا عنایت فرمائی ہے، اس لئے میں آپ کے پاس نہیں آیا ہوں۔ آج اسے لے کر آیا ہوں تا کہ آپ اس کا معائنہ کریں۔ جرمن ڈاکٹر نے معائنہ کرنے کے بعد یہ رپورٹ دی کہ یہ خاتون بالکل ٹھیک ہے۔ میں نے درخواست کی کہ اس کے شفایاب ہونے کے بارے میں ایک گواہی تحریر کر دیں۔

ڈاکٹر نے اپنے مترجم سے کہا: یہ لکھو کہ فاطمہ زوجہ حاج غلام علی سبزواری جو ایک ماہ میرے پاس زیر علاج رہی، لیکن ٹھیک نہ ہو سکی۔ آج اس کا معائنہ کیا ہے وہ بالکل ٹھیک ہے۔

## (28) معجزہ: امام علیہ السلام کس قدر مہربان ہیں؟

شیخ محمد کفشدار روحانی (جو مشہد کے موثقین اہل منبر میں سے تھا) اپنے دوست سے نقل کرتا ہے اس نے کہا: میں تحویل سال نو کے وقت حرم مطہر حضرت رضا علیہ السلام میں

موجود تھا۔ لوگوں کا بہت بڑا اجتماع تھا۔ ایک نوجوان کو دیکھا جو جگہ تنگ ہونے کی وجہ سے بڑی مشکل سے میرے پاس بیٹھا ہوا تھا۔

اس نے مجھے کہا: تم جو کچھ چاہتے ہو ان بزرگوار سے درخواست کرو۔

میں نے جب اس نوجوان کو دیکھا تو خیال کیا کہ ایک متجدد قسم کا نوجوان ہے، شاید مذاق کر رہا ہے۔

اس نوجوان نے دوبارہ کہا: یہ خیال نہ کرنا کہ میں بے اعتقادی کی بناء پر یہ بات کر رہا ہوں، بلکہ حقیقت کہہ رہا ہوں، کیونکہ میں نے ان بزرگوار کا ایک بہت بڑا معجزہ دیکھا ہے۔ اتنی بات کرنے کے بعد اس نے معجزہ بیان کرنا شروع کر دیا۔

اس نے کہا: میں کاشمری ہوں۔ میرا والد مجھ پر کم لطفی کرتا ہے، لہٰذا میں ان کی اجازت کے بغیر وہاں سے پیدل ان بزرگوار کی زیارت کے لئے مشہد مقدس مشرف ہوا ہوں۔ یہاں پہنچ کر میں نے زیارت کی ہے۔ دوران زیارت میری نگاہ ایک لڑکی پر پڑی جو اپنی والدہ کے ہمراہ زیارت کے لئے آئی ہوئی تھی۔

جونہی میں نے اس لڑکی کو دیکھا تو میرے دل میں اتر گئی اور میں اس کا فریفتہ و عاشق ہو گیا۔ پریشان حال ضریح کے پاس گیا اور سخت گریہ کیا۔ اسی دوران میں نے عرض کیا: آقا! میں اس لڑکی کے عشق میں گرفتار ہو چکا ہوں لہٰذا یہ لڑکی آپ سے مانگتا ہوں۔ میں نے بہت زیادہ گریہ کیا اور بے ہوش ہو گیا۔ جب مجھے ہوش آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حرم کے چراغ روشن ہیں اور نماز مغرب کا وقت ہو چکا ہے۔ نماز پڑھنے کے بعد دوبارہ پریشان حال ضریح کے پاس جا کر گریہ کرنا شروع کر دیا۔

میں نے عرض کیا: آقا! یہاں سے اس وقت تک نہیں جاؤں گا جب تک مجھے میری مراد نہیں مل سکتی۔ مسلسل گریہ وزاری کرتا رہا، ادھر سے حرم کو خالی کرنے کا وقت ہو گیا۔ نگہبان نے بلند آواز سے کہا:

اَیُّھَا الْمُؤْمِنُوْنَ فِی اَمَانِ اللّٰہِ.

میں نے دیکھا کہ حرم مطہر خالی ہو چکا ہے تو مجبوراً باہر آیا۔ جوتا لینے کے لئے کفشداری پر گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں پر ایک شخص بیٹھا ہوا ہے۔ میرے جوتے کے علاوہ کسی اور کا کوئی جوتا نہیں پڑا ہوا ہے۔ اس شخص نے جب مجھے دیکھا تو کہا: کیا مرزا نصر اللہ کاشمری تم ہو؟

میں نے کہا: ہاں میں ہی ہوں۔

اس نے کہا: میرے ساتھ آؤ تمہیں بلا رہے ہیں۔

میں اس کے ساتھ چل پڑا۔ میں نے خیال کیا چونکہ میں اپنے باپ کی اجازت کے بغیر کاشمر سے آیا ہوں، شاید انہوں نے اپنے کسی دوست کو لکھا ہے کہ مجھے تلاش کر کے کاشمر روانہ کر دے۔

بالآخر مجھے ایک خوبصورت گھر میں لے گیا۔ داخل ہونے کے بعد اس نے ایک کمرے کی طرف میری راہنمائی کی، جہاں پر ایک محترم شخص تشریف فرما ہے۔ اس نے جونہی مجھے دیکھا میرا احترام کیا۔ میں وہاں پر بیٹھ گیا۔

اس نے کہا: مرزا نصر اللہ کاشمری تم ہو؟

میں نے کہا: ہاں۔

اس نے کہا: بہت اچھا۔

اس کے بعد اپنے نوکر سے کہا: میرے سالے سے کہو کہ ادھر آئے۔ تھوڑا وقت گذرنے کے بعد اس کی بیوی کا بھائی وہاں پر آیا اور آ کر بیٹھ گیا۔ اس شخص نے اپنی بیوی کے بھائی سے کہا۔

پچھلے سے ملاؤ حقیقت بات یہ ہے کہ میں آج ظہر کے بعد سویا ہوا تھا۔ آپ کی بہن اور بیٹی دونوں زیارت کے لئے حرم گئیں تھیں۔ اچانک خواب میں دیکھتا ہوں کہ ایک شخص

دروازے پر آ کر کہتا ہے: حضرت رضا تمہیں بلا رہے ہیں۔ میں فوراً حرم مطہر پہنچا۔ جب ایوان طلا میں داخل ہوا تو وہ بزرگوار ایک قالیچہ پر تشریف فرما ہیں۔ جونہی انہوں نے مجھے دیکھا تو اپنا چہرہ مبارک میری طرف کر کے فرماتے ہیں: کہ مرزا نصر اللہ نے تیری بیٹی کو دیکھا ہے اور اسے مجھ سے مانگ رہا ہے۔ اب تم اس لڑکی کی اس کے ساتھ شادی کر دو۔

میں جب بیدار ہوا تو اپنے نوکر کے ذمے لگایا کہ اسے تلاش کرے گھر لے آئے۔ نوکر اسے تلاش کر کے لے آیا ہے، وہ شخص یہ بیٹھا ہوا ہے۔

میں نے آپ کو اس لئے بلایا ہے کہ اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

اس نے کہا: جو کچھ امام علیہ السلام نے فرمایا ہے میری کیا مجال اس سے بھاگوں۔

وہ نوجوان کہتا ہے: جب میں نے ان کی یہ گفتگو سنی تو میں نے گریہ کرنا شروع کر دیا۔

آخر کار اس لڑکی کا میرے ساتھ نکاح کر دیا گیا۔ پس حضرت رضا علیہ السلام نے میری حاجت پوری فرمادی اور وہ لڑکی مجھے مل گئی۔ وہ نوجوان کہتا ہے اسی وجہ سے میں آپ کو کہہ رہا ہوں کہ ان بزرگوار سے جو مانگنا چاہو مانگو۔ ضرور عطا کریں گے۔

## (29) معجزہ: حضرت امام رضاؑ نے خواہش پوری کی

حضرت رضا علیہ السلام کے حرم کا خادم سید محمد موسوی (جو کئی بار آئمہ عراق کی زیارات سے مشرف ہو چکا ہے) کہتا ہے:

کاظمین میں ایک صالح سید نے مجھے کہا: تو کتنا خوش قسمت ہے کہ عتبہ مقدسہ شاہ خراسان کا خدمتگار ہے، کیونکہ میرے دنیا و آخرت کے تمام کام انہیں کے وجود مبارک کی برکت سے درست ہوئے ہیں۔ میں نے ان بزرگوار سے ایک حکایت سنی ہے۔ وہ حکایت نقل کرتے ہوئے کہتا ہے:

میں بحرین میں ایک مدرسہ میں زیر تحصیل تھا۔ بڑی تنگدستی کے ایام گذار رہا تھا۔ اسی

دوران ایک دن میں کام کی غرض سے مدرسہ سے باہر گیا۔ اچانک میری نگاہ ایک سرخ وسفید چہرے والی لڑکی پر پڑی۔ میں اس کے حسن و جمال کا فریفتہ ہو گیا۔ اس کی محبت میرے دل میں بیٹھ گئی۔ البتہ میں اس بات سے غافل تھا کہ وہ بحرین کے متمول ترین شیخ ناصر لواوالی کی بیٹی ہے۔ پس اس پری رخسار کی صورت میری آنکھوں کے سامنے سے محو نہیں رہتی تھی۔

میری حالت یہاں تک پہنچ گئی کہ مطالعہ ومباحثہ وغیرہ مجھ سے چھوٹ گئے۔

اسی دوران مجھے پتہ چلا کہ ایک قافلہ حضرت رضا علیہ السلام کی زیارت کے لئے مشہد مقدس جارہا ہے۔ میں نے اپنے آپ سے کہا کہ تیرے اس جانکاہ درد کا علاج حضرت رضا علیہ السلام کے دربار میں ہو سکتا ہے۔ اس غرض کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کارواں کے ساتھ ہمسفر ہوا۔ ہم ماہ مبارک رمضان کے اول میں مشہد مقدس حضرت رضا علیہ السلام کی بارگاہ میں مشرف ہوئے۔

جب رات ہو گئی، عالم خواب میں، میں حجت الہی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے مجھے فرمایا: اس ماہ مبارک میں تم ہمارے مہمان ہو۔ اگلے مہینے تجھے بحرین بھیجیں گے اور تیری حاجت بھی پوری کریں گے۔

جب میں نیند سے بیدار ہوا تو ایک شخص نے تین تومان بطور ہدیہ مجھے دیئے۔ میں نے پورا ماہ مبارک رمضان وظائف، طاعات اور عبادات میں گذارا۔ جب ماہ رمضان ختم ہو گیا تو زیارت وداع پڑھنے کے لئے حضرت رضا علیہ السلام کی خدمت میں مشرف ہوا۔ زیارت پڑھنے کے بعد روضہ مبارک سے باہر آیا۔ میں پائین خایابان تک گیا اچانک پیچھے سے کسی نے آواز دی۔ میں اس کے پاس گیا۔ اس نے کہا: میں نے ابھی خواب دیکھا ہے۔ عالم خواب میں حضرت رضا علیہ السلام کی خدمت میں مشرف ہوا ہوں۔

آنحضرت نے مجھے فرمایا:

فلاں شخص سے تم نے جتنی رقم لینی ہے اور نہ ملنے کی وجہ سے مایوس ہو چکے، ہو وہ میں

تجھے دوں گا، لیکن شرط یہ ہے کہ ابھی بیدار ہو کر گھر سے باہر نکلو۔ دروازے پر جو شخص تمہیں ملے گا اسے ایک گھوڑا اور دس تومان دے دو۔

اس شخص نے حکم امام علیہ السلام پر عمل کیا اور ایک گھوڑا اور دس تومان مجھے دیئے۔ میں اس گھوڑے پر سوار ہو کر شہر سے باہر نکل گیا۔

جب پہلی منزل بنام طرق پر پہنچا تو وہاں پر ایک تاجر سے ملاقات ہوئی، جو راستہ بند ہونے کی وجہ سے متحیر و پریشان تھا۔ اس نے امام ہشتم کو خواب میں دیکھا۔

آپؑ نے فرمایا:

اگر فلاں پانچ سو تومان منافع اس بحرینی سید کو دو گے جو کل تمہارے پاس پہنچے گا تو میں تمہیں صحیح و سالم منزل مقصود تک پہنچا دوں گا۔

وہ تاجر شخص مجھ سے ملا ہم نے اصفہان تک اکٹھا سفر کیا۔ اس نے وہاں پہنچ کر مجھے سو تومان دیئے۔ میں نے اس رقم سے دلہے کو پہنائی جانے والی چیزیں خریدیں اور اپنے مقصد کی طرف چل پڑا۔ بالکل صحیح و سالم بحرین پہنچ گیا۔ وہاں پہنچ کر اپنے سابقہ مدرسہ میں گیا۔ اگلے دن کیا دیکھتا ہوں کہ شیخ ناصر لولوئی اپنے خدماء کے ہمراہ بڑے شان و شوکت سے مدرسہ میں داخل ہوا اور سیدھا میرے پاس آیا اور میرے پاؤں میں گر گیا تاکہ بوسہ دے لیکن میں نے ایسا نہ کرنے دیا۔

اس نے کہا:

کس طرح تمہارے ہاتھ پاؤں نہ چوموں، کیونکہ تمہاری وجہ سے میں اس قابل ہوا ہوں کہ حضرت رضا علیہ السلام نے میری شفاعت کرنے کی حامی بھری ہے، کیونکہ گذشتہ روز عالم خواب میں، میں ان بزرگوار کی خدمت میں مشرف ہوا ہوں۔

انہوں نے فرمایا: اگر ہماری شفاعت کے طالب ہو تو فلاں مدرسہ کے فلاں حجرہ میں جاؤ۔ وہاں پر آپ کو ایک سید ملے گا جو پچھلے نوں میری زیارت کے لئے آیا ہوا تھا۔ اور اب

واپس جا چکا ہے۔ وہ تمہاری بیٹی کا رشتہ چاہتا ہے۔ تم اپنی بیٹی کا اس کے ساتھ عقد پڑھوا دو۔ میں تمہاری اس دن شفاعت کروں گا جس دن،

لَا يَنفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ.

''نہ دولت کا کوئی فائدہ ہوگا اور نہ اولاد کا۔''

اس طرح سے شیخ ناصر لولوئی نے اپنی بیٹی میرے عقد میں دے دی۔ اس کے بعد میں نے دوبارہ امام ہشتم کو عالم خواب میں دیکھا۔

انہوں نے مجھے کہا: نجف جاؤ۔ میں نجف چلا گیا۔ ایک سال وہاں پر مقیم رہا۔ تیسری دفعہ عالم خواب میں ان کی زیارت کی۔

انہوں نے فرمایا:

ایک سال کربلا میں رہو، اور ایک سال کاظمین میں قیام کرو۔ میں اب کاظمین میں ہوں ایک سال پورا ہونے کے بعد دیکھتا ہوں کیا حکم ہوتا ہے۔

## (30) معجزہ: اعتراض کے ذریعے شفاء کیسے میسر آئی؟

صاحب کرامات رضویہ ج ۱، ص ۱۶۵ میں رقمطراز ہے:

حاج سید رضا موسوی کی زوجہ سیدہ علویہ موسوی ساکن گرگان کو بارگاہ ملکوتی حضرت رضا علیہ السلام میں شفا ملی ہے۔ سید رضا علیہ السلام نے اس واقعہ کی تفصیل مجھے خط کے ذریعے بتائی۔ میں یہاں پر اس کا خلاصہ نقل کر رہا ہوں۔

لکھتے ہیں:

میری ہمسر مسلسل نو ماہ تک ملیریا بخار میں گرفتار رہی۔ میں اسے گرگان میں مختلف ڈاکٹروں کے پاس لے گیا لیکن اسے کوئی افاقہ نہ ہوا تو اسے علاج کے لئے لے کر مشہد مقدس آیا۔

وہاں پہنچ کر پوچھا: یہاں سب سے اچھا ڈاکٹر کون ہے؟

دوستوں نے ڈاکٹر غنی سبزواری کا ایڈریس دیا۔ اپنی زوجہ کو اس کے پاس لے گیا۔ اس نے چالیس دن تک لگاتار علاج کیا، لیکن مرض بڑھتا گیا جوں جوں علاج کیا۔

ایک دن میں نے ڈاکٹر سے کہا: میں تھک چکا ہوں، اگر تمہارا مقصد صرف فیس لینا ہے تو میں تجھے ایک ماہ کی ایڈوانس فیس دے دیتا ہوں لیکن اس مریضہ کا علاج جلدی کرو۔ اگر اس کا علاج مشہد میں نہیں ہو سکتا ہے تو تب بھی بتا دو تاکہ میں اسے کسی اور جگہ لے جاؤں۔

ڈاکٹر نے کہا: کیا کروں؟

اس کی بیماری پرانی ہو چکی ہے لہٰذا علاج کے لئے وقت درکار ہے۔ اس نے نسخہ لکھ کر دیا۔ ہم مکان پر واپس آئے۔ میں دوائی خریدنے کے لئے جانے لگا تو میری بیوی نے کہا: دوا نہ لاؤ، کیونکہ میری بیماری ٹھیک ہونے والی نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس نے رونا شروع کر دیا۔ میں سمجھ گیا کہ ڈاکٹر نے جو کلمہ مزمن کہا ہے۔ اس نے اس سے یہ خیال کیا ہے کہ مرا مرض ٹھیک ہونے والا نہیں ہے۔

میں نے کہا: مزمن سے ڈاکٹر کی مراد یہ تھی کہ اس مرض کا علاج جلدی نہیں ہو سکتا ہے، اس کے لئے حوصلے کی ضرورت ہے، لیکن اسے میری بات پر یقین نہیں آ رہا تھا۔

اس نے روتے ہوئے کہا: جتنی جلدی ہو سکے مجھے گرگان واپس لے چلو، لیکن میں نے اس کی بات کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ ڈاکٹر نے جو دوا لکھ کر دی تھی وہ لے آیا۔ اس نے کھانے سے انکار کر دیا۔ وہ زندگی سے ناامید مرنے کی فکر میں تھی۔ اس کے اس رویے نے مجھے بہت پریشان کر دیا۔ رات کو اس کے بخار میں شدت آ گئی۔

میں سحر کے وقت اٹھا۔ سیدھا حرم گیا۔ دیوانوں کی طرح بدون اذن اندر داخل ہوا۔ میں نے ضریح مقدس کو پکڑتے ہوئے سخت لہجے میں کہا: مجھے مریض کو لائے ہوئے چالیس دن گذر چکے ہیں۔ میں نے آپ کی بارگاہ میں شفا کی استدعا کی ہے لیکن آپ نے کوئی توجہ

نہیں فرمائی ہے۔ میں جانتا ہوں اگر آپ نے نظر لطف مرحمت فرمائی ہوتی تو میرا مریض کب کا شفایاب ہو چکا ہوتا۔

ایک گھنٹہ گریہ کرنے کے بعد میں نے عرض کیا: آپ کو آپ کی جدہ زہراء سلام اللہ علیہا کا واسطہ دیتا ہوں اگر آپ نے بزرگواری نہ فرمائی تو اپنے جد موسیٰ بن جعفر سے شکایت کروں گا، کیونکہ اگر چہ میں اس قابل نہیں ہوں کم از کم آپ کا مہمان تو ہوں۔

گلہ وشکوہ کرنے کے بعد حرم مطہر سے باہر نکل آیا۔ اگلی رات میری بیوی کو سخت بخار تھا، لیکن میں سویا ہوا تھا۔ آدھی رات کے وقت میری زوجہ نے مجھے بیدار کیا اور کہتی ہے: اٹھو! ہمارے آقا و مولیٰ تشریف لائے ہیں۔ میں جلدی سے بیدار ہوا لیکن وہاں پر کسی کو نہ دیکھا۔ میں نے خیال کیا کہ میری بیوی شدت بخار کی وجہ سے بڑبڑا رہی ہے۔ میں دوبارہ سو گیا۔ صبح ہونے سے ایک گھنٹہ قبل میں بیدار ہوا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ میری زوجہ جس میں اٹھنے کی طاقت نہیں تھی دوسرے کمرے میں چائے پکانے کے لئے گئی ہے۔ میں نے جب اسے اس حالت میں دیکھا تو کہا: اس کمزوری کی حالت میں تم ایسا کیوں کر رہی ہو؟ خادم کو بیدار کیا ہوتا۔

اس نے کہا: کیا تمہیں معلوم نہیں ہے؟ کہ امام رضا علیہ السلام نے ابھی ابھی مجھے شفاء عنایت فرمائی ہے۔

حضرت رضا علیہ السلام کی توجہ اور مہربانی کی وجہ سے میرے اندر کوئی کمزوری و کسالت نہیں ہے، چونکہ میری حالت اچھی تھی، اس لئے میں نہیں چاہتی تھی کہ کسی اور کو نیند سے بے آرام کروں۔

میں نے پوچھا: یہ سب کیسے ہوا ہے؟ مجھے جلدی بتاؤ۔

اس نے کہا: آدھی رات کو مرض نے مجھ پر شدید حملہ کیا۔ کیا دیکھتی ہوں کہ پانچ افراد میرے سرہانے کھڑے ہیں۔ ایک کے سر پر عمامہ اور باقی چار کے سروں پر ٹوپیاں تھیں۔ تم میری پائنتی کی طرف بیٹھے ہوئے ہو۔ آقا معظم دوسرے چار افراد سے فرماتے ہیں آپ اس

مریضہ کا معائنہ کریں کہ اسے کیا تکلیف ہے؟

ان میں سے ایک شخص نے میرا معائنہ کیا اور ہر ایک نے اپنے اپنے طور پر مرض کو تشخیص دیا۔ اس کے بعد وہ معظم شخص کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ آپ بھی اسے دیکھیں۔

آنحضرت نے اپنا دست مبارک آگے بڑھاتے ہوئے میری نبض پر ہاتھ رکھا اور فرمایا یہ تو بالکل تندرست ہے۔

جب انہوں نے ایسا فرمایا: ڈاکٹروں نے اجازت لی اور چلے گئے۔

اس وقت انہوں نے آپ کی طرف دیکھا اور فرمایا: سید رضا! تمہاری مریضہ ٹھیک ہو گئی، کیونکہ اس قدر خوفزدہ اور بے صبری و بے تابی کا مظاہرہ کر رہے ہو؟

جب آنحضرت روانہ ہونے لگے تو آپ بھی اٹھ کھڑے ہوئے تو انہیں الوداع کرنے کے لئے دروازہ تک ان کے ساتھ گئے اور ان کا شکریہ ادا کیا۔ آنحضرت نے خدا حافظ کہا اور تشریف لے گئے۔

شنیدہ ام کہ عیادت کنی مریضان را

تم گرفت و دلم خوش بہ انتظار نشت

اس کا شوہر لکھتا ہے: جس رات سے میری زوجہ کو شفاء نصیب ہوئی اس وقت سے آج تک دوبارہ بخار میں مبتلا نہیں ہوئی ہے۔

## (31) معجزہ: سید علی اکبر گوہری کی سچی داستان

اول ذیقعدہ، ۱۳۸۱ھ ق شب جمعہ ایک نوجوان بنام سید علی اکبر اہل تبریز شفایاب ہوا، جس کا آدھا بدن مفلوج ہو چکا تھا۔ اس کا ماجرا اخبار خراسان شمارہ ۳۶۹۲ میں اس کی تصویر کے ساتھ شائع ہوا۔ اس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

گذشتہ شب حرم مطہر حضرت رضا علیہ السلام میں ایک مفلوج نوجوان نے شفا پائی ہے۔ دوکان داروں نے جشن منایا، اپنی دکانیں مختلف رنگ کے پرچموں اور چراغوں سے مزین کیں۔ ہمارا خبر نگار اس نوجوان سے ملا ہے اور واقعہ کی تفصیل کچھ یوں بیان کرتا ہے۔

یہ نوجوان سید علی اکبر گوہری جس کی عمر اٹھائیس سال ہے یہ تبریز کا رہنے والا ہے اس مرض میں مبتلا ہونے سے قبل اس کا شغل بازار تبریز میں عطر فروشی تھا۔ اس نے ہمارے خبر نگار کے سامنے بیان کیا ہے کہ:

میں بچپن سے دل اور تشنج اعصاب کے مرض میں مبتلا تھا، چونکہ اس بیماری کی وجہ سے سخت پریشان تھا۔ تبریز کے ڈاکٹروں کے مشورے سے علاج و معالجہ کے لئے تہران گیا اور بیمارستان فیروز آبادی میں داخل ہو گیا۔ اپریشن کرنے کی تاریخ آ گئی، کیونکہ ڈاکٹروں نے تشخیص یہ دیا تھا کہ دل پر خون کا دھبہ ہے۔ اسے برقی شعاعوں سے ختم کیا جائے گا، لیکن مجھے معلوم نہیں ہے کہ کس اشتباہ کی بناء پر برقی لہروں کو میرے دل پر زیادہ دیر رکھا گیا۔ جس کی وجہ سے میرا آدھا بدن مفلوج ہو گیا اور میری دائیں آنکھ کی بینائی بھی ختم ہو گئی۔

اس نئی عارض ہونے والی بیماری کے معالجہ کے لئے میں پانچ ماہ تک بیمارستان چھرازی میں داخل رہا۔ بہت علاج و معالجہ کے بعد میرا بدن کافی حد تک بہتر ہو گیا اور میری آنکھ کی بینائی بھی واپس آ گئی، لیکن میرا بایاں پاؤں اسی حالت میں باقی رہا حتی کہ میں لاٹھی کے ساتھ بھی اچھی طرح سے نہیں چل سکتا تھا۔ پس ناامید ہو کر تبریز واپس چلا گیا۔ وہاں پر بہت علاج و معالجہ کیا، کسی نے جو بھی مشورہ دیا اس پر عمل کیا۔

دکان اور گھر کو بیچ کر اپنے علاج پر لگا دیا۔ کچھ مدت کے بعد دوبارہ تہران میں بیمارستان شوروی گیا۔ وہاں پر بھی کافی علاج و معالجہ کیا، لیکن کوئی آفاق نہ ہوا۔ ڈاکٹروں نے کہا: جتنا بھی علاج کرو تمہاری ٹانگ ٹھیک نہیں ہوگی۔ مایوس ہو کر تبریز واپس چلا گیا۔ عید نوروز کے پہلے دن ڈاکٹر منصور اشرافی کے گھر گیا کیونکہ ان کے ساتھ ہمارا بھائی چارہ تھا اور

میری بیماری سے بھی آشنا تھا۔ میں نے اس کی خدمت میں گذارش کی کہ اگر میری ٹانگ کے علاج کے لئے کچھ ہو سکتا ہے تو مجھے بتائیں اور اگر کچھ نہیں ہو سکتا ہے تو میں آرام سے بیٹھ جاؤں۔ ادھر ادھر دھکے نہ کھاؤں۔

اس ڈاکٹر نے کافی دیر میرا معائنہ کیا۔ سوئی چبھوئی اس کا مجھے کوئی احساس نہ ہوا۔ اس کے بعد ٹیسٹ کے لئے میرا خون نکالا۔

بعد میں اس نے کہا: سید علی! تمہاری ٹانگ ہمیشہ کے لئے مفلوج ہو چکی ہے علاج و معالجے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

اس دن ڈاکٹر کی تشخیص کا سن کر مجھے بہت دکھ ہوا۔ حالانکہ لوگ عید کی خوشیوں میں غرق تھے۔ میں شکستہ دل ہو کر اپنے ایک دوست کے گھر گیا اور ڈاکٹر نے جو کچھ کہا اسے بتایا۔

میرا وہ دوست بوڑھا تھا، اس نے مجھے دلاسہ دیا اور کہا:

سید علی اکبر! تم ایک متدین، متقی اور اچھے نوجوان ہو۔ طبیب واقعی حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں کیوں حاضر نہیں ہوتے ہو۔ آنحضرت کی زیارت کے لئے مشہد جاؤ اور ان سے اپنے علاج کی درخواست کرو۔ میرے اس دوست نے جب مجھے یہ مشورہ دیا تو میری آنکھوں سے بے ساختہ آنسو نکل آئے۔ میں نے اسی وقت پکا ارادہ کر لیا کہ ان کے مشورے پر ضرور عمل کروں گا۔

سفر کی تیاری کی اور مشہد مقدس کے لئے روانہ ہو گیا۔

بروز جمعرات ساڑھے سات بجے صبح مشہد پہنچ گیا۔ چونکہ دل میں زیارت کرنے کی تڑپ تھی۔ میں کسی مسافر خانے کی بجائے زحمات بسیار کے بعد سیدھا حرم مطہر کے صحن تک پہنچا۔ حرم میں مشرف ہونے سے پہلے حمام گیا، غسل زیارت کیا۔ حمام میں جتنے بھی لوگوں نے مجھے دیکھا: میری حالت پر بہت افسوس کیا۔ بہر حال زیارت کے لئے حرم مشرف ہوا۔ چونکہ سخت بھوک لگ رہی تھی وہاں سے نکلا، بازار جا کر تھوڑا بہت کھانا کھایا، دوبارہ حرم میں گیا۔

رات کے ساڑھے گیارہ بجے تک حرم کے اندر رہا۔ حرم کا ایک خادم مسلسل میری نگہداری کر رہا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں اس بھیڑ میں زائرین کے پاؤں کے نیچے آ کر کچلا جاؤں۔ اسی دوران میں نے بڑی مشکل سے اپنے آپ کو ضریح مطہر تک پہنچایا۔

وہاں پہنچ کر میں نے بلند آواز سے نالہ وفریاد شروع کر دیا۔ میں نے اس قدر زور زور سے گریہ کیا کہ اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھا۔ عالم بے ہوشی میں، میں نے ایک نور دیکھا۔ اس نور سے آواز آئی۔

اس نے مجھے کہا: سید علی اکبر! اٹھو۔ تیرے خدا نے تجھے شفا عنایت فرمائی ہے۔

عالم بے ہوشی میں، میں نے محسوس کیا کہ وہ ٹانگ جس پر میں بوجھ نہیں ڈال سکتا تھا اور اس کی انگلیاں بالکل بے حس وحرکت تھیں ان میں جان آ گئی۔ میں عصا کی مدد کے بغیر وہاں سے اٹھا اور ایک طرف کھڑے ہو کر نماز بجالائی اور خدا کا شکریہ ادا کیا۔

اسی دوران میں نے اپنے ایک ہم شہری کو دیکھا جو میرے حالات سے مکمل طور پر آگاہ تھا جب اس سے ملاقات ہوئی تو مجھے دیکھ کر بہت حیران ہوا۔ مجھے اپنے ساتھ مسافر خانے لے گیا۔ اسی طرح دکانداروں اور حمام کے ملازمین نے بھی مجھے ٹھیک حالت میں دیکھا تو حیران رہ گئے، اور مجھے آیت اللہ شیرازی کی خدمت میں لے گئے۔

جن لوگوں نے مجھے اس حالت میں دیکھا تھا انہوں نے ایک خط کے ذریعے سارا واقعہ آستان قدس رضوی کو لکھا:

اسی مناسبت سے اگلی صبح ۱۰ بجے مسلمانوں کی خوشنودی کے لئے نقارہ بجایا گیا۔

اس کے بعد میں نے اپنے آپ سے کہا: جتنی جلد ہو سکے مجھے اپنے شہر واپس جانا چاہیے اور یہ خوشخبری اپنی والدہ محترمہ، زوجہ، دو بچوں اور چھ بھائیوں کو سناؤں۔ انشاء اللہ پہلی فرصت میں حضرت رضا علیہ السلام کی زیارت کے لئے دوبارہ آؤں گا۔

## (32) معجزہ: ماں اور بیٹی ملاقات کیسی ہوئی؟

محدث نوری دارالسلام اور سید نعمت اللہ جزائری زہر الربیع میں نقل کرتے ہیں کہ ایک سال میں حضرت رضا علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوا۔ استر آباد اور گرگان کے راستے سے واپس لوٹا۔

استر آباد میں ایک فاضل سید نے نقل کیا کہ ۱۰۸۰ میں ترکمنوں نے استر آباد پر حملہ کیا۔ لوگوں کا مال و منال لوٹ لیا اور ان کی خواتین کو قیدی بنا لیا۔ وہ ایک ایسی لڑکی کو بھی اپنے ہمراہ لے گئے جس کی ماں کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی اولاد نہیں تھی۔ یہ بوڑھی اپنی بیٹی کی جدائی میں بے حد پریشان تھی۔ شب و روز اس کے فراق میں روتی رہتی تھی۔

ایک دن وہ اپنے آپ سے کہتی ہے: حضرت رضا علیہ السلام جب اپنے زائر کے لئے جنت کا ضامن ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میری بیٹی کی واپسی کی ضمانت نہ دے؟ لہذا بہتر یہی ہے کہ آنحضرت کی زیارت کے لئے جاؤں اور اپنی بیٹی کا ان سے مطالبہ کروں۔ پس وہ مشہد مقدس گئی اور حضرت رضا علیہ السلام کی بارگاہ میں التجا کی کہ آقا! میری بیٹی مجھے واپس دلا دو۔

وہ لوگ جو لڑکی کو اسیر بنا کر لے گئے تھے انہوں نے اسے ایک تاجر کے ہاتھ بعنوان کنیز فروخت کر دیا۔ وہ تاجر بخارا کا رہنے والا تھا۔ اس لڑکی کو بخارا فروخت کرنے کے لئے لے گیا۔

بخارا میں ایک مومن و صالح شخص خواب میں دیکھتا ہے کہ وہ سمندر میں گر گیا ہے۔ وہ نجات حاصل کرنے کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہا ہے۔ قریب تھا کہ ڈوب کر ہلاک ہو جاتا۔

اچانک ایک لڑکی کو دیکھتا ہے جو اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے سمندر سے باہر نکالتی ہے۔ وہ شخص اس لڑکی کا شکریہ ادا کرتا ہے۔ اس کے بعد اس کے چہرے کی طرف نگاہ کرتا ہے تو اس کی آنکھ کھل جاتی ہے۔ جب بیدار ہوتا ہے تو اس لڑکی کے بارے میں سوچنا شروع کر دیتا

ہے۔ بالآخر وہ اپنی دکان پر جاتا ہے۔ اس دوران ایک شخص اس کی دکان میں داخل ہوتا ہے اور اسے کہتا ہے: میں ایک کنیز لایا ہوں، اگر خریدنا چاہتے ہو تو میرے گھر آؤ۔

تاجر نے جب اس لڑکی کو دیکھا تو دیکھتے ہی پہچان گیا کہ یہ وہی لڑکی ہے جس نے گذشتہ شب خواب میں اسے سمندر میں غرق ہونے سے بچایا تھا۔ اسے دیکھ کر بہت تعجب کرتا ہے۔

اس تاجر نے خوش ہو کر اس لڑکی کو خریدا۔ اس کا حسب ونسب پوچھا لڑکی نے اپنے بارے میں تمام تفصیل بتائی۔ تاجر نے جب اس کی داستان سنی تو اس کا دل پسیج گیا۔ ضمناً اسے یہ معلوم ہوا یہ باایمان اور شیعہ لڑکی ہے۔

تاجر نے اسے کہا: پریشان وغمگین ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میرے چار لڑکے ہیں، جس سے تمہاری رضا ہو ازدواج کرلو۔

اس لڑکی نے کہا: ان میں سے جو بھی میرے ساتھ یہ وعدہ کرے گا کہ مجھے حضرت رضا علیہ السلام کی زیارت کے لئے لے جائے گا میں اس کے ساتھ نکاح کرلوں گی۔

اس تاجر کے ایک لڑکے نے یہ شرط قبول کرلی اور اس لڑکی کے ساتھ نکاح کرلیا۔ کچھ دن بعد اپنی زوجہ کو اپنے ساتھ لے کر حضرت ثامن الائمہ علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہونے کے لئے روانہ ہو گیا، لیکن وہ لڑکی راستے میں مریض ہو گئی۔ اس کے شوہر نے جیسے تیسے اسے مشہد پہنچایا۔ وہاں پر رہائش کے لئے منزل کرائے پر لی۔ اور خود اس کی تیمارداری میں مصروف ہو گیا۔

اس نے کہا کہ وہ صحیح طور پر اس کی دیکھ بھال نہیں کر پا رہا ہے۔ حضرت رضا علیہ السلام کے حرم میں جا کر اللہ تعالیٰ سے التجا کرتا ہے کہ کوئی خاتون مل جائے جو میری بیوی کی صحیح طور پر دیکھ بھال کر سکے۔

خدا کی بارگاہ میں التجا کرنے کے بعد جب حرم سے باہر نکلا تو دارالسیادہ میں ایک

بوڑھی عورت کو دیکھا جو مسجد گوہر شاد کی طرف جا رہی ہے۔

اس نے بوڑھی عورت سے کہا: مادر جان!

میں ایک مسافر ہوں اور میری بیوی سخت مریض ہے، میں اس کی صحیح طور پر دیکھ بھال نہیں کر سکتا ہوں۔ لہٰذا کچھ دن میرے پاس آ جاؤ اور خوشنودی خدا کے لئے اس کی تیمارداری کرو۔

اس بوڑھی عورت نے کہا: میں بھی زائرہ ہوں۔ مشہدی نہیں ہوں، میرا کوئی بھی نہیں ہے۔ میں تنہا ہوں۔ فقط حضرت رضا علیہ السلام کی خوشنودی کے لئے مشہد آئی ہوں۔

وہ دونوں اس منزل کی طرف چل پڑے، جہاں پر وہ مریضہ رہ رہی تھی۔ جب اندر داخل ہوئے تو وہ لڑکی چہرے پر لحاف ڈالے مرض کی شدت سے کراہ رہی تھی۔ وہ بوڑھی عورت اس کے پاس گئی اور اس کے چہرے سے لحاف اتارا، بڑی حیران ہو کر دیکھتی ہے کہ یہ مریضہ تو اس کی اپنی بیٹی ہے جس کے فراق میں آج تک جل رہی ہے۔ خوشی سے اس نے فریاد بلند کی، خدا کی قسم یہ تو میری لڑکی ہے۔ ادھر سے اس لڑکی نے جب اپنی ماں کو دیکھا تو اس کی آنکھوں سے بھی آنسو جاری ہو گئے۔ دونوں ماں بیٹی ایک دوسرے کے ساتھ لپٹ گئیں اور امام ہشتم علیہ السلام کے لطف و کرم کی وجہ سے ان کے رخسار پر آنسو برس رہے تھے۔

## (33) معجزہ: سرطان میں مبتلا مریضہ کی شفایابی اور ڈاکٹر کی گواہی

کتاب ''الکلام یجر الکلام'' کی جلد اول ص ۱۳۸ پر ایک خاتون کے شفایاب ہونے کے بارے میں ڈاکٹر لقمان الملک کا خط نقل کرتا ہے۔ ہم ڈاکٹر بعینہٖ وہی خط تحریر کرتے ہیں جو انہوں نے آیت اللہ الکریم حائری کو لکھا تھا۔

''تقدیم حضور مبارک حضرت مستطاب حجۃ الاسلام آیت اللہ فی الارضین آقا حاج عبدالکریم حائری ادام اللہ ظلہ علی روس المسلمین۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی اَشْرَفِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدِ نِ الْمُصْطَفٰی وَاَفْضَل السلام عَلٰی حُجَجِہٖ ومظاہر قُدرتہ الْائمۃِ الطَّاھِرِیْنَ وَاللَّعْنَۃُ عَلٰی اَدَائِھِم وَالْمُنْکِرِیْنَ لِفَضَائِلِھِم وَالشَّاکِیْنَ فِی منحۃ مَاتِھِمُ الْعَالِیَۃِ الشَّامِقَا۔

''ایک مریضہ کے بارے میں ظہور پذیر ہونے والے معجزے کی داستان مندرجہ ذیل ہے:

اس خاتون کی عمر ۴۴ اور ۴۶ سال کے درمیان ہے، جو ایک سال سے مسلسل مرض رحم میں مبتلا تھی۔ میں اس کا علاج ومعالجہ کرتا رہا لیکن اس کے مرض میں روز بروز شدت آتی گئی۔ میں نے ڈاکٹر ابوالقاسم خان قوام کے ساتھ مشورہ کرنے کے بعد اسے امریکیوں کے ہسپتال بھیجا۔ ہسپتال کے انچارج کے نام لکھا کہ اس خاتون کا میڈیکل چیک اپ اور دیگر طبیبہ خواتین معائنہ کریں۔ مرض کی جو وہ تشخیص دیں مجھے لکھیں۔

انہوں نے معائنہ کرنے کے بعد لکھا کہ اس کے جسم میں زخم ہے، لہٰذا آپریشن کی ضرورت ہے، لیکن مریضہ آپریشن کے لئے راضی نہیں ہوتی تھی۔ اس کے بعد مزید مرض کی تشخیص کے لئے ہم نے اسے میڈم اخایوف روسی کے پاس بھیجا۔ ان کا نظریہ بھی پہلے والے ڈاکٹر کے ساتھ ملتا جلتا تھا۔ اس کے باوجود مزید تسلی کرنے کے لئے پروفیسر اکوبیانس اور میڈم اکوبیانوس کے پاس بھیجا۔ انہوں نے ایک ماہ اس کا علاج ومعالجہ کرنے کے بعد مجھے لکھا کہ اسے سرطان ہے، جو قابل علاج نہیں ہے۔ بہتر یہی ہے کہ اسے تہران لے جائیں شاید برقی شعاعوں سے کوئی نتیجہ اخذ کرسکیں۔

چنانچہ ڈاکٹر ابوالقاسم خان اور میں نے ابتداء میں جو تشخیص دی تھی وہ یہی سرطان تھا۔

مریضہ تہران جانے کے لئے تیار نہیں، علاوہ ازیں کمزوراتنی ہو چکی ہے کہ ممکن ہے دو تین فرسخ سفر طے کرنے کے بعد فوت ہو جائے۔

اس دوران زیر شکم متورم ہو چکا تھا۔ زیر شکم ایک غدہ بڑے اتار کے برابر نظر آ رہا تھی۔ جو مثانے پر دباؤ ڈالے ہوئے تھی اور حبس البول کا موجب تھی۔ اس کے پستان متورم اور سخت ہو گئے تھے۔ کھانا پینا بالکل چھوٹ چکا تھا۔

لہٰذا ہم مجبور تھے کہ تخفیف درد کے لئے روزانہ دو ٹیکے سانتی کین مرفین لگائیں آخر کار یہ ٹیکے بھی بے اثر ہو چکے تھے۔ ایک رات اس نے زندگی سے مایوس ہو کر کافی مقدار میں تریاک کھالیا تھا تاکہ موت کی نیند سو جائے۔ مجھے اطلاع دی گئی۔ میں نے تریاک کا اثر زائل کرنے والی دوائی دی۔

چونکہ میں کافی عرصے سے اس محترم و معروف خاندان سے مربوط تھا لہٰذا میری بہت کوشش تھی کہ کسی نہ کسی طرح ان کے زخم پر مرہم رکھی جائے لیکن مایوس تھا کیونکہ یقین تھا کہ سرطان کی جڑیں پھیل چکی ہیں، جو رحم سے نکل کر بچہ دانی تک سرایت کر گئیں ہیں اور مزاج کے اعتبار سے بھی اس کا بدن بے جان ہو چکا تھا۔

خاتون کی سوچ کا رخ موڑنے کے لئے میں نے کہا: بیمارستان رضویہ کے رئیس اسپیشلسٹ اور سرجن سے معائنہ کروایا جائے۔ دیکھیں وہ کیا کہتا ہے۔

انہوں نے معائنہ کرنے کے بعد مجھے بتایا کہ اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں ہے کہ مریضہ کا پورا رحم نکال دیا جائے۔

میں نے مریضہ سے کہا آپریشن کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں ہے۔ اگر آپریشن نہیں کروانا چاہتی ہو تو پھر جتنی زندگی باقی ہے اسی طرح گذارو۔

اس نے کہا ٹھیک ہے۔ اگر دوران آپریشن حیات قطع ہو گئی تو نعم المطلوب اگر نہ مری تو شاید کوئی بہتر ہو جاؤں گو یا وہ آپریشن کے لئے تیار ہو گئی۔ اس کے بعد تقریباً ایک ہفتے تک

میری اس خاتون سے کوئی ملاقات نہ ہوئی۔ یعنی مجھے اس کی عیادت کے لئے جانے سے شرم آتی تھی۔ اسی طرح وہ بھی مجھے بلانے سے شرم کرتی تھی۔

ایک ہفتہ گذرنے کے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ بالکل تندرست میرے کلینک میں داخل ہوئی اور اس نے خوشی کا اظہار کیا۔

میں نے حیران ہوکر پوچھا: کیسے اور کہاں سے ٹھیک ہوئی؟

اس نے کہا: آپ نے مجھے اپنا آخری الٹی میٹم دے دیا تھا اور ڈاکٹر معاضد کی نظر بھی ناکام ہو گئی تھی۔ میں نے اشکوں کی بارش برساتے ہوئے شکستہ دل کے ساتھ کہا: یا علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام میں ہر جگہ سے مایوس و ناامید ہو چکی ہوں کب تک میں ڈاکٹروں کے دروازوں پر دھکے کھاتی پھروں گی؟

میں نے ایک ہفتہ گھر میں مجلس رکھی اور حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے متوسل ہوئی ہوں۔

آٹھ جمادی الثانی ہفتے کا دن گذارنے کے بعد، رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ میری ایک خاتون دوست (جس کا شوہر سید اور خادم آستان قدس رضوی ہے) نے مجھے تھوڑی سی خاک لا کر دی اور کہتی ہے: یہ خاک میرا شوہر ضریح کے اندر سے لایا ہے اور کہتا ہے کہ اس خاتون سے کہو کہ یہ خاک اپنے پیٹ پر ملے۔ میں نے عالم خواب میں وہ خاک ملی۔

اس کے بعد کیا دیکھتی ہوں کہ میری بیٹی جلدی سے میرے پاس آئی اور کہتی ہے:

خانم! جلدی اٹھو! دروازہ پر ایک ڈاکٹر (یعنی میں ڈاکٹر لقمان) گھوڑے پر سوار کھڑا ہے اور وہ کہہ رہا ہے کہ خانم سے کہو، آئے اور ایک بڑے ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں۔

میں جلدی سے باہر آئی کیا دیکھتی ہوں کہ آپ سرخ رنگ کے اونچے لمبے گھوڑے پر سوار ہیں۔ آپ نے کہا کہ چلیں۔

میں آپ کے ہمراہ چل پڑی۔ ایک بہت بڑے میدان میں پہنچی۔ وہاں پر ایک

بزرگوار شخص کھڑا ہے۔ بہت سے لوگ اس کے پیچھے کھڑے ہوئے ہیں، لیکن میں اسے پہچانتی نہیں ہوں، لیکن اس کے نزدیک پہنچ کر ان کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا: یا حجۃ بن الحسن! میری فریاد سنیں، میری مدد کریں۔

انہوں نے خفگی کی حالت میں مجھے فرمایا: کس نے کہا تھا کہ فلاں ڈاکٹر کے پاس جاؤ۔ ایک ڈاکٹر کا نام لیا (البتہ میں اس کا نام نہیں بتانا چاہتا) یہ سننے کے بعد میں ان کے قدموں میں گر گئی اور عرض کیا: میری مشکل حل کر دو۔

انہوں نے دوبارہ فرمایا: کس نے تمہیں کہا تھا کہ فلاں ڈاکٹر کے پاس جاؤ؟

میں نے فریاد بلند کی۔

انہوں نے فرمایا: اٹھو! تم صحت یاب ہو گئی ہو۔ تم اب مریض نہیں ہو۔ اس کے بعد بیدار ہو جاتی ہوں۔ کیا دیکھتی ہوں۔ مرض ختم ہو چکی ہے۔ اس کا نام ونشان نہیں ہے۔ میں نے دو ہفتے تک یہ واقعہ کسی کے سامنے نقل نہیں کیا تا کہ یقین کامل ہو جائے کہ مرض واپس تو نہیں پلٹ آیا۔ دو ہفتے گذرنے کے بعد میں نے پروفیسر اکوبیانس سے تصدیق حاصل کی۔ اس نے لکھا اگر ایسا مریض طبی وجراحی علاج ومعالجے کے بغیر تندرست ہو جاتا ہے تو یہ بطور کلی قانون طبیعت سے خارج ہے۔ ڈاکٹر معاضد نے بھی لکھا کہ میرے نزدیک اس مرض کا علاج صرف اس میں منحصر تھا کہ پورا رحم نکال دیا جائے۔ اب تقریباً چار ماہ کا عرصہ گذر چکا ہے اب اس مرض کا کوئی نام ونشان نہیں ہے۔

اس خاتون کے شفایاب ہونے کے بعد میڈم اکوبیانس نے دوبارہ مریضہ کا مکمل طور پر معائنہ کیا تو مرض سرطان کا کوئی نام ونشان تک نہیں تھا۔ اس کے بعد اس کی نیند اور خوراک وغیرہ معمول کے مطابق تھی۔ نظام ہاضمہ میں جو خرابی تھی وہ بھی ٹھیک ہو چکی ہے۔

(اَلاَ قَلِّ الْعَاصی: ڈاکٹر عبدالحسین لقمان الملک تبریزی)

## (34) معجزہ: خدا اپنے بندوں کا خود محافظ ہے

درج ذیل واقعہ جو نقل کیا جا رہا ہے یہ ڈاکٹر محمد عرفانی رئیس بیمارستان درگز نے بیان کیا ہے۔ ڈاکٹر کا بھیجا ہوا خط میرے (مولف) پاس موجود ہے، جو اس بات پر محکم دلیل ہے کہ خداوند تعالٰے خود اپنے بندوں کی حفاظت کرتا ہے اور آئمہ علیہ السلام سے توسل کا اثر بھی ناقابل انکار حقیقت ہے۔

ڈاکٹر لکھتا ہے: ۱۳۴۰ میں، میں تربت حیدریہ کے قصبہ خواف میں ڈیوٹی پر تھا، مجھے اطلاع دی گئی کہ یہاں سے سات فرسخ (تقریباً اکیس میل) کے فاصلہ پر مژن آباد میں کوئی مریض ہے۔ اسے علاج کی ضرورت ہے میں وہاں سے ایک شخص کو ساتھ لے کر موٹر سائیکل پر روانہ ہو گیا، جو اس علاقے کے تمام راستوں سے واقف تھا۔ اور ایک مدت مدید سے اس کا اسی راستے پر آنا جانا تھا۔

البتہ یہ بات ذہن میں رہنی چاہئے کہ اس علاقے کے راستے زیادہ تر رفت و آمد کی وجہ سے خود بخود بنے ہوئے تھے یعنی کوئی سیدھا راستہ نہیں تھا۔ وہاں پہنچنے کے بعد مریض کا معائنہ کیا اور اس کے لئے دوا تجویز کی۔ پھر وہاں سے اپنے مرکز کی طرف چل پڑا۔ جب ہم کچھ فاصلہ طے کر چکے تو معلوم ہوا کہ ہم راستہ بھٹک گئے ہیں۔ غروب آفتاب کا وقت تھا۔ اندھیرا چھا رہا تھا۔ کچھ اور فاصلہ طے کیا تو سڑک کے بائیں طرف بہت دور ایک آبادی نظر آئی۔ ہم نے ارادہ کیا کہ وہاں پر جایا جائے۔

ہم سڑک سے اتر کر غیر آباد زمین سے ہوتے ہوئے اس آبادی کی طرف چل پڑے۔ جب ہم اس آبادی کے نزدیک پہنچے چونکہ اندھیرا چھا چکا تھا اس قلعے سے باہر کوئی شخص نظر نہیں آ رہا تھا، لہٰذا ہم قلعہ دروازے کی طرف گئے۔ دروازے پر کھڑے دو آدمی موجود پائے جو دروازہ بند کرنا چاہ رہے تھے۔

انہوں نے ہم سے پوچھا: تم کون ہو؟ اور کہاں جا رہے ہو؟

میرے ساتھی نے کہا: یہ ڈاکٹر محمد عرفان صاحب ہیں۔ ہم مژن آباد ایک مریض کی تیمارداری کے لئے گئے تھے، حالانکہ میں اسی علاقے کا رہنے والا ہوں، اس کے باوجود واپسی پر راستہ بھول گیا ہوں اور ہم خواہ مخواہ یہاں پہنچ گئے ہیں۔

ان دونوں افراد نے کہا: یہ قلعہ محمد آباد ہے۔ آپ لوگ خواف کے راستے سے بھٹک کر بہت دور نکل آئے ہو اور خدا نے تمہیں پہنچا دیا ہے۔

مزید انہوں نے کہا: تمہیں راستہ بھولنا بھی چاہئے تھا، کیونکہ ایک ماہ قبل اس قلعہ میں ایک لڑکی نئی دلہن بن کر اپنے شوہر کے گھر آئی، جو اس وقت سخت مریض ہے اور بستر بیماری پر حالت احتضار میں پڑھی ہوئی ہے۔

ان میں سے ایک شخص قلعہ کے اندر گیا۔ اس نے دلہے کے والدین اور دوسرے لوگوں کو بتایا کہ ایک ڈاکٹر راستہ بھول کر اس قلعہ میں آیا ہے۔ یہ سنتے ہی قلعہ نشین لوگ ہمارے استقبال کے لئے آئے اور ہمیں اس مریضہ کے پاس لے گئے۔

وہ مریضہ نوجوان لڑکی تھی جو روبقبلہ لیٹی ہوئی تھی۔ اس کی حالت اس قدر خراب تھی کہ بول تک نہیں سکتی تھی۔

اس کے والدین اس کے سرہانے آنسو بہا رہے تھے اور آئمہ اطہار علیہم السلام سے مدد مانگ رہے تھے۔ واقعا وہ ایک عجیب رقت انگیز منظر تھا، کیونکہ اس دور دراز قلعہ میں ایک نوجوان جان کنی کی حالت میں ہے اور اس کے والدین، رشتہ دار بارش کی طرح آنسو برسا رہے تھے۔

دلہن کے والدین نے جب یہ سنا کہ میں ایک ڈاکٹر ہوں اور دعوت کے بغیر یہاں پر آیا ہوں تو وہ خوشی سے پھولے نہیں سماتے تھے۔

مریضہ کا چیک اپ کیا تو معلوم ہوا کہ اسے خسرہ ہے۔ جس کی وجہ سے سخت بخار میں

جلتا ہے۔ اپنے پاس موجود دوائیوں میں سے اس کے لئے نسخہ تجویز کیا۔ اور ضرورت کے مطابقہ ٹیکہ بھی لگایا گیا اور باقی ضروری دوائیوں کے لئے کہا کہ وہ آ کر لے آئیں۔

اگلے دن ایک شخص آیا اور ضرورت کی دوائیاں لے گیا۔ ابھی اس واقعہ کو دو ہفتے کا عرصہ نہیں گذرا تھا کہ ایک بوڑھا شخص میرے مطلب میں داخل ہوا، اور اس کی لڑکی بھی اس کے ہمراہ تھی۔ وہ بوڑھا شخص بہت خوشحال نظر آ رہا تھا۔

اس نے کہا: جناب ڈاکٹر صاحب! کیا اس لڑکی کو پہچانتے ہو؟ چونکہ اس دن کا ماجرا میرے ذہن میں نہیں تھا۔

میں نے کہا: اسے کہیں دیکھا ہوا ہے۔

اس نے کہا: تم کیسے اس کو نہیں جانتے ہو؟ یہ میری بیٹی ہے۔ یہ وہی مریضہ ہے جس کے علاج کے لئے دس روز قبل خدا نے تمہیں محمد آباد بھیجا تھا۔ آج آپ کا شکریہ ادا کرنے کے لئے میں اس کے ہمراہ خود آیا ہوں۔ دیکھیں خدا نے کس طرح سے ایک نوجوان کی نجات کا آپ کو وسیلہ قرار دیا ہے۔ جب اس نے مجھے یاد کروایا تو اس رات کے پورے رقت انگیز مناظر میری آنکھوں کے سامنے گھوم گئے۔

اس لڑکی کو شاداب و خوشحال دیکھ کر میں نے دل میں خدا کا شکر ادا کیا اور اسے کچھ طاقت کی دوائیں دیں۔ وہ وہاں سے واپس اپنے قلعہ کی طرف چلے گئے۔

## (35) معجزہ: مرض استسقاء سے نجات

جلیل القدر دانشمند آقا سید علی علم الہدی کتاب "رایت راہنما" کی تیسری جلد میں لکھتا ہے: میں نے اپنے دوست شیخ عبدالرحیم کو ماہ ذی حجہ ۱۳۳۱ھ ق میں غمگین و پریشان حال دیکھا۔

میں نے کہا: کیوں غمگین ہو؟

اس نے کہا: بہت عرصے سے میری بیوی مریض ہے۔ اس کا مرض بہت طولانی ہو گیا ہے۔ آپ سے التماس کرتا ہوں کہ دعا کریں خدا اسے اٹھا لے۔

میں نے کہا: کیا اس کے معالجے سے مایوس ہو چکے ہو؟

اس نے کہا: ہاں، کیونکہ وہ مرض استسقاء میں مبتلا ہے۔ اب تک اسے تین مرتبہ امریکیوں کے ہسپتال لے جا چکا ہوں اور اس کا پانی نکلوا چکا ہوں۔ اس کے شکم میں پھر پانی بھر گیا ہے۔ جس کا اثر اس کی ٹانگوں پر ہوا ہے اور سانس کے مرض میں مبتلا ہو چکی ہے۔ آج اسے بڑی مشکلات کے ساتھ ڈاکٹر کے پاس لے گیا ہوں۔

ڈاکٹر نے کہا: اس مرض کا کوئی علاج نہیں ہے۔ جتنی جلدی ہو سکے اسے لے جاؤ، کہیں اس کا پیٹ نہ پھٹ جائے۔

خوف و ہراس کے عالم میں اسے گاڑی پر سوار کیا اور گھر لے گیا۔ اس کی دل خراش آہ بکا سے تنگ آ کر گھر سے باہر نکل آیا ہوں۔ خدا سے دعا کرتا ہوں کہ خدایا! جلد اس سے میری جان خلاصی فرما۔

کچھ دنوں بعد دوبارہ میں نے اپنے اسی دوست کو مسجد میں دیکھا۔ اس خیال سے کہ اس کی زوجہ دنیا سے رخصت ہو چکی ہے میں نے اس سے اظہار افسوس کیا۔

اس نے کہا: میری بیوی زندہ ہے۔ حضرت رضا علیہ السلام نے اسے شفا عنایت فرمائی ہے۔

میں نے پوچھا: کس طرح سے شفایاب ہوئی ہے؟

اس نے کہا: جس دن میں آپ سے ملا تھا، اسی رات میں اپنی زوجہ کی آہ و بکا کی سننے کی طاقت نہ لاتے ہوئے گھر سے باہر نکل آیا اور حضرت رضا علیہ السلام کی خدمت میں مشرف ہوا۔ اتفاق سے اس رات کو حرم کے دروازے بند نہیں کئے گئے تھے۔ میں صبح تک امام ہشتم کی ضریح کے سامنے بیٹھا رہا اور آنحضرتؑ سے عرض کیا:

اے میرے آقا! اگر میرے مریض کے لئے شفا میں مصلحت نہیں ہے تو لطف فرمائیں اور مجھے جلد اس سے نجات بخشیں، کیونکہ مجھ میں اتنا حوصلہ نہیں رہا ہے۔

رات اپنے انجام کو پہنچنے والی تھی۔ میں نے نماز بجا لائی اور گھر چلا گیا، تا کہ اپنی بیوی کی خبر گیری کروں۔ جب گھر پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میرے گھر کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ مجھے یقین ہو گیا کہ وہ رات کو فوت ہو گئی ہے اور ہمسائے اسے غسل میت کے لئے لئے گئے ہیں۔

جب صحن میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میرے گھر میں موجود گوسفند کو قصاب نے ذبحہ کیا ہوا ہے اور اس کی کھال اتارنے میں مصروف ہے اور میری مصیبت زدہ ساس لوگوں کی طرح بلند آواز سے گریہ کر رہی ہے۔

اپنی ساس کی یہ حالت دیکھ کر مجھے یقین ہو گیا کہ میری بیوی مر چکی ہے۔

میں نے پوچھا: کیا اس کا جنازہ لے گئے ہیں؟

میری ساس نے کہا: کیا تمہیں نظر نہیں آ رہا ہے کہ تمہاری بیوی حوض کے پاس بیٹھی ہوئی اپنے ہاتھ پاؤں دھو رہی ہے۔

میں نے جب ادھر دیکھا تو نحیف وضعیف خاتون وہاں پر بیٹھی ہوئی ہے۔ میں نے خیال کیا کہ شاید میری ساس نے میرے ساتھ مذاق کیا ہے۔ جلدی سے میں اس کمرے میں گیا جہاں پر مریضہ کا بستر تھا، دیکھا وہاں پر کوئی بھی نہ تھا۔ جلدی سے باہر آیا اور کہا: میں غسل خانے جا رہا ہوں۔

میری ساس نے جب دیکھا کہ میں غسل خانے کے لئے جلدی میں ہوں۔

اس نے کہا: اے مرد! کہاں جا رہے ہو؟ تیری بیوی یہ بیٹھی ہوئی ہے۔ میں اس کے قریب گیا اور کہا: بتول! کیا تم ہو؟

اس نے کہا: ہاں میں ہوں۔ جب اس نے جواب دیا تو اس کی آواز سے میں نے اسے پہچانا۔

میں نے پوچھا: تمہاری وہ بیکل و مصیبت کیا ہوئی ہے؟ تمہارے شکم میں جو پانی تھا کدھر گیا؟

اس نے کہا: حضرت رضا علیہ السلام نے مجھے شفا عنایت فرمائی ہے۔ ہم وہاں سے کمرے میں گئے۔

میں نے پوچھا: تمہیں کیسے شفا ملی ہے؟

اس نے کہا: گذشتہ شب آپ گھر نہیں آئے، لیکن میری حالت سخت خراب ہو گئی تھی۔ سحر کے وقت ایک بزرگوار شخص گھر میں آتا ہے۔ اس نے فرمایا: کھڑی ہو جاؤ!

میں نے عرض کیا: مجھ میں اٹھنے کی طاقت نہیں، مگر آپ کون ہیں؟

انہوں نے فرمایا: میں تمہارا امام رضا علیہ السلام ہوں۔

انہوں نے اپنے دست مبارک میرے سر پر رکھا اور پاؤں تک لے گئے اور فرمایا: اٹھو! تم مریض نہیں ہو۔ میں کھڑی ہو گئی لیکن وہاں پر کسی کو نہیں پایا۔ البتہ کمرہ معطر ہو گیا تھا۔

وہ کہتی ہے: مجھے تعجب تو اس پر ہے کہ جس بستر پر میں سوئی ہوئی تھی وہ بالکل خشک ہے۔ میرے پیٹ کا وہ پانی کدھر گیا ہے؟

میں نے اپنی ماں کو آواز دی اور سارا ماجرا اسے بتایا۔ وہ سن کر بہت خوش ہوئیں۔

اس نے کہا: گوسفند ذبح کیا جائے اور اس کا گوشت مستحقین میں تقسیم کیا جائے۔

## (36) معجزہ: نابینا بینا ہو گیا

سید علم الہدیٰ کتاب رایت راہنما میں لکھتا ہے کہ چند سال پہلے کی بات ہے کہ مشہدی محمد ترک مجھ سے اظہار ارادت و محبت کرتے تھے اور نماز جماعت میں بھی حاضر ہوئے تھے، چونکہ لوگوں میں اس کی شہرت اچھی نہیں تھی لہٰذا میں اس سے کوئی خاص اظہار محبت نہیں کرتا تھا۔ مجھے معلوم نہیں ہے کہ اس پر کیا بلا نازل ہوئی کہ وہ آنکھوں سے اندھا اور فقر و فاقہ میں

گرفتار ہو گیا ہے۔

میں نے اکثر اوقات اسے دیکھا بیٹے کا ہاتھ پکڑ کر گدائی کرتا پھرتا تھا اور ترکی زبان میں شعر پڑھتا تھا۔ لوگ اسے کچھ نہ کچھ دے دیتے۔ کافی عرصہ پہلے حرم میں اس کے ساتھ میری ملاقات ہوئی تھی۔ اس نے ضریح کو پکڑا ہوا تھا اور طواف کرتے ہوئے بلند آواز سے کچھ پڑھ رہا تھا۔ اکثر میرے نزدیک سے گذر جاتا تھا، چونکہ نابینا تھا اس لئے مجھے دیکھ نہیں سکتا تھا۔

خدام اسے پہچانتے تھے اور اسے بلند آواز کے ساتھ گریہ کرنے سے نہیں روکتے تھے۔ سات سال کا طویل عرصہ اس شخص نے اس طرز عمل پر گذارا۔ ایک دن میں نے کسی سے سنا۔

اس نے بتایا: حضرت رضا علیہ السلام نے مشہدی محمد کو شفاء مرحمت فرمائی ہے لیکن میں نے اس کی بات کی کوئی اعتنا نہ کی۔ تقریباً اس بات کو دو ماہ کا عرصہ گذر گیا۔

ایک دن میں نے اسے بست پائین خیابان میں دیکھا۔ اس کی آنکھیں ٹھیک ہیں، اس نے صاف ستھرا لباس پہنا ہوا ہے اور تیزی سے کسی طرف جا رہا ہے۔

میں نے کہا: مشہدی محمد! تم تو نابینا تھے۔ تمہاری آنکھوں کا پانی خشک ہو گیا ہے تم نے کیا علاج کیا ہے کہ تمہاری بینائی پلٹ آئی ہے؟

اس نے ترکی زبان میں جواب دیا: آپ کی جد ہے۔ قربان جاؤں۔ انہوں نے مجھے شفاعت فرمائی ہے۔ اس نے شفاعت کا ماجرہ کچھ یوں بیان کیا:

ایک دن عصر کے وقت میں گھر آیا تو میری زوجہ گریہ کر رہی تھی۔ جب میں نے گریہ کرنے کی وجہ پوچھی تو اس نے کوئی جواب نہ دیا۔

اس نے میرے لئے چائے لا کر کمرے میں رکھی اور روتی ہوئی باہر نکل گئی۔

میں نے اپنے بچوں سے پوچھا: آپ کی ماں کیوں گریہ کر رہی ہے؟ بچوں نے بتایا کہ آج ہماری ماں اور اس گھر کی مالکن کے درمیان جھگڑا ہوا ہے۔

میں نے اپنی بیوی سے پوچھا: کس وجہ سے جھگڑا کیا ہے؟

اس نے روتے ہوئے کہا: اگر خدا ہمیں پسند کرتا، ہمیں ان پریشانیوں اور مشکلات سے نجات دیتا اور تم بھی نابینا نہ ہوتے، نہ ہی یہ عورت مجھے طعنے دیتی کہ اگر تم اچھے لوگ ہوتے تو پریشان حال اور اندھے نہ ہوتے۔

اپنی بیوی کی یہ باتیں سن کر میں اندر سے بالکل ٹوٹ گیا۔ فوراً وہاں سے اٹھا، عصا ہاتھ میں لیا۔ باہر جانے لگا تو بچوں نے بلند آواز سے کہا: ماماں جان! ہمارا باپ باہر جا رہا ہے۔

میری بیوی نے کہا: آپ نے چائے بھی نہیں پی ہے اور کہاں جا رہے ہو؟

میں نے کہا: میں نے تلوار ہاتھ میں لی ہے، چاہتا ہوں آج آپ کے جد سے جھگڑا کروں یا ان سے آنکھیں لوں گا یا دنیا کو الوداع کہہ دوں گا۔ اس نے مجھے واپس لوٹانے کی ہزار ہا کوشش کی لیکن میں نے اس کی کوئی بات نہ سنی اور گھر سے باہر نکل گیا۔ سیدھا حرم مطہر مشرف ہوا۔ میں نے بلند آواز سے نالہ وفریاد کرتے ہوئے کہا: میرے آقا! مجھ سے کیا خطا سرزد ہو گئی ہے، جو آنکھیں عطا نہیں کر رہے ہو؟

ایک خادم نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا: اس قدر شور وغوغا نہ کرو۔ اذان مغرب کا وقت ہے۔ کیا تم نماز نہیں پڑھو گے؟ چونکہ میں بالا سر کی طرف کھڑا تھا۔ میں نے خادم سے کہا: مجھے قبلہ رخ کھڑا کر دو۔ اس نے مجھے مسجد بالا سر میں قبلہ رخ کھڑا کر دیا اور ایک سجدہ گاہ مجھے لا کر دی۔

اس نے کہا: اب تم نماز پڑھو، البتہ تمہارے پیچھے دو محترم شخص بیٹھے ہوئے ہیں۔ انہیں اذیت نہ دینا۔ میں نے نماز مغرب بجا لائی۔ اس کے بعد دوبارہ نالہ وفریاد کرنے لگ گیا۔ ان میں سے ایک نے کہا: یہ سگ جس قدر بھی فریاد کرے گا امام رضا علیہ السلام اسے جواب نہیں دیں گے۔

اس شخص کی اس بات نے مجھ گہرا اثر چھوڑا، اور میرا دل چور چور ہو گیا۔ اس کے بعد

بڑی مشکل سے میں ضریح مقدس تک گیا اور زور سے اپنا سر ضریح کے ساتھ مارا، تا کہ ادھر ہی ختم ہو جاؤں۔ ایسا کرنے سے میرے اندر ضعف سا پیدا ہو گیا۔ اسی حالت میں، میں نے کسی سے سنا۔ تم کیا کہتے ہو؟ اگر آنکھیں چاہتے ہو تو وہ ہم نے تمہیں عطا کر دی ہیں۔

اس آواز سے وحشت زدہ ہو کر میں نے اپنا سر اٹھایا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ہر چیز مجھے نظر آ رہی ہے۔ بعض لوگ کھڑے اور بعض بیٹھ کر زیارت پڑھتے میں مشغول ہیں۔ چراغ روشن ہیں۔ شدت شوق سے میں نے دوبارہ اپنا سر ضریح مقدس کے ساتھ مارا۔ اس وقت کیا دیکھتا ہوں کہ ضریح مقدس کھل گئی ہے، آقا کھڑے مجھے دیکھ کر تبسم فرما رہے ہیں۔

مجھے فرماتے ہیں: محمد، محمد! اور کیا چاہتے ہو؟ تو نے آنکھیں مانگیں تھیں تمہیں مل گئی ہیں۔ میں انہیں دیکھ رہا ہوں۔ وہ بزرگوار ہیں، ان کا قد لوگوں سے لمبا ہے، اچھی صحت کے مالک ہیں۔ موٹے موٹے بادامی آنکھیں ہیں، چہرہ گول ہے، سفید رنگ کا لباس زیب تن کیا ہوا ہے، سبز رنگ کا کمر دربند باندھے ہوئے ہیں اور ان کے ہاتھ میں تسبیح ہے، جس کے موتی اس قدر چمک رہے ہیں کہ معلوم نہیں کس جوہر سے تراشے ہوئے ہیں؟ میں نے آج تک ایسے موتی نہیں دیکھے۔

آنحضرتؑ مسلسل فرما رہے تھے: تم کیا کہتے ہو؟ کیا چاہتے ہو؟ میں انہیں بھی دیکھتا ہوں اور لوگوں کی طرف بھی دیکھتا ہوں۔ اپنے آپ سے کہتا ہوں لوگ انہیں کیوں نہیں دیکھ رہے ہیں۔

انہوں نے جس قدر بھی فرمایا: کیا چاہتے ہو؟ میرے ذہن میں کوئی بات نہیں آ رہی ہے، جو آنحضرتؑ کی خدمت میں عرض کرتا۔

اس کے بعد آنحضرت نے فرمایا: اپنی زوجہ سے کہو اس قدر گریہ نہ کریں، کیونکہ ان کے گریہ سے ہمارا دل پریشان ہوتا ہے۔ میں وہاں سے اٹھا، خادم حرم نے جب مجھے دیکھا تو پوچھتا ہے کہ کیا تمہیں آنکھیں مل گئی ہیں؟

میں نے کہا: ہاں۔

میں نے عرض کیا: آ قا!

بی بی (میری زوجہ) آپ کی بہن کی زیارت پر جانا چاہتی ہے۔

انہوں نے فرمایا: جائے گی۔ اس کے بعد نظروں سے غائب ہو گئے۔

زائرین کو اس بات کا پتہ چل گیا وہ میرے اردگرد اکٹھے ہو گئے۔ انہوں نے میرا لباس ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ ان لوگوں سے جان بچانے کے لئے میں نے اپنے آپ کو اندھا بنایا اور بلند آواز سے پکارا مجھ اندھے سے کیا چاہتے ہو؟

بہت جلد حرم مطہر سے باہر نکلا۔ دارالسیادہ سے ہوتا ہوا کفشداری تک پہنچا۔ کفشدار سے کہا: میرے جوتے دو۔ میں یہاں سے جلدی جانا چاہتا ہوں۔ کفشدار نے جب دیکھا کہ میری بینائی واپس آ گئی ہے۔ اس نے حیران ہو کر کہا: مشہدی محمد! کیا دیکھ سکتے ہو؟

میں نے کہا: ہاں دیکھ سکتا ہوں۔ حضرت رضا علیہ السلام نے مجھے شفا عنایت فرمائی ہے۔ وہاں سے جوتے لینے کے بعد فوراً نکلا۔ جب صحن میں پہنچا تو صحن خالی تھا۔

میں نے آپ سے کہا: خالی ہاتھ کس طرح گھر جاؤں؟

میرے بچے بھوکے ہیں گھر چائے کا سامان بھی نہیں ہے۔ اسی جگہ سے حضرت رضا علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: آ قا! آپ نے مجھے آنکھیں تو عنایت فرما دی ہیں، لیکن بچوں کی بھوک کے بارے میں کیا کروں؟ اچانک ایک ہاتھ نمودار ہوا۔ اس نے میرے ہاتھ پر کچھ رکھا۔ میں نے دیکھا تو وہ دس تومان تھے۔

وہ وہاں سے بازار گیا۔ کھانے پینے کا سامان خریدا، اور گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔ راستے میں ہمسائے سے ملاقات ہوئی۔

اس نے پوچھا: مشہدمحمد! کتنا تیز تیز جا رہے ہو؟

کیا تمہاری آنکھیں ٹھیک ہو گئی ہیں؟

میں نے کہا: حضرت رضا علیہ السلام نے مجھے شفاء عنایت فرمائی ہے۔

میں نے پوچھا: تم کہاں جا رہے ہو؟

اس نے کہا: میری والدہ مریض ہے۔ کسی ڈاکٹر کو بلانے جا رہا ہوں۔

میں نے اس سے کہا: ڈاکٹر کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہ روٹی کا لقمہ اسے کھلاؤ ٹھیک ہو جائے گی، کیونکہ حضرت رضا علیہ السلام کی عطا ہے۔

اس نے روٹی کا لقمہ لیا اور اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گیا اور میں بھی اپنے گھر کی طرف چل پڑا۔

میں نے گھر میں داخل ہوتے وقت اپنے آپ کو اندھا بنایا جو کچھ خرید کر لایا تھا اپنی زوجہ کو دیا۔ بچے میرے اردگرد اکٹھے تھے۔ میری بیوی نے چائے بنانے کے لئے کیتلی آگ پر رکھی اور خود باہر نکل گئی۔

میں نے کہا: کیتلی میں پانی ابل رہا ہے۔

بچوں نے کہا: کیا آپ کو نظر آ رہا ہے؟

میں نے کہا: ہاں میں دیکھ رہا ہوں۔ بچوں نے شور و غوغا شروع کر دیا اور اپنی ماں کو آواز دی کہ جلدی آؤ! ہمارے باپ کی آنکھیں ٹھیک ہو گئی ہیں۔ وہ اب دیکھ سکتے ہیں۔

بی بی اندر داخل ہوئی۔ میں نے پورا واقعہ اسے سنایا۔ وہ بہت خوش ہوئی۔ اگلے دن اپنے ہمسائے کی والدہ کا حال پوچھا۔

انہوں نے کہا: بڑی مشکل سے ہم نے روٹی کا ایک لقمہ اسے کھلایا ہے، جب سے وہ لقمہ اس کے حلق سے نیچے اترا ہے اس وقت سے یہ ٹھیک ہے۔

تو کہ کیمیا فروشی نظری بہ سوی ما کن

کہ بضاعتی نداریم و فکندہ ایم دامی

## (35) معجزہ: باطن کی تطہیر

جناب حاجی اشرفی کتاب قصص العلماء میں علامہ فقید جناب حاج ملا محمد بن محمد مہدی صاحب کتاب شعائر الاسلام ساکن بابل (جو عبادت اور شب زندہ داری میں خاص مرتبہ پر فائز ہیں) کے بارے میں لکھتے ہیں:

یہ آدھی رات سے لے کر صبح تک عبادت، تضرع، زاری کرتے اور خدا کے ساتھ مناجات میں مشغول رہتے۔ بعض اوقات اپنے سر اور سینہ پر ماتم کرتے۔

امام ہشتم علیہ السلام کے ایک موثق زائر رمضان ۱۳۵۳ھ میں مرزا حسن لسان الاطباء نے درج ذیل واقعہ نقل کیا ہے۔ وہ کہتا ہے:

جب میں حضرت رضا علیہ السلام کی زیارت کے لئے عازم ہوا۔ اس وقت حاجی اشرفی اپنے محل ولادت میں زندگی گذار رہے تھے۔ میں اپنے وصیت نامہ کے بارے میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ میں حضرت رضا علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہونے کے لئے جا رہا ہوں تو انہوں نے مجھے ایک لفافہ دیتے ہوئے فرمایا:

پہلے دن جب تم زیارت سے مشرف ہونے کے لئے جاؤ گے تو یہ خط آنحضرتؑ کی خدمت میں تقدیم کریں۔ جب واپس آؤ گے تو اس کا جواب لیتے آنا۔

میں نے ان سے خط تو لے لیا ہے لیکن اس کا جواب کیسے لوں گا؟ سوچ میں پڑ گیا۔ لہٰذا ان کے بارے میں میرے دل میں جو احترام تھا اس میں کمی واقع ہوئی لیکن ان کی شخصیت اور عظمت مقام صرف شکایت زبان پر لانے سے قاصر ہے اور ان سے اجازت لے کر وہاں سے رخصت ہوا۔

جب میں مشہد مقدس پہنچا تو زیارت کے پہلے دن میں نے ان کا خط ضریح مقدس کے سپرد کر دیا۔ میں تکمیل زیارت کی خاطر کچھ عرصہ وہاں پر قیام پذیر رہا۔ البتہ اس دوران حاجی

اشرف کا کام (کہ خط کا جواب لے کر آنا) مجھے بھول گیا تھا۔

مشہد مقدس میں قیام کی آخری رات میں نماز مغرب کے وقت زیارت وداع کے لئے حرم مطہر مشرف ہوا۔ نماز مغربین کے بعد زیارت پڑھنے میں مشغول تھا کہ اچانک آواز بلند ہوئی کہ حرم میں کوئی بھی داخل نہ ہو اور زائرین کرام حرم خالی کر دیں، اور خدام حرم کی تطہیر و نظافت میں مشغول ہو جائیں۔

جب میں نماز زیارت پڑھ چکا تو بہت حیران و متحیر ہوا کہ اول شب دروازے بند کرنے کا کون سا وقت ہے؟ لیکن میں کیا دیکھتا ہوں کہ میرے علاوہ حرم میں کوئی بھی موجود نہیں ہے۔ میں بھی باہر جانے کے لئے اٹھا تو ضریح مقدس کے بالا سر کی طرف نگاہ کرتا ہوں۔ ایک بزرگوار ہستی انتہائی عظمت وجلالت اور کمال و وقار کے ساتھ میری طرف آ رہی ہے۔ جب وہ میرے قریب آئے تو فرمایا: اے حاجی مرزا حسن! جب اشرف پہنچو گے تو تو حاجی اشرف تک میرا پیغام پہنچا دینا اور اسے کہنا:

آئینہ شو جمال پر طلعتان طلب

جاروب زن بہ خانہ و پس مہمان طلب

میں اس سوچ میں پڑھ گیا کہ یہ بزرگوار کون تھے۔ جس نے میرا نام لے کر پکارا اور حاجی اشرف کے نام پیغام بھیجا ہے۔

میں وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا، اور وہاں پر چکر کاٹنے لگ گیا۔ اچانک حرم کے اوضاع پہلی حالت میں پلٹ آئے، میں دیکھ رہا ہوں بعض کھڑے اور بعض بیٹھ کر زیارت و عبادت میں مصروف تھے۔ اچانک میں نے اپنے اندر کمزوری محسوس کی۔ جب اپنی حالت میں واپس آیا ہو، وہاں پر موجود لوگوں سے پوچھا: کیا یہاں پر کوئی واقعہ پیش آیا ہے؟ لوگ میرے سوال پر حیران رہ جاتے اور کہتے یہاں پر تو کوئی ایسا اتفاق نہیں ہوا ہے۔ اس سے میری سمجھ میں آیا کہ یہ حالت مکاشفہ تھی۔ اس کے بعد حاجی کا احترام میرے دل میں اور بڑھ گیا۔

آنحضرت سے اجازت لے کر اشرف کی طرف چل پڑا۔ جب میں اشرف پہنچا تو سیدھا حاجی اشرف کے گھر گیا تا کہ امام علیہ السلام کا پیغام ان تک پہنچاؤں۔ جب میں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو حاجی اشرف نے بلند آواز سے فرمایا: حاجی مرزا حسین آ گئے ہو، زیارت قبول ہو۔

افسوس! کہ ہم نے عمر گذار دی ہے لیکن باطن کی تطہیر نہیں کر سکے۔

## (38) معجزہ: بیدار ہونے کے بعد مصری کی ڈلی ہاتھ میں ہے

ایک نوجوان کا واقعہ جس کا ہاتھ مفلوج ہو چکا تھا۔ ڈاکٹر آپریشن کے ذریعے اس کا معالجہ کرنا چاہتا تھا لیکن حضرت رضا صلوات اللہ علیہ نے اسے شفاء مرحمت فرمائی۔

اس واقع کی تفصیل پندرہ ذی الحجہ ۱۳۷۴ھ ق اخبار خراسان شمارہ ۲۵۶۴ میں لکھی گئی۔ ہم یہاں پر مختصر طور پر اس واقعہ کو نقل کرتے ہیں:

علی اکبر برزگر ساکن مشہد سعد آباد خیابان طاہری بیان کرتا ہے۔

بائیس رمضان ۱۳۸۴ھ ق کو میرے ایک رشتہ دار کے فوت ہونے کی غم انگیز اطلاع ملی۔ یہ خبر سن کر مجھے بہت افسوس ہوا۔ میری حالت یہ ہو گئی تھی کہ میں اپنے آپ پر قابو نہیں پا سکتا تھا۔ اسی حالت میں سو گیا۔ آدھی رات کو اچانک بیدار ہو گیا اور طبعی حالت سے خارج ہو گیا، جن لوگوں نے مجھے اس حالت میں دیکھا وہ ڈر گئے تھے۔

میرے ہمسائے میں آقا حسن قوچانی اور حاج ہادی عباسی ساکن تھے۔ وہ ڈاکٹر عباسی کو لے آئے۔ انہوں نے معائنہ کیا اور کہا مجھے سونے نہ دیا جائے۔ اس وقت میری حالت کچھ بہتر ہو گئی تھی لیکن میرا ہاتھ ٹیڑھا اور خشک ہو گیا تھا۔ میرے پاس موجود لوگ میرے ہاتھ کی مالش کی کھینچا تانی کرتے رہے کہ شاید طبعی حالت کی طرف پلٹ آئے، لیکن اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہاتھ کا جوڑ نکل گیا۔

اس کے بعد مجھے جوڑ چڑھانے والے کے پاس لے گئے۔ چالیس دن تک آقا افتاری کے پاس جاتا رہا، لیکن کوئی آفاقہ نہ ہوا۔

مجبوراً بیمارستان امام رضا کی طرف مراجعہ کیا۔ ڈاکٹر نے ایکسرے لکھا۔ آقا ڈاکٹر طبطبئی نے ایکسرے کھینچا۔ میں وہ ایکسرا لے کر ڈاکٹر شہیدی کے پاس چلا گیا۔ اس نے دیکھنے کے بعد کہا کہ آپریشن کیا جائے گا۔ آپریشن کرنے کے بعد چارہ ماہ تک اسے پلستر باندھنا پڑھے گا۔

اس کے بعد ڈاکٹر فریدون شاملو کے پاس گیا، انہوں نے ایکسرے دیکھنے کے بعد سابقہ شوروی ہسپتال بھیج دیا۔ میں وہاں سے تہران کے لئے روانہ ہو گیا۔ شوروی ہسپتال گیا۔

ڈاکٹر نے کہا آپریشن کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہارے ہاتھ میں پیپ پڑ گئی ہے، اسے خشک کرنا ضروری ہے۔ انہوں نے میرے ہاتھ کی پیپ کو خشک کیا۔ پانچ مرتبہ بجلی کے شاک لگائے تو میرا ہاتھ بہتر ہو گیا۔ وہاں سے مشہد چلا گیا اور کاروبار زندگی میں مصروف ہو گیا۔

اس وقت میں مشہد دروازہ قوچان میں واقع استاد علی نجار کی دکان پر کام کرتا تھا اور روزانہ پچاس تومان مزدوری لیتا تھا۔ زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا کہ میرا ہاتھ دوبارہ اسی طرح ہو گیا۔ ہاتھ نے کام کرنا چھوڑ دیا تھا۔ میں بے کار ہو کر گھر میں بیٹھ گیا۔

ایک دوست کے کہنے پر دوبارہ ہسپتال امام رضا علیہ السلام گیا۔ ڈاکٹر نے ایکسرے کا لکھا۔ ایکسرا بنوانے کے بعد ڈاکٹر حسین شہید اور پروفیسر بولوند نے معائنہ کیا۔ اس کے بعد پروفیسر بولوند نے کہا: اسفند ماہ کی تیئیس تاریخ کو تین سو تومان اس خون کی بابت جمع کرواؤ جو تمہیں آپریشن کرنے کے بعد لگایا جائے گا اور اگر اتنی رقم مہیا نہیں کر سکتے ہو تو محلہ سے گواہی لے آؤ۔

میں نے محلہ سے گواہی نامہ بنوایا۔ تھانے سے اس کی تصدیق کروائی۔ وہ گواہی نامہ لے کر ہسپتال داخل ہونے کے لئے چلا گیا۔ وہاں پر کمرہ نمبر 6 بستر نمبر 2 پر مجھے جگہ ملی۔

آپریشن سے قبل میں نے ایک نرس سے پوچھا: کیا میں ٹھیک ہو جاؤں گا؟

اس نے کہا: کوئی زیادہ امید نہیں ہے۔ اس کی یہ بات سن کر مجھے بہت دکھ ہوا اور میرا دل چکنا چور ہو گیا۔ پریشان حال بستر پر سو گیا۔

ابھی سویا ہی تھا کہ عالم خواب میں دیکھتا ہوں ایک آقا تبسم فرماتے ہوئے میرے کمرے میں داخل ہوئے۔ میں نے انہیں سلام کیا، کہ ان کے احترام کے لئے اٹھنا چاہتا تھا لیکن انہوں نے میرے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے فرمایا: میرے بیٹے! آرام سے لیٹے رہو اور یہ مصری لے لو۔

میں نے مصری پکڑنے کے لئے اپنا بایاں ہاتھ بڑھایا۔

انہوں نے فرمایا: دائیں ہاتھ سے پکڑو۔

میں نے کہا: میرا بایاں ہاتھ تکلیف کی وجہ سے حرکت نہیں کر سکتا ہے۔

انہوں نے فرمایا: میں کہہ رہا ہوں کہ مصری پکڑو۔ انہوں نے مصری میری ہتھیلی پر رکھتے ہوئے کہا: اسے کھالو۔

میں نے کہا: نہیں کھا سکتا ہوں، کیونکہ میرے ہاتھ میں حرکت کرنے کی سکت نہیں ہے۔

آنحضرت نے تبسم فرمایا اور میرے پیراہن کی آستین اوپر چڑھاتے ہوئے اس گرہ کو کھول دیا جو ڈاکٹر نے دی ہوئی تھی اور میرے ہاتھ کو نیچے کی طرف دبایا۔

میں اچانک نیند سے بیدار ہو گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ گرہ کھلی ہوئی ہے اور میرا ہاتھ بالکل ٹھیک ہو گیا ہے۔ ایک چھٹانک کے برابر مصری کا ٹکڑا میرے ہاتھ میں ہے۔ شدت شوق سے گریہ کرنے لگ گیا اور فریاد بلند کرتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گیا۔

اس دوران نرسوں اور اس شعبے کے مریضوں نے گریہ و فریاد سنتے ہی مجھے گھیرے میں لے لیا اور میرے ہاتھ میں موجود مصری لے کر لوگوں میں تقسیم کر دی۔

میں بڑا خوش وخرم ڈاکٹر شہیدی کے کمرے میں گیا اور اپنا ہاتھ انہیں دکھایا۔ اس نے معائنہ کرنے کے بعد کہا: تمہارا ہاتھ بالکل ٹھیک ہے۔ اس میں کسی قسم کا کوئی نقص نہیں ہے۔

میں نے اسی وقت ہسپتال سے چھٹی لی اور وہاں سے سیدھا حضرت رضا علیہ السلام کی بارگاہ میں مشرف ہوا۔

## (39) معجزہ: شوہر کی اپنی بیوی سے ملاقات

کتاب کرامات رضویہ ج۱ ص۱۸۲ میں نقل کیا گیا ہے کہ اہل گیلان کے ایک موثق شخص کا کہنا ہے کہ میں ہندوستان گیا۔ بنگال میں چھ ماہ تک قیام کیا اور مارکیٹ میں تجارت کے لئے ایک دکان کرائے پر لی۔ جس سرائے میں میری رہائش تھی، میرے کمرے کے ساتھ ہی دوسرے کمرے میں ایک مسافر اپنے دولڑکوں کے ساتھ رہ رہا تھا۔ وہ ہمیشہ مغموم وافسردہ نظر آتا تھا۔ بعض دفعہ اس کے گریہ وزاری کرنے کی صدا آتی تھی۔ ایک دن میں نے سوچا کہ اس سے مغموم ومحزون رہنے کی وجہ پوچھوں ایک دن میں اس کے پاس گیا دیکھا۔ میں نے تو وہ بہت کمزور ہو چکا تھا۔

میں نے اسے کہا: میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ اتنے محزون ومغموم کیوں رہتے ہو؟

اس نے جواب دیا: اس کی وجہ ایک ایسا اتفاق ہے جو میرے ساتھ پیش آیا ہے۔

بارہ سال قبل کی بات ہے کہ میں نے تجارت کی غرض سے کچھ مال اکٹھا کیا۔ اسے کشتی پر لادا۔ کشتی بیس دن تک سمندر میں چلتی رہی۔ اچانک تند وتیز ہوا چلی، جس کی وجہ سے کشتی غرق ہوگئی۔ میں نے اپنے آپ کو زحمات بسیار کے بعد ایک تختے کے ساتھ باندھ لیا۔ میں سمندر کے دوش پر سوار ہچکولے کھاتا رہا۔ حکم الٰہی سے اس تختہ نے مجھے مگر مچھ کے منہ سے نجات دی اور سمندری لہروں نے مجھے ایک جزیرے میں جا پھینکا۔ جب مجھے موت سے نجات

ملی تو میں نے خدا کی بارگاہ میں سجدہ شکر بجالایا۔ ایک سال اسی جزیرہ میں بنی آدم سے دور زندگی گذارتا رہا۔ رات کو درندوں کے خوف سے درختوں پر چڑھ جاتا اور دن کے وقت وضو کے لئے ایک درخت کے پاس گیا، جس کے اردگرد پانی کھڑا تھا، اچانک اس پانی میں سے ایک حسین وجمیل عورت کا عکس نظر آیا۔ میں نے تعجب سے اوپر کی طرف دیکھا تو ایک ننگی عورت درخت پر بیٹھی ہوئی ہے۔ جب اسے پتہ چلا کہ میں اسے دیکھ رہا ہوں تو اس نے کہا:

اے شخص! کیا تمہیں خدا و پیغمبر سے شرم نہیں آتی ہے مجھے کیوں دیکھ رہے ہو؟ میں نے شرم کی وجہ سے سر نیچے جھکالیا اور اس سے کہا:

خدا کی قسم! بتاؤ! کیا تم فرشتوں میں سے ہو یا پریوں میں سے؟

اس نے کہا: میں انسان ہوں۔ حالات نے مجھے یہاں تک پہنچایا ہے۔ میرا باپ ایرانی ہے ہم ہندوستان جانے والی کشتی پر سوار تھے، ہماری کشتی غرق ہوگئی، مجھے سمندری لہروں نے یہاں پہنچا دیا ہے۔ تقریباً تین سال سے اسی جزیرے میں ہوں۔ نجات کا کوئی راستہ نظر نہیں آرہا ہے۔

اس عورت کی داستان سننے کے بعد میں نے اپنی کہانی اسے سنائی۔ آخر میں، میں نے کہا بہتر یہی ہے کہ تم میرے ساتھ عقد کرلو تاکہ اجتماعی زندگی گذار سکیں۔ وہ عورت خاموش ہو گئی۔ میں نے اس کے سکوت کو موجب رضا سمجھا، اور اپنا چہرہ اس کی طرف سے پھیر لیا۔ وہ بھی درخت سے نیچے آئی۔ میں نے اسے اپنے عقد میں لے لیا۔

اللہ تعالیٰ نے ہماری بے کسی پر رحم کھایا۔ ہمیں دو بیٹے عطا کئے جو ابھی تمہارے سامنے موجود ہیں، لیکن ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس کی وجہ سے ہم اس خاتون سے جدا ہو گئے ہیں۔ پس میرے حزن وغم کی وجہ ان بچوں کی والدہ سے فراق ہے۔ اس واقعہ کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

ہم اس جزیرہ میں ان بچوں کے ساتھ خوشحال زندگی گذار رہے تھے، لیکن لباس سے

بے نیاز بال بڑھے ہوئے اور بدصورت نظر آتے تھے۔

ایک دن میری زوجہ نے کہا: کاش! ہمارے پاس بھی کوئی لباس ہوتا اور اس ذلت و رسوائی کی زندگی سے جان چھوٹ جاتی۔ ان بچوں نے جب ماں کی گفتگو سنی تو کہنے لگے کیا اس زندگی کے علاوہ اور بھی کوئی زندگی ہے؟

ماں نے کہا: ہاں! خدا نے بہت بڑے بڑے شہر بنائے ہیں، جو لوگوں سے پُر ہیں۔ ان میں رہنے والے لوگ بڑے مزیدار کھانے کھاتے اور اچھے لباس پہنتے ہیں۔ اس جزیرہ میں پھنسنے سے پہلے ہماری زندگی بھی ویسی ہی تھی، لیکن کافی عرصہ پہلے کی بات ہے ہم سمندر میں سفر کر رہے تھے کہ ہماری کشتی ٹوٹ پھوٹ گئی۔ ہم ایک تختے پر سوار ہو گئے۔ سمندری لہروں نے ہمیں اس جزیرے میں اتارا۔ اس طرح اللہ تعالٰی کے فضل کرم سے ہماری جان بچ گئی۔

بیٹوں نے کہا: اگر ایسا ہے تو ہم اپنے وطن کی طرف کیوں نہیں لوٹ جاتے؟

ماں نے کہا: چونکہ سامنے سمندر ہے اور سمندر کو پار کرنا کشتی کے بغیر ممکن نہیں ہے، یہاں پر کوئی کشتی وغیرہ ہے نہیں۔

بیٹوں نے کہا: ہم خود کشتی بناتے ہیں۔ ماں نے جب بچوں کا اصرار دیکھا تو ایک بہت بڑے درخت کی طرف اشارہ کیا کہ اگر اس درخت کو درمیان سے تراش کر کشتی بنائیں، اگر خدا نے چاہا تو اس میں سوار ہو کر کہیں نہ کہیں پہنچ جائیں گے۔

بچوں نے جب ماں کی یہ بات سنی تو بہت خوش ہوئے۔ دوڑے دوڑے نزدیکی پہاڑ پر گئے۔ انہوں نے وہاں سے تیشہ نجار کی طرح کے تیز منہ والے پتھر تلاش کیے اور واپس آ کر اس درخت سے کشتی تراشنے لگ گئے۔ انہوں نے مسلسل چھ ماہ کی محنت کے بعد اس درخت سے کشتی تیار کر لی، جس میں بارہ افراد تک سوار ہو سکتے تھے۔

ہم بچوں کے اس کام سے بہت خوش ہوئے۔ اس دوران ہم نے سوچا کچھ عنبر اشہب

اکٹھی کرلیں، جو ایک مخصوص قسم کے شہد سے نکلتی ہے۔ جس جزیرہ میں ہم زندگی بسر کر رہے تھے، اس میں ایک بلند پہاڑ تھا۔ اس کی پشت پر ایک جنگل تھا، جن میں سارے درخت کانٹے دار تھے، شہد کی مکھیاں ان درختوں کے پھولوں سے رس چوستیں اور پہاڑ کی چوٹی پر جا کر شہد بناتی تھیں۔ جب بارش آتی تو مکھیوں کے چھتوں سے شہد ڈھل کر سمندر میں بہہ جاتا، جو مچھلیوں کی خوراک بنتا اور جو موم پہاڑ کے دامن میں رہ جاتی اسے عنبر اشہب کہتے ہیں۔

ہم نے کافی ساری عنبر اشہب اکٹھی کرلی۔ اس موم سے ہم نے کشتی کے اندر ایک چھوٹا سا حوض بنایا اور کچھ برتن تیار کیے جن کے ذریعے ہم نے میٹھا پانی اس حوض میں بھرا۔ اسی طرح سمندری سفر میں کھانے کی چیزیں بھی کشتی میں رکھیں۔ ہم نے درختوں کے ریشوں سے دو بڑے بڑے رسے بنائے۔ سامان سفر تیار کرلیا۔ اب اس انتظار میں بیٹھ گئے کہ سمندر میں پانی کا بہاؤ شروع ہو۔ اس کے بعد کشتی سمندر میں ڈالی جائے۔ وہ وقت بھی پہنچ گیا، ہم نے کشتی سمندر میں ڈالی اللہ کی حمد وثناء کرتے ہوئے۔ اس پر سوار ہوگئے، لیکن کشتی اپنی جگہ سے حرکت نہیں کررہی تھی۔ معلوم ہوا کہ وہ رسہ نہیں کھولا گیا جس سے کشتی کو درخت کے ساتھ باندھا ہوا تھا۔

میرا ایک بیٹا اس رسے کو کھولنے کے لئے اترنا چاہتا تھا لیکن اس کی ماں نے اس سے پہلے پانی میں چھلانگ لگادی اور جا کر رسی کو کھول دیا۔ اچانک سمندری لہر آئی جس کی وجہ سے کشتی کے ساتھ باندھا ہوا رسہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور کشتی تیزی سے پانی کی سطح پر تیرتی ہوئی بہت دور نکل گئی۔ اس نے بہت کوشش کی۔ ادھر اُدھر دوڑی لیکن سب بے سود رہا۔ جب وہ ناامید ہوگئی تو ایک درخت پر چڑھ گئی اور حسرت بھری نگاہوں سے ہمیں دیکھتی رہی۔ ہماری کشتی آہستہ آہستہ دور سے دور تر ہوتی چلی گئی۔ اسی طرح ان کی ماں اس جزیرے میں تنہا رہ گئی۔

بچے جب اپنی ماں کے پہنچنے سے ناامید ہوگئے تو بہت روئے۔ ان کے آنسو ایسا نمک

تھے جو میرے دل کے زخم پر مسلسل کاٹ رہے ہیں، لیکن جونہی ہم سمندر کے وسط میں پہنچے تو خوف کے مارے ان کے آنسو خشک ہو گئے۔

ہماری کشتی سات دن تک سمندر کے سینے پر لیٹتی رہی۔ بالآخر ہم ساحل تک پہنچ گئے۔ کشتی سے نیچے اترے، چونکہ ہم تینوں برہنہ تھے۔ ہم شرم میں ڈوبے جا رہے تھے۔ رات کا انتظار کیا۔ جب رات ہو گئی تو میں ایک بلند مقام پر چڑھا، اِدھر اُدھر دیکھا۔ بہت دور سے روشنی نظر آئی۔ بچوں کو اِدھر چھوڑا اور اس روشنی کی طرف چل پڑا۔ ایک دروازے پر پہنچا۔ دروازہ کھٹکھٹایا۔ ایک شخص اندر سے نکلا جو بظاہر یہودیوں کا کوئی بزرگ معلوم ہوتا تھا۔ میں نے اسے کچھ مقدار عنبر اشہب دی اور اس کے بدلے میں لباس اور ایک چٹائی کا مطالبہ کیا۔ لباس وغیرہ لے کر اپنے بیٹوں کی طرف چلا۔ وہاں پہنچ کر بچوں کو لباس پہنایا۔ صبح کے وقت شہر میں داخل ہوئے۔ وہاں کارواں سرائے میں ایک کمرہ کرائے پر لیا۔

رات کے وقت بوری لے کر گئے اور کشتی سے عنبر اشہب اٹھا لائے۔ اسے بیچ کر لوازمات زندگی خریدے۔ ایک سال کا عرصہ گذر گیا ہے کہ ہم یہاں پر زندگی گذار رہے ہیں۔ بظاہر تاجر ہوں لیکن دن رات اس خاتون کے فراق، بے کسی اور حزن و غم میں تڑپ تڑپ کر گذار رہا ہوں۔

اس کی یہ داستانِ غم سن کر میرے اوپر رقت طاری ہو گئی اور آنکھوں میں آنسو جاری ہو گئے۔

میں نے اس سے کہا: اگر تم اپنے آپ کو حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں پہنچاؤ اور ان سے اپنا دردِ دل بیان کرو تو وہ ضرور تمہارے درد کا علاج کریں گے، کیونکہ آج تک جس نے بھی آنحضرتؑ کی بارگاہ میں پناہ حاصل کی ہے اسے اس کی مراد ضرور ملی ہے۔

وہ میری گفتگو سے متاثر ہوا، اور اللہ تعالیٰ سے پیمان باندھا کہ سونے کی قندیل لے کر ضرور حضرت رضا علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضری دے گا۔

اسی روز اس نے خالص سونا مہیا کیا اور ایک قندیل بنائی۔ اپنے بیٹوں کو لے کر کشتی پر سوار ہوا، اور آستانِ قدس کی طرف چل پڑا۔ کشتی سے اترا۔ صحرا و بیابان کو روندھتا ہوا مشہد مقدس پہنچا۔ حرم کے متولی نے حضرت کو خواب میں دیکھا۔

آپ نے فرمایا: کل میرا ایک زائر آ رہا ہے اس کا استقبال کرنا۔

اسی روز علی الصبح حرم کا متولی شہر کی دوسری اہم شخصیات کو اپنے ہمراہ لے کر اس کے استقبال کے لئے چلا۔ باپ اور دونوں بیٹوں کو بڑے احترام کے ساتھ شہر لایا گیا۔ جہاں پر ان کی رہائش کا بندوبست کیا گیا تھا، انہیں وہاں لا کر ٹھہرایا گیا، اور وہ قندیل جو ہمراہ لائے تھے اسے مناسب جگہ پر نصب کر دیا گیا۔

اس شخص نے غسل کیا اور زیارت کی غرض سے مشرف ہوا۔ وہاں پر زیارت اور دعائیں پڑھیں، جب رات ہو گئی تو خدام نے حرم کے دروازے بند کرنے کے لئے حرم خالی کروایا۔ صرف اسے وہاں پر چھوڑا اور دروازے بند کر کے چلے گئے۔

اس شخص نے جب دیکھا کہ حرم خالی ہو چکا ہے، وہ امام ہشتم کی قبر کے سامنے بیٹھ کر تضرع و زاری کرنے لگا۔ امام کی خدمت میں عرض کرتا ہے۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ مجھے میری بیوی لا کر دو۔ اسی حالت میں رات کے دو حصے گذر گئے۔ اچانک اسے تھکاوٹ اور ضعف کا احساس ہوا۔ اس نے سر سجدہ میں رکھا اور سو گیا۔ عالم خواب میں اسے کوئی کہہ رہا ہے: اٹھو! اس نے سر اٹھا کر دیکھا تو اس کی نظریں حضرت رضا علیہ السلام کے مقدس نور سے خیرہ ہو گئیں۔

انہوں نے فرمایا: میں تمہاری زوجہ لے آیا ہوں۔ اس وقت وہ حرم سے باہر کھڑی ہے۔ جاؤ اس سے جا کر ملاقات کرو۔

وہ کہتا ہے: میں نے عرض کیا: آپ پر قربان جاؤں، دروازے تو بند ہیں، میں کس طرح باہر جاؤں؟

انہوں نے فرمایا: وہ جو اتنی دور سے تمہاری بیوی کو لے آیا ہے وہ تمہیں بند دروازوں سے بھی نکال سکتا ہے۔

اس نے کہا: میں اپنی جگہ سے اٹھا۔ باہر نکلا تو میری زوجہ میرے سامنے کھڑی ہے، اسے جس وحشت ناک حالات میں جزیرہ میں دیکھا تھا اسی طرح دیکھتا ہوں۔

میں نے اس سے پوچھا: تم یہاں تک کیسے پہنچی ہو؟

اس نے کہا: میں نے اپنے بچوں کے فراق میں بہت زیادہ گریہ کیا۔ میری آنکھیں درد میں مبتلا ہوگئی تھیں۔ ایک رات اسی جزیرے میں بیٹھی شدت درد کی وجہ سے بہت روئی۔ اچانک ایک نورانی شخصیت کو دیکھتی ہوں جس کے نور کی وجہ سے میرا اردگرد روشن ہوگیا۔ اس نے میرا ہاتھ پکڑتے ہوئے فرمایا: اپنی آنکھیں بند کرو۔ میں نے آنکھیں بند کیں۔ زیادہ وقت نہیں گذرا تھا کہ میں نے آنکھیں دوبارہ کھولیں تو اپنے آپ کو یہاں پر پایا۔ وہ شخص اپنی بیوی کو بچوں کے پاس لے گیا۔

اس طرح سے حضرت رضا علیہ السلام کے معجزے کے ذریعے سے زوجہ، خاوند اور بیٹوں کی آپس میں ملاقات ہوگئی۔ وہ شخص حضرتؑ کی قبر کا مجاور بن گیا اور وہاں پر ہی اس جہانِ فانی سے رخصت ہوگیا۔

## (40) معجزہ: امام رضا علیہ السلام غریب الوطن لوگوں کے ضامن ہیں

محدث قمی رضوان اللہ علیہ کتاب فوائد الرضویہ میں شیخ مہدی (جنہوں نے ملا کتاب کے نام سے شہرت پائی، ان کی خواہش تھی کہ مجھے مکہ مکرمہ کے راستے میں موت آئے۔ حکم خدا سے ان کی یہ آرزو پوری ہوئی) کے حالات زندگی میں لکھتے ہیں:

شیخ علی نے کہا: جب شیخ مہدی امین حضرت رضا علیہ السلام کی زیارت کے لئے مشرف ہوئے تو میں بھی ان کے ہمراہ تھا۔

مشہد مقدس میں زیارت کی غرض سے کچھ دن گذارنے کے بعد ہمارے پاس پیسے ختم ہو گئے تھے۔ وہاں پر کسی سے کوئی واقفیت بھی نہیں تھی کہ اس سے بعنوان قرض کچھ رقم لے لیتے۔ مجبوراً میں نے سارا واقعہ ان لوگوں سے بیان کیا جو شیخ کے ہمراہ آئے تھے۔ میری بات سن کر سارے وہاں سے متفرق ہو گئے۔ میں اور آقا شیخ حرم مقدس مشرف ہوئے۔

نماز و زیارت کے بعد شیخ نے دعا کے لئے ہاتھ بلند کئے ہوئے تھے۔ اس وقت میں نے ایک شخص کو دیکھا جو شیخ کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ پیسوں سے بھری ایک تھیلی شیخ کو پکڑائی۔ شیخ نے جب وہ تھیلی اپنے ہاتھ میں دیکھی تو اس شخص سے کہا: آپ کو اشتباہ ہوا ہے شاید آپ نے کسی اور کو دیے ہوں گے۔

لیکن اس شخص نے کہا:

اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ لِكُلِّ اِمَامٍ مَظْهَرٌ وَ اِنَّ الْاِمَامَ عَلِیَّ بْنَ مُوْسَی الرِّضَا عَلَیْهِ السَّلَامُ مُتَكَفِّلٌ لِاَحْوَالِ الْغُرَبَاءِ.

"کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ ہر امام صفات الٰہی کا مظہر ہوتا ہے اور وہ علی بن موسیٰ الرضا غریب الوطن لوگوں کے احوال کے متکفل ہیں۔ پیسوں کی یہ تھیلی آنحضرت کی طرف سے آپ کے لئے بھیجی گئی ہے۔"

مرحوم شیخ وہاں حیران و پریشان کھڑے تھے۔ انہوں نے مجھے اپنے پاس بلایا اور پیسوں سے بھری تھیلی مجھے پکڑا دی۔ میں نے اس سے کچھ رقم نکالی اور شام کے لئے بازار سے کھانا لایا۔ رات کے وقت جب سب دوست اکٹھے ہوئے اور کھانا تیار دیکھا تو تعجب سے کہتے ہیں:

تو نے آج ہمیں مایوس دنا امید کر دیا تھا، حالانکہ آج کھانا لذیذ تر ہے۔ میں نے تھیلی کا پورا واقعہ ان کے گوش گذار کیا۔

مرحوم مروج کرامات رضویہ کا مؤلف لکھتا ہے:

اسی وجہ سے امام رضا علیہ السلام کو ضامن غرباء کہا جاتا ہے۔

ابو الوفاء شیرازی کے بارے میں ہے کہ رسول خدا انہیں خواب میں حکم دیتے تھے خاص کر اہل بیتؑ سے توسل کے بارے میں نقل کرتے ہیں کہ رسول خدا نے اسے فرمایا: کہ حضرت رضا علیہ السلام کو خدا کے سامنے اپنا شفیع قرار دو۔ مفاتیح الجنان میں نقل ہوا ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِحَقِّ وَلِیِّکَ الرِّضَا عَلِیِّ بْنِ مُوْسٰی اِلاَّ سَلَّمْتَنِیْ بِهٖ فِیْ جَمِیْعِ اَسْفَارِیْ فِی الْبَرَارِیْ وَالْبِحَارِ وَالْقِفَارِ وَالْاَوْدِیَةِ وَالْغِیَاضِ مِنْ جَمِیْعِ مَا اَخَافُهٗ وَاَحْذَرُهٗ اِنَّکَ رَؤُوْفٌ رَّحِیْمٌ.

"خدایا! تمہیں تمہارے ولی علی بن موسیٰ الرضا کا واسطہ دیتا ہوں کہ مجھے تمام سفروں میں محفوظ رکھ چاہے، وہ سفر بیابان و دریا کے ہوں یا صحراؤں، جنگلوں اور وادیوں کے ہوں اور ہر اس چیز سے محفوظ رکھ جس سے میں ڈرتا ہوں، تو رؤف و مہربان ہے۔"

## (41) معجزہ: گلدستہ پر مشعل روشن کرنے کا حکم

محدث نوری رحمتہ اللہ علیہ کتاب دارالسلام میں نقل کرتا ہے کہ امام رضا علیہ السلام کے ایک خدمت گذار کا کہنا ہے کہ ایک دفعہ رات کے وقت میری ڈیوٹی تھی۔ میں دار الحفاظ میں سویا ہوا تھا کہ عالم خواب میں دیکھتا ہوں کہ حرم کے دروازے کھل گئے ہیں۔

حضرت رضا علیہ السلام حرم سے باہر تشریف لاتے ہیں اور مجھے کہتے ہیں: اٹھو! اور ان سے کہو کہ گلدستہ کے اوپر مشعل روشن کریں، کیونکہ بحرینی عربوں کی ایک جماعت میری زیارت کے لئے آ رہی ہے۔ وہ راستہ بھٹک گئے ہیں۔ وہ مشہد سے دو فرسخ دور بمقام طرق میں حیران و سرگردان ہیں۔ اوپر سے برف باری ہو رہی ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ ان میں سے کوئی

تلف ہو جائے۔ مرزا تقی شاہ متولی سے جا کر کہو کہ اپنے ساتھ کچھ افراد کو لے کر مشعلیں ہاتھوں میں لئے ہوئے ان کے استقبال کے لیے جائیں اور انہیں لے آئیں۔

خواب دیکھنے والا کہتا ہے: میں نیند سے بیدار ہو گیا۔ فوراً رئیس خدام کے پاس گیا اور اس کے سامنے اپنا خواب نقل کیا۔ وہ فوراً اٹھ گیا، حالانکہ برف گر رہی تھی۔ مشعلدار کو اطلاع دی گئی۔ وہ جلدی سے گیا، گلدستے کے اوپر مشعل روشن کی۔ اس کے بعد خادموں کا ایک گروہ متولی حرم کے پاس گیا اور اسے خواب سنایا۔

متولی مشعلداروں کو ساتھ لے کر ہمارے ہمراہ روانہ ہوا۔ ہم طرق کی طرف چل پڑے۔ جب زائرین تک پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ برفباری میں پھنسے، اس بیابان کے اندر حیران و سرگردان ہیں۔

ان سے ملاقات کے بعد احوال پرسی کی۔

انہوں نے کہا: اس سخت اور طوفانی برف باری میں ہم راستہ بھٹک گئے ہیں۔ سردی کی شدت سے ہمارے ہاتھ پاؤں بے بس ہو گئے ہیں۔ ہم چلنے سے معذور ہو گئے ہیں۔ اپنی سواریوں سے نیچے اتر آئے اور سب ایک جگہ اکٹھے ہو کر کپڑے وغیرہ اپنے اوپر ڈال لئے اور گریہ وزاری شروع کر دی۔ ہم میں سے ایک شخص نیک و صالح طالب علم ہے اس کی آنکھ لگ گئی۔ اس نے حضرت رضا علیہ السلام کی خواب میں زیارت کی۔

آنحضرتؑ نے اسے فرمایا:

قُوْمُوْا فَقَدْ اَمَرْتُ اَنْ يَجْعَلُوْا الْمَشْعَلَ فَوْقَ الْمِنَارَةِ فَاقْصُدُوْا نَحْوَ الْمَشْعَلِ تُصَادِفُوا الْمُتَوَلِّيَ.

”کھڑے ہو جاؤ، میں نے حکم دیا ہے کہ گلدستہ کے اوپر مشعل روشن کریں، اس روشنی کی سمت روانہ ہو جاؤ۔ متولی آپ کے استقبال کے لئے آ رہا ہے۔“

پس ہم اس روشنی کی طرف روانہ ہوئے ہیں اور یہاں آپ لوگوں سے ملاقات ہو گئی

ہے۔ متولی انہیں اپنے گھر لے گیا اور ان کی خدمت و مدارت کی۔

ہاں! حضرت رضا علیہ السلام غریب الوطنوں کے ضامن اور امام رؤوف ہیں۔ وہ اپنے زائرین اور چاہنے والوں کے ہمیشہ محافظ و نگہدار ہیں۔

## (42) معجزہ: ہر سال زیارت کی سعادت حاصل کرتا ہوں

صاحب کرامات رضویہ، مشہد کے مشہور منبری مرحوم حاجی امین سے نقل کرتا ہے کہ خرم شہر کا ایک تاجر مریض تھا۔ وہ امام رضا علیہ السلام کی زیارت کے لئے مشہد آیا۔ میں اور آیۃ اللہ العظمیٰ آقا خوئی کے والد گرامی سید علی اکبر خوئی رمضان المبارک کی رات اس کی عیادت کے لئے گئے۔

تاجر نے کہا:

میں آپ حضرات کے سامنے حضرت امام رضا علیہ السلام سے ایک حکایت نقل کرتا ہوں۔ ایک دفعہ میں حضرت رضا علیہ السلام کی زیارت کے لئے مشہد مشرف ہوا۔ ایک رات میں حضرت سید الشہداء کی مجلس عزا میں شریک ہوا۔ وہاں پر ایک شخص سے ملاقات ہوئی جو بختیاری لہجہ میں گفتگو کر رہا تھا، لیکن اس نے عربی لباس پہنا ہوا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا: تم نے لباس عربی پہنا ہوا ہے اور گفتگو بختیاری میں کرتے ہو؟

اس نے کہا: چونکہ میں بصرہ میں ساکن ہوں، اس لئے عربی لباس پہنتا ہوں۔ کئی سالوں سے حضرت رضا علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہونے کے لئے ہر سال آتا ہوں۔ ایک مہینہ زیارت کی غرض سے یہاں پر رکتا ہوں۔ پھر اجازت لے کر واپس چلا جاتا ہوں۔ البتہ ہر سال زیارت سے مشرف ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جب پہلی دفعہ مشہد آیا تھا تو میں گیارہ ماہ یہاں پر رکا تھا۔ ایک رات مین نے عالم خواب میں دیکھا کہ میں حضرت رضا علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہونے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ جونہی میں اس دروازے کے قریب پہنچا

جہاں پر زائرین عام طور پر اذن دخول پڑھتے ہیں کیا دیکھتا ہوں کہ اس کے بائیں طرف ایک تخت ہے، جس پر آنحضرت تشریف فرما ہیں۔ جو زائر بھی وہاں آتا ہے آپ اس کے استقبال کے لئے چند قدم آگے تشریف لاتے ہیں۔ جب وہ حرم کے اندر چلا جاتا ہے تو آپ دوبارہ تخت پر بیٹھ جاتے ہیں، لیکن اس دروازے سے باہر کوئی بھی نہیں نکل رہا ہے۔

میں بھی دوسرے زائرین کی طرح اسی دروازے سے اندر داخل ہوا۔ وہاں پر میں نے دیکھا کہ زائرین کرام زیارت سے فارغ ہونے کے بعد آپ کے پاؤں کی طرف والے دروازے سے باہر نکل رہے ہیں۔ میں بھی اسی دروازے سے باہر نکلا۔ ادھر میں نے بائیں طرف ایک تخت دیکھا، جس پر حضرت رضا علیہ السلام تشریف فرما ہیں اور اس کے برابر ایک میز رکھا ہوا ہے۔ جس پر ایک ڈبہ سبز رنگ کے کاغذوں سے بھرا ہوا رکھا ہے۔

جو بھی زائر حرم سے باہر آتا۔ آپ خود آگے بڑھ کر سبز رنگ کا غذ اٹھا کر دیتے اور فرماتے:

خُذْ هٰذَا اَمَانٌ مِنَ النَّارِ وَاَنَا ابْنُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ.

"یہ کاغذ پکڑو، یہ آتش جہنم سے ایمان نامہ ہے، میں فرزند پیغمبر ہوں۔"

جب زائر وہاں سے نکلتا تو آپ چند قدم اس کے ساتھ چلتے ہیں۔ اس حالت میں آنحضرت کا رعب وجلالت مجھ پر اس قدر طاری تھی کہ ان کے قریب ہونے کی جرأت نہیں ہو رہی تھی۔ بالآخر دل کو حوصلہ دیا اور جرأت کا مظاہرہ کیا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور آپ کے پاؤں پر بوسہ دیا۔

اس کے بعد میں نے عرض کیا: زائرین بہت زیادہ ہیں۔ یہ کام آپ کے لئے باعث زحمت ہے۔

آپ نے فرمایا: یہ تمام حضرات میری زیارت کے لئے آتے ہیں، لہذا میرے اوپر

لازم ہے کہ میں ان کی پذیرائی کروں۔

اس کے بعد سبز رنگ کا ایک کاغذ مجھے بھی عطا فرمایا، جس پر سونے کے پانی سے مذکورہ کلمات لکھے ہوئے تھے۔ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ بس اسی وجہ سے میں ہر سال حضرت رضا علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوتا ہوں، اور یہاں پر ایک ماہ قیام کرنے کے بعد آپ رضا علیہ السلام سے اجازت لے کر رخصت ہو جاتا ہوں۔

## (43) معجزہ: دین کی ترویج کرنے والے پر امام راضی ہوئے

حاج سید ابوالحسن طیب اپنی تفسیر اطیب البیان جلد ۱۴ص ۲۷۹ پر بیان فرماتے ہیں کہ اس تفسیر کو تحریر کرنے کی وجہ درج ذیل خواب ہے:

وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عالم خواب میں دیکھا کہ اصفہان کے محلہ بیدآباد میں نھر جو بابا حسن کے نام سے معروف ہے کے کنارے ایک گاڑی کھڑی ہے، جس کا ڈرائیور نظر نہیں آرہا ہے، لیکن حضرت رضا علیہ السلام کو دیکھا جو گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر تشریف فرما ہیں اور حضرت بقیۃ اللہ ارواحنالہ الفداء اسی گاڑی میں نہر کی طرف بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کے پاس ایک نوجوان بھی بیٹھا ہوا ہے، جسے میں نہیں پہچانتا ہوں۔

میں نہر کی طرف سے گاڑی کے قریب آیا۔ گاڑی کو بوسہ دیا۔ امام علیہ اسلام نے گاڑی کا دروازہ کھول دیا اور فرمایا: کیا بوسہ دینا چاہتے ہو؟ یہ لو چوم لو۔

میں نے آنحضرت کے زانو پر بوسہ دیا اور آنکھوں کے ساتھ لگا۔ اس کے بعد میں نے ان کے جد بزرگوار امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ کے زائرین بہت زیادہ ہو گئے ہیں۔ اگر ہم ان کی ضروریات پورا کرنا چاہیں تو ہمارے لیے مشکل ہے۔

آنحضرت نے فرمایا: کوئی چیز مانع نہیں ہے، کیونکہ امام علیہ السلام خود زائرین کی مشکلات کی طرف متوجہ ہیں۔ وہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں۔

اس کے بعد امام زمانہ علیہ السلام گاڑی سے نیچے اترے ہیں اور میرا ہاتھ پکڑ کر مدرسہ مرزا مہدی لے آئے، جو اسی جگہ موجود ہے۔ (آج بھی وہ مدرسہ موجود ہے) جو سر جوی کے نام سے معروف ہے۔

مجھے فرماتے ہیں: تمہارا کمرہ کونسا ہے؟ میں نے انہیں اپنے کمرے کی نشاندہی کی۔

اس کے بعد میں نے آنحضرت کی خدمت میں عرض کیا: کیا آپ مجھ سے راضی ہیں؟

آپ نے فرمایا: ہاں راضی ہوں، کیوں تم دین کی ترویج کے لئے کام کر رہے ہو۔

اس کے بعد ہم دونوں مسجد حجۃ الاسلام سید شفتی میں آتے ہیں۔ وہاں پر مجھے بتاتے ہیں کہ کچھ عرصہ قبل میں نے عقائد کے بارے میں ایک کتاب شائع کی ہے۔ (بعض علماء کے خیال میں وہ کتاب کلمہ طیب ہے) اب میں چاہتا ہوں کہ آپ ایک تفسیر لکھیں۔ اس وقت اسے شائع کروانے کے لئے ایک ہزار تومان رکھ لو۔

میں بڑا خوش و خرم خواب سے بیدار ہوا، اور تفسیر لکھنے کا ارادہ کر لیا۔ جمعہ کی صبح کو عقائد و اخلاق کے بارے میں درس دیتا تھا۔ اس میں، میں نے خوشی خوشی یہ خواب نقل کیا۔

صاحب منزل میرے لئے ہزار تومان لے آیا۔

میں نے اسے کہا: ان پیسوں سے تفسیر کے لئے کاغذ خرید لاؤ۔ وہ تہران گیا۔ کاغذ خرید کر لے آیا۔ ہزار تومان سے اوپر جو اخراجات آئے وہ میں نے انہیں ادا کئے۔ میں نے دس سال کی مدت میں سات یا آٹھ جلدی تفسیر لکھ دی۔ دوبارہ عالم خواب میں حضرت امام زمانہ علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوا، اور عرض کیا: کیا اس تفسیر سے آپ راضی ہیں؟

انہوں نے فرمایا: ہاں راضی ہوں۔

میں نے عرض کیا: آپ دستخط فرما دیں۔ آنحضرت اس تفسیر کے نیچے ایک نقطہ لگایا۔ بندہ حقیر نے دیکھا کہ اس نقطے سے نور نکل رہا تھا۔

میں کمال جرأت سے یہ دعویٰ کر سکتا ہوں کہ یہ تفسیر امام زمانہ علیہ السلام کے امر سے

لکھی گئی ہے اور انہوں نے اس کی تائید بھی فرمائی ہے۔ یہ رؤیا، رویای صادقہ ہے۔

اس خواب میں مورد استفادہ نکات مندرجہ ذیل ہیں۔

- آنحضرت کی ذکر عقائد و اخلاق اور تفسیر سے محبت
- امام زمانہ علیہ السلام کے نزدیک ترویج دین کی اہمیت، کیونکہ آپ نے فرمایا: میں تم پر اس وجہ سے راضی ہوں کہ تم ترویج دین کے لئے کام کر رہے ہو۔
- یہ خاندان، کریم خاندان ہے۔ وہ نہیں چاہتے کہ ان کے زائر خالی ہاتھ جائیں، کیونکہ آپ نے فرمایا: زائرین کی حاجات کو پورا کرنے سے کوئی مانع نہیں ہے۔

## (44) معجزہ: میں حضرت محمد تقی علیہ السلام کا آزاد شدہ ہوں

صاحب کرامات رضویہ اپنی کتاب جلد۲ صفحہ ۳۷ پر لکھتا ہے:

فخر الواعظین مرحوم حاج شیخ عباس علی (جو محقق کے نام سے موصوف ہے) نقل کرتا ہے: مرزا مرتضی شہابی (جو آستان قدس رضوی کے تیسرے نمبر کے متولی تھے) نے دس راتین مجالس عزا برپا کرنے کا بندوبست کیا۔ میرے والد بزرگوار اور حاج شیخ مہدی واعظ نے مجھے منبر پر جانے کی دعوت دی۔

سب پڑھنے والوں سے کہا گیا کہ ہر کوئی جواد الائمہ علیہ السلام سے متوسل ہوں اور آپؑ کے مصائب بیان کرے۔ میں چونکہ ابتدائی طالب علم تھا، لہٰذا منبر پر جانے کے لئے میرے پاس معلومات کم تھیں۔

میں نے ان سے پوچھا: آپ کیوں اس قدر اصرار کر رہے ہیں کہ نویں امام علیہ السلام کے ہی حالات و مصائب بیان کئے جائیں اور صرف انہی کی ذات بابرکات سے متوسل ہوا جائے؟

انہوں نے کہا: بعد میں آپ کو بتائیں گے۔ میں نے ان کے حکم کے مطابق دس

راتوں تک امام جواد علیہ السلام کے حالات ومصائب بیان کئے اور ان سے متوسل رہا۔ آخری رات تمام پڑھنے والوں کو رات کے کھانے پر دعوت دی اور کہا:

ہر رات امام جواد علیہ السلام سے متوسل ہونے کی علت یہ تھی کہ جتنے بھی دربان تھے، معمول کے مطابق حرم مطہر کے پرانے صحن میں جھاڑو مارنے میں مصروف تھے۔ اس وقت صحن مطہر میں پانی کی ایک ندی بہتی تھی جس کے دونوں طرف سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں۔ تمام لوگ وہاں بیٹھ کر وضو کرتے تھے۔

ایک دن کا واقعہ ہے کہ ہم جھاڑو پھیر رہے تھے۔ کچھ زائرین شفاخانہ اسماعیل طلائی کے پاس بیٹھے خربوزہ کھانے میں مصروف تھے۔ اس کے چھلکے اور بیج وغیرہ ادھر ہی پھینکتے جا رہے تھے۔ ان کی یہ کارستانی دیکھ کر مجھے سخت غصہ آیا۔

میں نے کہا: اے دوستو! یہ کوئی خربوزہ کھانے کی جگہ ہے؟ کم از کم اتنا ہی کرتے کہ چھلکے اور بیج وغیرہ پانی میں ہی پھینک دیتے۔

وہ بھی غصے میں آ کر کہتے: کیا یہ تمہارے باپ کا گھر ہے، جو اس قدر حکم چلا رہے ہو۔ میں نے غصے میں آ کر چھلکے، بیج اور خربوزہ وغیرہ پاؤں کی ٹھوکروں سے پانی میں پھینک دیئے۔ وہ لوگ وہاں سے کھڑے ہو گئے اور حضرت رضا علیہ السلام کی طرف متوجہ ہو کر کہتے ہیں:

یا امام رضا علیہ السلام! ہم تو آپ کا گھر سمجھ کر یہاں آتے تھے، اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ یہ اس شخص کے باپ کا گھر ہے تو ہرگز نہ آتے۔ وہ لوگ یہ بات کر کے وہاں سے چلے گئے۔ میں بھی اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔ جب رات کے وقت بستر پر جا کر سویا تو عالم خواب میں دیکھتا ہوں کہ ایوان طلا میں شور وغوغا برپا ہے۔ آگے بڑھا تا کہ دیکھوں وہاں پر کیا ہو رہا ہے؟ کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں پر ایک بزرگوار کھڑے ہیں اور ایوان کے وسط میں لکڑی کی تین ٹانگوں والی گھوڑی رکھی ہوئی ہے، کیونکہ اس زمانے میں رواج یہ تھا کہ مجرم کو اس گھوڑی کے ساتھ

باندھ کر کوڑے مارے جاتے تھے۔ وہ بزرگوار فرماتے ہیں: اسے لے آؤ۔

جونہی آقا نے یہ حکم دیا۔ خدام حرم پکڑ کر مجھے اس گھوڑی کے پاس لے گئے اور اس کے ساتھ باندھ دیا۔ اپنے آپ کو اس حال میں گرفتار دیکھ کر میں بہت ڈر گیا۔

میں نے عرض کیا: آقا! میری غلطی کیا ہے؟

انہوں نے فرمایا: کیا صحن سقاخانہ تمہارے باپ کا گھر ہے؟ کہ تم نے میرے زائرین کی دل آزاری کی اور ان کے خربوزے پاؤں کی ٹھوکروں سے بہتے نالے میں پھینک دیئے ہیں۔ یہ گھر میرا گھر ہے، وہ لوگ میری زیارت کے لئے آئے ہیں۔ تو نے کیوں ان کے ساتھ اس طرح سے بدسلوکی کی ہے؟

آپ کا یہ فرمان سن کر میں شرم سے پانی پانی ہو گیا۔ میری ایسی حالت ہو گئی کہ جو بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ جب مامورین نے مجھے کوڑے مارنے کا ارادہ کیا تو میں خوف کے مارے ادھر اُدھر دیکھ رہا تھا کہ شاید کوئی ایسا شخص مل جائے مجھے بچا لے۔

اسی دوران متوجہ ہوتا ہوں کہ ایک نوجوان آنحضرت کے پہلو میں کھڑا ہے جونہی اس نے مجھے وحشت زدہ دیکھا تو عرض کرتا ہے: بابا جان!

یہ جرم مجھے بخش دیں۔ جب اس نوجوان نے یہ بات کہی تو مجھے آزاد کر دیا گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں پر نہ کوئی گھوڑی ہے نہ کوڑے مارنے والے ہیں۔

میں نے پوچھا: یہ نوجوان کون تھا؟

مجھے بتایا گیا یہ نوجوان حضرت امام رضا علیہ السلام کے فرزند امام محمد تقی علیہ السلام ہیں، اس کے بعد میں بیدار ہو گیا اور ان زائرین کی جستجو میں لگ گیا۔ بڑی مشکلوں سے انہیں تلاش کیا، انہیں اپنے گھر دعوت کی اور ان کی شایان شان طریقے سے آؤ بھگت کی۔ ان سے معافی مانگی۔ اس طرح سے انہیں راضی کیا۔

پس آپ لوگوں کو معلوم ہو گیا ہے کہ میں حضرت جواد علیہ السلام کا آزاد شدہ ہوں،

اس لئے پوری دس راتیں ان سے متوسل ہوتا ہوں۔

## (45) معجزہ: علی بن موسیٰ الرضاؑ کی اپنے زائرین پر خاص نظر

محدث نوری دارالسلام میں لکھتا ہے:

امام رضا علیہ السلام کے ایک خادم میر معین الدین اشرف کا کہنا ہے:

ایک رات میں دارالحفاظ یا پہرہ داروں کے کمرے میں سویا ہوا تھا۔ عالم خواب میں دیکھتا ہوں کہ تجدید وضوء کے لئے صفہ میر علی شیر سے نکلا ہوں۔

اچانک لوگوں کا ایک بہت بڑا گروہ صحن مطہر میں داخل ہوا۔ ان کے آگے آگے ایک بزرگوار ہیں جو خوبصورت، بلند شان و مرتبہ اور نورانی شخصیت کے مالک ہیں۔ ان کے پیچھے پیچھے لوگوں کا گروہ ہاتھوں میں کدھال لئے آ رہا ہے۔ جب وہ صحن کے وسط میں تشریف لے آئے تو وہ بزرگوار فرماتے ہیں:

اِنبشُوا هٰذَا القَبرَ وَاَخرِجُوا هٰذَا الخَبِیثَ.

''اس قبر کو کھودیں اور اس خبیث کو یہاں سے باہر نکالیں۔''

ایک مخصوص قبر کی طرف اشارہ کیا۔ آپ کے ساتھ آنے والے لوگوں نے قبر کھولنا شروع کر دی۔

میں نے ایک شخص سے پوچھا: یہ شخص کون ہے؟

اس نے کہا: امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام ہیں۔

اسی دوران دیکھتا ہوں کہ حضرت رضا علیہ السلام اپنے روضہ مبارکہ سے باہر تشریف لا رہے ہیں اور اپنے جد بزرگوار حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام عرض کیا:

آقا نے سلام کا جواب مرحمت فرمایا: اس کے بعد امام ہشتم نے عرض کیا:

يَا جَدُّ! سَئَلْتُکَ اَنْ تَعْفُوا عَنْهُ وَتَهِبْنِی تَقْصِیْرَهُ.

''اے میرے جد محترم! میں آپ سے گذارش کرتا ہوں کہ یہ شخص جو میرے جوار میں دفن ہوا ہے اسے معاف فرمادیں اور اس کی تقصیر میری وجہ سے بخش دیں۔''

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

''کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ شخص فاسق، فاجر اور شراب خور ہے؟''

امام رضا علیہ السلام نے جواب دیا: ہاں میرے جد بزرگوار۔

وَلٰکِنَّهُ اَوْصٰی عِنْدَ وَفَاتِهٖ اَنْ یُدْفَنَ فِی جَوَارِیْ.

''لیکن اس شخص نے مرتے وقت وصیت کی تھی کہ اسے میرے جوار میں دفن کیا جائے۔''

مجھے امید ہے کہ آپ ضرور اسے معاف فرمادیں گے۔ امیر المومنین نے فرمایا:

وَهَبْتُکَ جَرَائِمَهُ.

''میں نے اس کی غلطیاں آپ کو بخش دیں۔''

اس کے بعد آنحضرت واپس چلے گئے۔

خواب دیکھنے والا شخص کہتا ہے: میں وحشت زدہ بیدار ہوا، اور بعض خدام جو سوئے ہوئے تھے انہیں بیدار کیا۔ اس کے بعد اسی جگہ پر آئے جس جگہ کے بارے میں خواب دیکھا تھا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ وہاں پر ایک تازہ قبر کھودی ہوئی ہے جس میں کسی کو دفن کیا گیا ہے۔

ہم نے پوچھا: یہ کس کی قبر ہے؟

بتایا گیا کہ یہ ایک ترک شخص کی قبر ہے جسے کل یہاں پر دفن کیا گیا ہے۔

ای شہ توس فدای تو طوف حرمت

توس فردوس برین گشتہ زمین قدمت

من به درگاه تو باروی سیاه آمدم
این من و جرم من وآن تو ولطف و کرمت

''اے توس کے بادشاہ! آپ پر قربان جاؤں اور تیرے حرم کا طواف کروں۔ توس تیرے آنے کی وجہ سے جنت الفردوس بن گیا ہے۔ میں آپ کی بارگاہ میں گناہ سے پُر آیا۔ یہ میں اور میری غلطیاں اور وہ آپ اور آپ کا لطف وکرم۔''

یہ بعید نہیں ہے کہ یہ حضرت رضا علیہ السلام گناہ گاروں کی شفاعت فرمائیں، کیونکہ یہ تو طے شدہ بات ہے کہ وہ شیعہ اثنا عشری جو صحیح عقیدہ کا مالک ہے آئمہ طاہرین علیہم السلام ضرور اس کی شفاعت کریں گے۔

علی بن فتال نیشاپوری روضۃ الواعظین میں نقل کرتا ہے کہ ایک خراسانی شخص امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر کہتا ہے: یا بن رسول اللہ! میں نے خواب میں رسول خدا کو دیکھا ہے۔ انہوں نے فرمایا:

كَيْفَ اَنْتُمْ اِذَا دُفِنَ فِي اَرْضِكُمْ بِضَعَتِيْ وَاسْتُحْفِظْتُمْ وَدِيْعَتِيْ وَغُيِّبَ فِي تُرَابِكُمْ نَجْمِيْ.

''تم اہل خراسان اس وقت کیسے ہوں گے، جب میرے بدن کا ٹکڑا وہاں پر دفن ہوگا اور میرا ستارہ وہاں پر پنہاں ہوگا؟''

حضرت رضا علیہ السلام فرماتے ہیں:

اَنَا الْمَدفِي اَرْضِكُمْ وَاَنَا بِضْعَةُ نَبِيِّكَ وَاَنَا الْوَدِيْعَةُ وَالنَّجْمُ.

''وہ رسول اللہ کا بدن ٹکڑا میں ہی ہوں، جو تمہاری سرزمین پر دفن ہوگا اور میں وہی ستارہ اور اس کی امانت ہوں۔''

اس کے بعد آقا و مولیٰ علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام فرماتے ہیں:

اَلَا فَمَنْ زَارَنِيْ وَهُوَ يَعْرِفُ مَا اَوْجَبَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى مِنْ

حَقِّي وَطَاعَتِيَ فَاَنَا وَاٰبَائِيْ شُفَعَائُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ كُنَّا شُفَعَائُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ نَجَا وَلَوْ كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُ الثَّقَلَيْن.

''جو شخص بھی میرے حق کو پہچانتے ہوئے کہ خدا نے مجھے کیا حق دیا ہے زیارت کرے گا اور میری اطاعت اپنے اوپر واجب سمجھے گا میں اور میرے اجداد کرام روز قیامت اس کی شفاعت کریں گے اور جس کے ہم شفیع ہوں گے وہ بخشا جائے گا، اگرچہ اس کے گناہ جن وانس کے برابر ہوں۔''

## (46) معجزہ: علی بن موسیٰ الرضاؑ کی شفاعت شامل حال ہوگی

کتاب منتخب التواریخ میں محمد علی خراسانی مشہدی اپنے والد سے نقل کرتا ہے کہ جس وقت مرحوم حاج ملا ہاشم صاحب منتخب التواریخ کی خدمت میں میری رفت و آمد تھی۔ اس وقت میں نے ان کے والد بزرگوار کو دیکھا کہ جو ایک پرہیز گار اور صالح شخص تھے۔ انہوں نے تقریباً ستر سال تک آستانِ قدس رضوی میں خدمات انجام دیں۔ وہ نقل کرتے ہیں۔

جس سال میں نے حضرت رضا علیہ السلام کے دربار میں پہرہ داری کے فرائض سنبھالے۔ وہاں پر ایک خادم کو دیکھا جو حرم مطہر کے دروازے بند ہونے کے بعد دوسروں کی طرح آرام کرنے کے لئے اپنی خوابگاہ میں نہیں جاتا تھا، بلکہ دارالحفاظ میں تہجد اور عبادات میں مشغول ہو جاتا تھا۔ جب وہ تھک جاتا تو اپنی پیشانی ضریح مقدس کے ساتھ لگا کر تھوڑی دیر آرام کرتا تا کہ تھکاوٹ اتر جائے۔

ایک رات اس نے اپنا سر ضریح مقدس پر رکھا۔ اچانک ضریح مقدس کا دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی۔

میرا باپ کہتا ہے: مجھے یاد نہیں ہے کہ میں نے یہ خواب میں دیکھا ہے یا حالت بیداری میں۔ جب میں نے دروازہ کھلنے کی آواز سنی تو میرے ذہن میں یہ آیا کہ شاید ضریح

کے دروازے بند کرتے وقت کوئی شخص اندر رہ گیا ہے۔ فوراً وہاں سے اٹھا تاکہ اپنے ساتھیوں کو بتاؤں۔ اچانک کیا دیکھتا ہے کہ حرم کا دروازہ کھل گیا، اندر سے ایک بزرگوار باہر آئے۔ دارالحفاظ سے ایک دروازہ دارالسیادۃ کی طرف کھلتا ہے وہ خود بخود کھل گیا۔ آنحضرت دارالسیادہ میں تشریف لائے۔

وہ کہتا ہے: جب میں نے یہ صورتحال دیکھی تو ان کے پیچھے چل پڑا۔ آنحضرت دارالسیادہ سے ہوتے ہوئے ایوان طلا میں تشریف لائے اور وہاں پر آ کر کھڑے ہو گئے۔

میں بھی بڑے ادب و احترام کے ساتھ محراب کے نزدیک ہوا۔ اس دوران دو شخص بڑے ادب و احترام اور خضوع کی حالت میں آپ کے پاس کھڑے ہوئے۔

امام رضا علیہ السلام نے ان دونوں سے فرمایا: صحن میں کھڑکی کے پیچھے والی قبر کھودو، اور اس خبیث شخص کو میرے حرم سے باہر نکال دو۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ دونوں شخص کدھال کے ذریعے کھودنے لگ گئے اور اس قبر سے ایک شخص کو نکالا جس کے گلے میں آگ کی زنجیریں ہیں۔ اسے خیابان بالا کی طرف لے جا رہے ہیں۔ اچانک اس شخص نے اپنا چہرہ امام علیہ السلام کی طرف پھیرا۔ اور کہتا ہے: یابن رسول اللہ میں گناہ گار اور مجرم ہوں، لیکن میں نے وصیت کی تھی کہ مجھے یہاں لا کر آپ کے جوار میں دفن کیا جائے۔ جونہی اس شخص نے یہ بات کہی امام رضا علیہ السلام نے ان دونوں کو حکم دیا کہ اسے واپس لے آؤ۔ (یہاں پر آ کر اس واقعہ کا ناقل شخص بے ہوش ہو جاتا ہے)

علی الصبح جب خدام وغیرہ حرم کے دروازے کھولنے کے لئے آئے۔ دیکھتے ہیں کہ وہ شخص بے ہوش پڑا ہوا ہے۔ اسے ہوش میں لایا گیا۔ اس نے سارا ماجرا بیان کیا۔

میرے مرحوم والد کہتے ہیں: میں خدام کے ساتھ اس مقام پر گیا جو خواب میں دیکھا تھا۔ وہاں پر نبش قبر کے آثار تھے، جو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔

بعد میں پتہ چلا کہ قبر مشہد کے کسی بڑے افسر کی ہے، جسے کل یہاں پر دفن کیا گیا ہے۔

پس جو شخص بھی خاندانِ ولایت کے ساتھ محبت کا دم بھرتا ہے اسے چاہیئے کہ ایسے کام انجام نہ دے جس کی وجہ سے کل کو ان کے حضور میں شرمندگی اٹھانا پڑے، اور ان کے لئے تکلیف ،اذیت وناراضی کا موجب بنے۔

خدایا! علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کے صدقے میں ہمیں گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرما کہ کل کو ان کے سامنے عرق شرمندگی سے شرابور نہ ہوں۔

هر کس که بمیرد اهل یا نا اهل است
آید به سرش علی حدیثی نقل است
مردن اگر این است وفائی بخدا!
در هر نفس هزار مردن سهل است

"جو شخص بھی مرتا ہے حدیث میں نقل ہوا ہے کہ علی اس کے پاس تشریف لاتے ہیں، اگر چہ اس طرح سے مرنا خدا کے ساتھ وفاداری ہے تو پھر ہر نفس و سانس میں ہزار بار مرنا بہتر ہے۔"

مرحوم مروج کرامات رضویہ کے صفحہ ۱۹۲ پر لکھتا ہے:

تہران سے میرے رشتہ دار ایک دفعہ زیارت سے مشرف ہونے کے لئے آئے، انہوں نے دس دن قیام کرنے کا ارادہ کیا۔ جب جانے لگے تو مجھے کہتے ہیں اس بھیڑ کی وجہ سے ضریح کو بوسہ بھی نہیں دے سکے۔

روز الوداع میں نے کہا: خدایا! اس دفعہ میں ضریح کو بوسہ دینے پر موفق نہیں ہو سکا اور حرم سے باہر نکل آیا۔ اسی رات یا دن کو میں نے عالم خواب میں دیکھا کہ میں زیارت کے لئے حرم میں آیا ہوا ہوں، اچانک دیکھتا ہوں کہ ضریح مقدس بلند ہوتی ہے اور آنحضرتؑ کی قبر نظر آنے لگی۔ کسی نے مجھے کہا: اگر تم ضریح کو بوسہ نہیں دے سکتے ہو تو کوئی بات نہیں ہے، اب آؤ اور میری قبر کو چوم لو۔

حاج شیخ حسن علی اصفہانی سے نقل کرتے ہیں کہ وہ کہتا ہے: جب میں پہلی دفعہ حرم مشرف ہوا تو ایک دن صحن میں بیٹھا ہوا تھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ صحن میں کوئی بھی نہیں ہے لیکن پائین خیابان کی طرف سے درندے، شیر، بھیڑیا، چیتا اور سانپ وغیرہ آرہے ہیں اور خیابان بالا کے دروازے سے باہر نکلتے جارہے ہیں، لیکن ان میں انسان بہت کم ہیں۔

اس حالت میں امام علیہ السلام کا دست شفقت سب کے سروں پر ہے۔ سب لوگ آنحضرتؑ کے ہاتھ کے نیچے سے گذر رہے ہیں۔

جب میں اپنی اصل حالت میں آیا تو مجھے معلوم ہوا کہ ہم جس حال میں بھی ہوں پھر بھی علی بن موسی الرضا علیہ السلام کی مرحمت وعنایت ہمارے شامل حال ہوگی۔

## (48) معجزہ: امام علیہ السلام احوال پرسی کے لئے تشریف لائے

صاحب کتاب ''کرامات رضویہ'' جلد اول صفحہ ۱۲۲ میں نقل کرتا ہے کہ علی خان تہرانی کا بیٹا مرزا ابوالقاسم خان کئی سال تک سرای محمدیہ مشہد مقدس کے ایک کمرے میں مقیم رہا اور دعا و عبادت میں مشغول رہا ہے۔ وہ میرے (یعنی مؤلف) ساتھ بہت محبت کرتا تھا۔ بالآخر چار محرم الحرام ۱۳۶۵ھ ق کو اسی کمرے میں دنیا سے رخصت ہوگیا اور صحن نو میں دفن کیا گیا۔

ایک دن وہ کہتا ہے کہ مجھے حضرت رضا علیہ السلام کا ایک معجزہ یاد ہے کہ انہوں نے مرزا آقاسی (توپچی) کو شفا مرحمت فرمائی۔ جس کی تفصیل کچھ یوں ہے:

وہ کہتا ہے اسے توپچی چار ساتھیوں سمیت حکم ہوا کہ کارتوس اور بارود کی بھری گاڑی رشت لے جائیں۔ جب ہم مشہد سے نکلے تو اچانک کسی ایک ساتھی کی سگریٹ کی آگ اس بارود تک پہنچ گئی۔ اسے فوراً آگ لگ گئی۔ تین ساتھی موقع پر ہلاک اور باقی زخمی ہوگئے۔

خود مرزا آقاسی کہتا ہے: جب بارود کو آگ لگی تو اس نے مجھے تقریباً دس بارہ ہاتھ بلند کیا اور نیچے گرادیا۔ میرے کان اور پاؤں کی رگیں ایڑھیوں تک جل گئیں۔

مجھے فوراً اٹھا کر فوجی ہسپتال پہنچایا گیا اور ایک ماہ تک مسلسل میرا علاج و معالجہ کیا گیا۔

اس کے بعد مجھے بیمارستان امام رضا علیہ السلام میں لے گئے۔ چھ ماہ تک وہاں پر معالجہ کیا جس کے نتیجہ میں زخم ٹھیک ہوگیا لیکن میں چل پھر نہیں سکتا تھا کیونکہ ساری رگیں جل گئی تھیں۔

ایک رات گریہ و زاری کرتے ہوئے شکستہ دل کے ساتھ حضرت رضا علیہ السلام کو پکارا، عرض کیا: یا ابن رسول اللہ! میں ایک سید ہوں، جس کا تعلق آپ کے خاندان کے ساتھ ہے۔ کیا آپ میری مدد کو نہیں آئیں گے؟

وہ کہتا ہے: روتے روتے میں سو گیا۔ عالم خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگوار سید میرے قریب آ کر فرماتے ہیں: مرزا! تمہارا کیا حال ہے؟ جب انہوں نے اتنا اظہار محبت فرمایا تو میں نے ان کا ہاتھ تھام لیا اور عرض کیا: آپ کون ہیں؟ جو میرا حال پوچھ رہے ہو؟

فرماتے ہیں: آپ نے پوچھ کر کیا لینا ہے میں جو کوئی بھی ہوں؟ تیری احوال پرسی کے لئے آیا ہوں۔

میں نے عرض کیا: میں آپ کو جاننا چاہتا ہوں۔

آپ نے فرمایا: تم کس سے متوسل ہوئے ہو؟

میں نے کہا: حضرت رضا علیہ السلام سے۔

آپ نے فرمایا: میں وہی ہوں۔

میں نے کہا: آپ مجھے دیکھ رہے ہیں کہ میں کن مشکلات میں گرفتار ہو چکا ہوں۔ میرے دونوں پاؤں مفلوج ہو چکے ہیں، میں بالکل چل پھر نہیں سکتا ہوں۔

انہوں نے فرمایا: اپنا پاؤں آگے کرو تا کہ دیکھوں اسے کیا ہے۔

انہوں نے اپنا ہاتھ میرے پاؤں کے ساتھ کیا تو نیند میں مجھے محسوس ہوا کہ میرے پاؤں میں تازہ روح آ گئی ہے۔ میں بیدار ہو گیا اور یہ محسوس کرتا ہوں کہ میرے پاؤں کا انگوٹھا حرکت کر رہا ہے۔ میں نے تعجب کرتے ہوئے اپنے آپ سے کہا: ہو سکتا ہے کہ پورا پاؤں

حرکت کرنے لگ جائے؟ میں نے اپنے دونوں پاؤں کو ہلایا۔ درد کا بالکل کوئی احساس نہیں تھا۔ بڑے آرام سے انہیں حرکت دے سکتا تھا۔ اس کے بعد مجھے یقین ہوگیا کہ میرا خواب سچا ہے اور حضرت رضا علیہ السلام نے مجھے شفا عنایت فرمائی ہے۔

## (48) معجزہ: چھ سالہ بچی کی زبان سے سنیں

محکمہ کشتی رانی کے ایک ملازم کی اپنی بیٹی سے گفتگو۔

ایک مدت سے میری بیٹی کا رنگ تبدیل ہو رہا تھا۔ اس کی حالت سخت مریضوں جیسی بنتی جا رہی تھی۔ دن بدن کمزور سے کمزور ہوتی جا رہی تھی۔ جب میں نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا تو میرے دل پر بہت اثر ہوا۔

ایک دن میں اپنی بیٹی کو اس کی ماں کے ہمراہ ڈاکٹر کے پاس لے گیا۔ ڈاکٹر نے معائنہ کرنے کے بعد کچھ ٹیسٹ لکھ دیئے۔ میں بلا فاصلہ لیبارٹری گیا۔ ٹیسٹ دیئے۔ انہوں نے اگلے روز جواب دینے کا وعدہ کیا۔ ساری رات آنکھوں میں گذاری اور یہ فکر دامن گیر رہی کہ معلوم نہیں ہے ٹیسٹوں کا کیا جواب ملتا ہے۔ کبھی اپنی بیٹی کی طرف دیکھتا اور کبھی اس کی ماں کی طرف، بالآخر صبح ہوئی۔

صبح لیبارٹری کھلنے سے قبل ہی وہاں پہنچ گیا۔ جب لیبارٹری والے آئے تو ان سے جواب لے کر فوراً ڈاکٹر کے پاس گیا۔

ڈاکٹر نے انہیں دیکھتے ہی کہا: اسے خون لگانے کی ضرورت ہے۔ اسے فوراً خون کی بوتل لگائی گئی۔ کچھ دن بعد اس کی حالت بہت زیادہ خراب ہوگئی۔ کچھ کھا پی بھی نہیں سکتی تھی۔ اسے فوراً ہسپتال لے گیا۔ ڈاکٹر نے معائنہ کر کے کاغذ پر صرف **ALC** لکھ دیا اور کہا اسے ہسپتال میں داخل کروانا ضروری ہے۔

یہ ماجرا چھ سالہ بچی کی زبان سے سنیں:

میری حالت بہت خراب ہو گئی تھی۔ میں زیادہ بات چیت نہیں کر سکتی تھی۔ میرا دل چاہتا تھا کہ بچوں کے ساتھ کھیلوں کودوں لیکن ایسا نہیں کر سکتی تھی۔

میرا والد مجھے شہر اہواز کے ایک ہسپتال میں لے گیا۔ ڈاکٹر نے معائنہ کرنے کے بعد کچھ ایسی باتیں کیں جن سے میرا والد بہت پریشان ہوا۔ میں بھی بہت خوف زدہ ہو گئی تھی۔ جب مجھے خون لگایا گیا تو میری حالت پہلے کی نسبت زیادہ خراب ہو گئی۔ فیصلہ یہ کیا کہ مجھے ہسپتال میں داخل کیا جائے۔ رات کے وقت ماں باپ کو پریشانی کے عالم میں دیکھ کر مجھے بھی احساسِ غم نے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ میری عجیب حالت بنی ہوئی تھی۔ اچانک نیند آ گئی۔ عالم خواب میں ایک لمبے قد کا آقا دیکھتی ہوں جس کے چہرے پر داڑھی ہے اور بہت مہربان ہیں۔

اس نے مجھے کہا: میری بچی تم مشہد جاؤ۔

صبح نیند سے بیدار ہونے کے بعد اپنا خواب ماں باپ کو سنایا۔ اسی روز ہم مشہد مقدس آ گئے۔ انہوں نے مجھے صحن شفاخانہ میں پنجرۂ فولاد کے ساتھ باندھ دیا۔ وہاں پر بہت سارے اور لوگ کو بھی میری طرح باندھے ہوئے تھے۔ میں بھی دوسرے لوگوں کی طرح رو رو کر امام علیہ السلام سے شفا طلب کر رہی ہوں۔ تھک ہار کر وہاں سو گئی۔ خواب میں اسی آقا کو دوبارہ دیکھا، جسے اہواز میں دیکھ چکی تھی۔

انہوں نے مجھے کہا: میری بیٹی! تم ٹھیک ہو گئی ہو، لیکن پھر بھی میں رات کے وقت آتی رہی اور میری ماں مجھے اسی دروازے کے ساتھ باندھ دیتی۔ جب چوتھی رات ہوئی تو اچانک نیند سے بیدار ہوئی۔ کیا دیکھتی ہوں کہ وہ کپڑا میری گردن سے خود بخود کھل گیا تھا، جس کے ساتھ مجھے باندھا گیا تھا۔ میں بالکل تندرست ہو چکی تھی۔ مجھے بے اختیار رونا آ گیا۔ میرے والد نے مجھے اپنے سینہ کے ساتھ لگایا اور آنسو بہاتا ہوا حرم کے اندر لے گیا اور یہ کہتا رہا یا امام رضا! آپ گرہ کشائی کرنے والے ہیں۔ آپ مریضوں کو شفا دیتے ہیں۔ تمام مریض آپ

کے دروازے سے شفایاب ہوتے ہیں۔

اے امام رضا علیہ السلام اپنے عاشقوں کو زیارت کی توفیق عنایت فرما۔ ہماری مشکلوں کو آسان فرما۔ ہم مشہد میں تیری پناہ حاصل کرنے کے لئے آئے ہیں۔

فقیر و خستہ بہ درگاہت آمدم رحمی

کہ جز ولای توام نیست ہیچ دستاویز

## 49- معجزہ: م کو قوت گویائی امام علیہ السلام نے دی

یہ ایک خاتون کا ماجرا ہے، جسے ڈاکٹروں نے لاعلاج سمجھ کر جواب دے دیا تھا۔ اس کے شوہر رسول کی داڑھی آنسو سے تر ہو گئی۔

وہ کئی سو میل کا سفر طے کر کے اپنی ہمسر ''م'' کو علاج کے لئے لایا تھا۔ صوبہ استان میں اکٹروں نے اس کا معائنہ کیا۔ تہران و مشہد میں کئی ٹیسٹ کروائے، ایکسرے بنوائے اور مشہد و تہران کے درمیان کئی دفعہ سفر کیا۔

ڈاکٹروں نے کہا کہ 99 فیصد موت کا امکان ہے۔ اس کا کوئی علاج نہیں ہو سکتا۔ اس کی آنکھوں سے سیلاب کی طرح آنسو جاری ہو گئے۔ ایک سال قبل ''م'' نیستانی کی بینائی ختم ہو چکی تھی۔ اس کے دائیں پہلو میں شدید درد تھا۔ اسے بڑی جوڑ ڈاکٹروں کو دکھایا گیا، لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔

آخرکار اس کی دائیں طرف مفلوج ہو گئی اور قوت گویائی بھی جاتی رہی۔ اسے فوراً بجنورد سے مشہد بیمارستان قائم میں لایا گیا۔ وہاں پر ایک رات رکھنے کے بعد اسے بیمارستان امدادی میں منتقل کر دیا گیا۔ وہاں پر اس کے مختلف ٹیسٹ لئے گئے۔ بدن کے کئی حصوں کے ایکسرے بنوائے گئے، لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا، اس کے شوہر رسول سے کہا گیا کہ اسے تہران بیمارستان خاتم الانبیاء لے جائیں، وہاں پر مخصوص مشینوں سے اس کا چیک اپ کروائیں۔ وہ

بڑی مشکل سے اپنی بیوی کو ہوائی جہاز کے ذریعے تہران لے گیا۔ ہسپتال میں اسے داخل کروا دیا۔ رسول تہران میں اپنے ایک دوست کے ہاں چلا گیا۔ گریہ وزاری کرتے ہوئے اپنی زوجہ کی بیماری کی داستان سنائی۔ اس کی بیماری کا سن کر رسول کے دوست کی بیوی نے نذر مانی کہ اگر یہ مریضہ صحت یاب ہو جائے تو میں حضرت ابوالفضل کا دستر خوان لگاؤں گی۔ رسول وہاں پر کچھ روز قیام کے بعد ایکسرے اور رپورٹیں وغیرہ لے کر اپنی مریضہ کے ہمراہ مشہد واپس چلا گیا۔ ''م'' کو دوبارہ امدادی ہسپتال میں داخل کیا گیا۔ ڈاکٹروں نے ایکسرے اور رپورٹیں وغیرہ چیک کرنے کے بعد رسول سے کہا: تمہاری بیوی کی موت یقینی ہے۔

رسول اپنی زوجہ کی موت کیسے قبول کر سکتا تھا؟ وہ پریشان تھا کہ حاذق ترین ڈاکٹر موت کے مقابلے میں عاجز ہیں۔ اس کے بچوں کی ماں کے بغیر کیسے گذرے گی۔

رسول اس حقیقت کو قبول کرنے کے لئے آمادہ نہیں تھا، لیکن اسے قبول کئے بغیر کوئی چارہ بھی نہیں ہے۔ بالآخر اس نے مایوس ہو کر اپنے رشتہ داروں کو پیغام بھیجا کہ ''م'' زندگی کے آخر لمحات گذار رہی ہے اگر اسے آخری بار دیکھنا چاہتے ہیں تو مشہد آ جائیں۔ سب غمگین دل کے ساتھ پہنچ گئے۔ ''م'' جس طرح موت کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ رہی تھی اسی طرح آنے والے رشتہ داروں کے مغموم ومحزون چہرے بھی اس حقیقت کی ترجمانی کر رہے تھے۔ ایسی صورت میں کس قدر صبر وتحمل کی ضرورت ہے۔ رسول پر کیا گذر رہی ہوگی۔

''م'' کی اچانک آنکھ لگ گئی۔ اس نے خواب دیکھا جو خواب اس کی یادداشت میں محفوظ ہے۔ عالم خواب میں اپنے آپ کو ہسپتال میں دیکھتی ہے۔ اس کے علاوہ کمرے میں اور کوئی نہیں ہے، اچانک وہ خاتون آئی تہران میں جس کے گھر رسول گیا تھا اور دستر خوان حضرت ابوالفضل کی نذر مانی تھی۔ اس نے ''م'' کو اپنے ہمراہ لیا۔ بڑے آرام سے چلنے لگی۔ اچانک اپنے آپ کو پنجرہ فولاد کے پاس پایا۔ وہاں پر مریضوں کی فریادیں بلند ہو رہی ہیں۔ وہ خاتون جو ''م'' کے ہمراہ تھی اس نے ''م'' کے اسکاف کی ایک طرف پنجرہ فولاد کے ساتھ

باندھی۔ یہاں پر ''م'' کا خواب ختم ہو جاتا ہے اس کی آنکھ کھل جاتی ہیں۔

''م'' نے آنکھیں کھولیں۔ وہ اپنے اندر طاقت محسوس کر رہی تھی لیکن افسوس کہ وہ بات کرنے پر قادر نہیں تھی لیکن اس نے اشاروں کے ذریعے سمجھایا کہ مجھے حرم مطہر لے جائیں، لیکن ڈاکٹروں اور دوسرے لوگوں نے اس کی بات سے اتفاق نہیں کیا، لیکن رسول چاہتا تھا کہ اپنی زوجہ کی آخری تمنا پوری کرے۔ اس نے ڈاکٹروں سے جیسے کیسے اجازت حاصل کی اور ایمبولینس میں ڈال کر حرم مطہر پنجرہ فولاد کے پاس لے گیا۔ ''م'' کو امام ہشتم کی پناہ میں دیا۔ خود بھی اس کے ہمراہ ہے۔ دل ہی دل میں رو رہا ہے اور کہتا ہے تو کیوں مجھے چھوڑ رہی ہے حالانکہ ابھی تو ہماری زندگی کی ابتداء ہے۔

میں جب سے تھکا ماندہ گھر لوٹتا تو خندہ پیشانی سے میرا استقبال کرتی ہے، اب مجھے تنہا چھوڑنا چاہتی ہو۔ تمہارے بعد دردِ دل کس سے بیان کروں گا؟ اس گھر میں مجھے کیسے آرام آئے گا، جس گھر میں تم نہ ہوگی۔

رسول خون کے آنسو بہا رہا ہے، لیکن اس کی زوجہ کسی اور دنیا میں غرق ہے، اچانک قوت گویائی آئی ہے اور اپنے شوہر سے کہتی ہے مجھے پانی لا کر دو۔ وہ لوگ جو صحن انقلاب میں دعا و زیارت میں مشغول تھے اچانک ایک شخص کی آواز و فریاد سنتے ہی جو خوشی سے کہہ رہا ہے میری بیوی جو موت کے انتظار میں لمحات گذار رہی ہے اسے شفا مل گئی ہے۔

جسے حاذق ترین ڈاکٹروں نے لاعلاج قرار دے دیا، اسے الٰہی طبیعت نے شفا مرحمت فرمائی۔ رسول نے عرصے بعد اپنی بیوی کو ہنستے مسکراتے دیکھا۔ شفایاب ہونے کے سال اللہ نے اسے ایک بیٹا عطا فرمایا

## (50) معجزہ: ایک سپاہی کا ماجرا

عبدالحسین ولد عبدالرحمٰن یکم ماہ ۱۳۴۶ شمسی کو قصبہ کلاتہ میں پیدا ہوا۔ اس نے اپنی

ابتدائی تعلیم اسی قصبہ میں حاصل کی۔ جب وہ نوجوانی کی حدوں کو چھو رہا تھا تو وہ انقلاب اسلامی ایران کی کامیابی کے ایام تھے۔ وہ لمحہ بھر انقلاب سے علیحدہ نہیں ہوا۔ اس نے ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے علمی و عملی احکام کی تربیت اسے قصبہ سے ہی حاصل کی۔ ۱۳۶۲ شمسی میں اپنی تعلیم جاری رکھنے کے لئے قائن چلا گیا۔

اسی سال محاذ جنگ میں عملیات خیبر میں حصہ لیا۔ کچھ عرصہ بعد اپنے وطن واپس آ گیا اور اپنی تعلیم جاری رکھی۔ چونکہ وہ محاذ جنگ پر دوستوں کے ساتھ نماز عشق ادا کر چکا تھا، لہٰذا اپنے قصبہ میں اس کے لئے رہنا بہت مشکل تھا۔ ۱۳۶۴ھ میں فاؤ کے محاذ جنگ پر چلا گیا۔ جس مورچہ میں انہوں نے پناہ لے رکھی تھی وہاں پر توپ کا گولہ آ کر گرا۔ جس کی وجہ سے وہ زخمی ہو گیا، لیکن اس کے باوجود اس نے محاذ جنگ کی اگلی صفوں کو نہیں چھوڑا ہے۔ ۲۶ بہمن ماہ ۱۳۶۴ کو توپ کا گولہ لگنے سے زخمی ہوا۔ اس کے دونوں پاؤں دایاں ہاتھ اور کمر شدید متاثر ہوئے۔

اسے اہواز میں ہسپتال پہنچایا گیا۔ وہاں سے اراک اور اراک سے تہران منتقل کیا گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد اسے شہر قائن ہسپتال منتقل کر دیا گیا۔ بہمن ۱۳۶۵ھ میں اس کی حالت بہت زیادہ خراب ہو گئی۔ اسے مشہد منتقل کیا گیا۔ ڈاکٹروں نے اس کا معائنہ کرنے کے بعد نتیجہ یہ دیا کہ اس کے ٹھیک ہونے کی کوئی امید نہیں ہے۔

۱۳۶۴ شمسی کی بات ہے کہ موسم سرما کے آخری ایام تھے۔ شہداء مقدس میں دسیوں شہداء کے جنازے اٹھ رہے تھے۔ عبدالحسین اپنے ایک رشتہ دار کے ساتھ حرم مطہر میں داخل ہوتا ہے۔ شہداء کی تشییع کے بعد حرم کی طرف لایا گیا۔ حرم مطہر میں لوگوں کا سیلاب امڈ آیا، تا حد نگاہ لوگ ہی لوگ نظر آتے تھے۔ شہداء کو زیارت رضا علیہ السلام کے بعد انہیں مالک حقیقی کے سپرد کرنے کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔

عبدالحسین حرم میں موجود کفن شہداء کو دیکھ رہا ہے، جو سکون سے سو رہے ہیں۔ اس کی

آنکھوں کے سامنے اپنا محاذ جنگ کا زمانہ گھوم گیا کہ وہاں پر اسلام کے سپاہیوں کے ساتھ مل کر وہ کس طرح سے دعا و زیارت پڑھنے سے مشغول ہوتے تھے۔ وہ دشمن کے گولہ و بارود سے بے خبر کس طرح اپنے مالک حقیقی کے ساتھ راز و نیاز کرتے تھے۔ یہ سب کچھ سوچ کر عبدالحسین اپنے آپ سے بے خبر ہوتا جا رہا ہے۔ بالآخر وہ بے ہوش ہو گیا۔ اس کی پہیوں والی کرسی ایک شہید کے پاس لے کر کھڑی کر دی گئی۔ ہم اسرار پروردگار سے آگاہ نہیں ہیں، لیکن ایک شہید کی شفاعت ضرور قبول ہوتی ہے۔

عالم بے ہوشی میں ایک روحانی و نورانی آواز عبدالحسین کے قریب تر ہوتی جا رہی ہے۔ آنے والا کہتا ہے: کیا ہوا ہے؟ عبدالحسین کے دل میں جو کچھ تھا اور جو کچھ اس کے ساتھ گذرا، اس نے روتے ہوئے اپنی آپ بیتی سنا دی۔ اب بڑی پرسکون آواز آتی ہے کہ کھڑے ہو جاؤ۔

عبدالحسین کہتا ہے: میں اٹھ نہیں سکتا ہوں۔

آخرکار عبدالحسین کھڑا ہو جاتا ہے۔ جب آنکھیں کھولتا ہے تو شہداء اس کے ساتھ مسکرا رہے ہیں۔ لوگوں کے ہجوم پر اس واقعہ کا گہرا اثر ہوا۔ لوگ زار و قطار رونے لگ گئے۔

خدایا! اوراک معجزہ کرامت کا فیض ہمارے نصیب میں بھی فرما۔ آمین!

## (51) معجزہ: چھ سالہ بچی کو شفا نصیب ہوئی

بیات نامی شخص انقلابی عدالت میں ملازم تھا۔ کربلا چار کے محاذ پر اس کا دایاں پاؤں اور ایک آنکھ زخمی ہو گئی۔ اسے بلا فاصلہ صحرائی کلینک میں پہنچایا گیا۔ وہاں سے اہواز ہسپتال میں منتقل کر دیا گیا اور وہاں سے مشہد لے آئے۔

اس کی زوجہ حاملہ تھی۔ وہ ایک مدت تک بیات سے بے خبر تھی۔ جس کی وجہ سے اس کے اندر تلاطم برپا تھا اور پیٹ کے اندر بچہ ماں کے روحی ہیجان کا شکار ہو رہا تھا۔ وہ اکثر و بیشتر

اپنے شوہر کے بارے میں فکر مند رہتی تھی۔ اپنے آپ سے باتیں کرتی کہ معلوم نہیں میرا شوہر اسیر ہو چکا ہے یا مفقود؟

ادھر بیات زخمی حالت میں ہسپتال میں ہے۔ اس نے اپنے خدا کے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ اگر محاذ جنگ پر شہید ہو گیا تو اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤں گا، اگر شہادت کے رتبہ پر فائز نہ ہو سکا تو دشمن کی قید سے بچانا۔ چنانچہ اگر اسیر نہ ہوا تو اپنے ہونے والے بچے کا نام زہراء رکھوں گا۔

ہر وقت دعا کرتا تھا کہ خدایا دشمن کی قید سے بچانا۔

ادھر اس کی زوجہ سخت پریشانی میں مبتلا تھی کہ کاش شوہر کی کوئی خیر خبر آتی۔ دنیا پر آنے والے بچے کے سر پر باپ کا سایہ ہو۔

اچانک اس کے شوہر کا ٹیلی فون آیا۔ اس کی آواز سن کر بہت خوشی ہوئی اور اشک شوق اس کے رخساروں پر جاری ہو گئے۔

موسم بہار میں آقا بیات ایک مدت بعد گھر پہنچا۔ اس کے آتے ہی اسے بچی کی خوشخبری ملی۔ اس نے خدا کے ساتھ کیے گئے عہد و پیمان کے مطابق اس بچی کا نام زہراء رکھا۔

لیکن زہراء توجہ کے باوجود رشد نہیں کر رہی۔ موسم کے اثرات اس پر بہت جلد اثر انداز ہوئے۔ نزلہ و زکام کا اکثر شکار ہو جاتی۔ آہستہ آہستہ وہ مستقل طور پر مریض رہنے لگ گئی۔ ڈاکٹر نے چیک اپ کرنے کے بعد دوائی دی۔ اس کا علاج و معالجہ ہوتا رہا لیکن اس کی صحت دن بدن گرتی جا رہی تھی۔ مجبوراً اسے ہسپتال میں داخل کرنا پڑا۔ اس کے وابستگان مسلسل مریض رہنے کی وجہ سے بہت غمگین تھے۔

زہراء کا باپ کہتا ہے: میرے تین بچے بنام سارا، محمد ہادی اور زہراء ہیں، جن کی عمریں ۱۴/۱۲ اور ۸ سال تک ہیں۔

زہراء بچپن سے ہی مریض رہتی ہے۔ جب اس کی حالت زیادہ خراب ہو گئی تو ہم فوراً

اسے ہسپتال لے گئے۔ مختلف دوائیوں کے استعمال سے اس کی حالت کچھ بہتر ہوگئی۔ زہراء کی والدہ کہتی ہے کہ اگر یہ اسی طرح مریض رہی تو اس کا کیا بنے گا، یہ زندگی کیسے گذارے گی؟

جب بھی اسے اس کی بڑی بہن سارا کے ساتھ دیکھتے جو ہشاش بشاش رہتی ہے تو دل کو بڑا صدمہ ہوتا اور میں بہت زیادہ غم زدہ ہو جاتا تھا۔

ڈاکٹر نے اسے گوشت، چربی والی چیزیں اور سبزیاں وغیرہ کھانے سے منع کیا ہوا تھا۔ ہم اُسی کی وجہ سے فریج میں ٹھنڈا ہونے کے لئے پانی نہیں رکھتے تھے حتی کہ اگر کوئی مہمان وغیرہ آجاتا تھا تو اسے بھی ابلے چاول دہی کے ساتھ پیش کرتے۔

مشہد مقدس آنے سے پہلے ایک دفعہ اس کی حالت حد سے زیادہ خراب ہوگئی اور اراک میں امیر کبیر ہسپتال میں لے گئے۔ علاج سے اس کی حالت کچھ بہتر ہوگئی۔

دواؤں اور ٹیکوں کی وجہ سے اس کے خون میں فولاد کی کمی ہوگئی، جس کی وجہ سے اسے تشنج کے دورے پڑنے شروع ہو گئے۔ یہ صرف ماں کو پتہ تھا کہ وہ کس تکلیف دہ حالات سے گذر رہی ہے۔

ایک دن اس نے زہراء کے باپ سے کہا کہ زہراء کو مشہد مقدس لے چلتے ہیں۔ وہ اسے لے کر مشہد چلے آئے۔ مشہد پہنچ کر غسل وغیرہ کیا اور امام رضا علیہ السلام سے شفا حاصل کرنے کے لیے ان کی خدمت میں حاضری دینے کے لئے روانہ ہوئے۔ انہوں نے پہلے سے زہراء کو بتایا ہوا تھا کہ تمہیں امام ہشتم شفا عنایت فرمائیں گے۔ زہراء بیٹی! اگر تم نے دل سے حضرت رضا علیہ السلام سے شفا مانگی تو وہ تمہیں ضرور شفا عطا فرمائیں گے۔

زیارت سے مشرف ہونے کے بعد خیابان میں جا رہے ہیں۔ زہراء نے بازار میں اپنے باپ سے کہا: بابا جان! میں ٹھیک ہوگئی ہوں۔ اس کا باپ جو غمگین نظر آرہا تھا کہتا ہے: بیٹی جان سچ کہہ رہی ہو، لیکن انہیں اپنی بیٹی کی بات پر یقین نہیں آرہا تھا۔

زہراء نے بچپنے کے باوجود احساس کیا کہ اپنی بات کو سچ ثابت کرنے کے لئے کیا

کروں۔

اس نے کہا: بابا جان! کیا ٹھنڈا پانی میرے لئے مضر ہے؟

باپ نے کہا: ہاں۔

زہراء نے کہا: میں آئیس کریم کھانا چاہتی ہوں۔

زہراء نے بہت زیادہ اصرار کیا۔ باپ نے مجبور ہو کر اس کے لئے آئس کریم خریدی۔ اس نے وہ کھالی۔ ماں باپ پوری طرح زہراء کی طرف متوجہ ہیں کہ آیا آئس کریم کا کوئی عکس العمل ہوتا ہے یا نہیں؟ لیکن اس کا کوئی ردعمل ظاہر نہیں ہوا۔ اس کے ماں باپ نے اس کے لئے ہر وہ چیز خریدی جو اسے منع تھی۔ زہراء نے سب کچھ کھایا حتی کہ رات کا کھانا بھی پیٹ بھر کھایا۔ کھانے کے بعد رات پھر خوب سوئی۔ اس کے باوجود زہراء کے والدین اس کے شفایاب ہونے کے بارے میں مشکوک تھے، لیکن وہاں سے روانہ ہو گئے۔ راستے میں متوجہ ہوئے کہ زہراء کا زرد رنگ آہستہ آہستہ عوض ہو رہا ہے۔ اس کی صحت بہتر ہو رہی ہے، کیونکہ زہراء کو شفا مل چکی تھی۔

امام کی بارگاہ سے شفاء حاصل کرنے کے بعد قم اور قم سے جمکران گئے۔ اس کی ماں مسجد جمکران کی طرف منہ کر کے امام زمانہ علیہ السلام سے گفتگو کر رہی ہے۔ اپنے مشکوک ہونے پر شرمندہ ہو رہی ہے اور اشک شوق آنکھوں سے جاری ہیں۔

۱۵ رمرداد ۱۳۷۳ شمسی کو زہراء شفایاب ہوئی۔ اس کی صحت کی گواہی ڈاکٹر فرح صابونی نے دی جو بیماری کے دوران اس کا علاج کرتا رہا ہے۔

## (52) معجزہ: کربلا معلّٰی کی زیارات کی خواہش پوری ہوئی

مشہد مقدس میں واقع ہسپتال امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی ہیئت مدیریہ ہر ماہ باہم صلاح و مشورہ کے لئے ایک میٹنگ رکھتے ہیں۔ اس کمیٹی میں چھ افراد تہران سے اور باقی

مشہد مقدس سے تھے۔

ایک میٹنگ میں آقا سید جعفر سیداں بھی موجود تھے۔ اس دن فیصلہ یہ ہوا کہ جس کسی نے بھی حضرت رضا علیہ السلام سے کوئی کرامت دیکھی ہے وہ نقل کرے۔

اس ہیئت کے ایک رکن آقا تقی زادہ نے کہا:

میں اٹھارہ سال کا تھا کہ میرا باپ تہران کا بہت بڑا تاجر تھا۔ میں نے ایک دن ان کی خدمت میں عرض کیا: میں حضرت رضا علیہ السلام کی زیارت پر جانا چاہتا ہوں۔

انہوں نے فرمایا: ٹھیک ہے، لیکن انتظار کرو کوئی مناسب ہمسفر مل جائے تاکہ اکٹھے جاؤ۔ کچھ دن انتظار کیا، لیکن کوئی نہ مل سکا۔ ایک دلال نے کہا: میں حضرت رضا علیہ السلام کی زیارت کے لئے مشہد جا رہا ہوں۔ میں نے اپنے والد سے کہا کہ فلاں شخص مشہد زیارت کی غرض سے جانا چاہتا ہے، البتہ مجھے اس کے ساتھ بھیج دیں۔

میرے باپ نے کہا: بیٹے! اس کی مالی حالت اچھی نہیں ہے، لہٰذا تم تھوڑا اور انتظار کر لو کہ کوئی ایسا شخص مل جائے جس کی مالی حالت کچھ بہتر ہو۔ کئی روز گذر گئے لیکن ایسا کوئی شخص نہ مل سکا۔

میں نے اپنے باپ سے کہا: بابا جان! میں اسی کے ساتھ جاتا ہوں۔ جیسے بھی ہو میں اس کے ساتھ گذارا کرلوں گا۔ میرے باپ نے مجھے جانے کی اجازت دے دی۔ ہم وہاں سے چلے، جب صحن مقدس امام رضا میں داخل ہوئے تو میرے ساتھی نے کہا:

احمد! یہ تمہارا پہلا زیارتی سفر ہے، حضرت رضا علیہ السلام سے جو کچھ مانگنا چاہتے ہو مانگ لو۔ وہ ضرور عطا کریں گے۔

میں نے کہا: میرے ذہن میں کوئی ایسی حاجت نہیں ہے جس کے پورا ہونے کی دعا کروں۔

اس نے کہا: اچھی طرح سے اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھو کہ تمہیں کس چیز کی

ضرورت ہے۔

میں نے جس قدر سوچا۔ ذہن میں کچھ نہیں آیا۔

میں نے کہا: میرے ذہن میں کچھ نہیں آ رہا ہے۔

اس نے کہا: حضرت سے کربلا کی زیارتوں کی درخواست کرو۔

میں نے کہا: اس وقت تو حکومت کسی کو کربلا کے لئے پاسپورٹ صادر نہیں کر رہی ہے۔

اس نے کہا: اگر تم حضرت رضا علیہ السلام سے مانگو گے تو تمہیں ضرور مل جائے گا۔

میں نے اس کی بات مان لی۔ جب حضرت رضا علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوا، تو ان کی خدمت میں کربلا معلیٰ کی زیارت کی درخواست کی۔

ہم نے مشہد مقدس میں زیارت کی غرض سے کچھ روز قیام کیا۔ اور تہران واپس چلے گئے۔ میرے باپ کو جب ہمارے پہنچنے کی اطلاع ہوئی تو میرے استقبال کے لئے تشریف لائے۔ مجھے گلے لگایا اور کہا: بیٹا! زیارت قبول ہو۔ اس کے بعد پوچھا:

بیٹا! تم نے اس سفر میں حضرت رضا علیہ السلام سے کیا مانگا ہے؟

میں نے کہا: سچ بات تو یہ ہے کہ میرے ساتھی نے مشورہ دیا ہے کہ حضرت رضا علیہ السلام سے کچھ مانگو۔ وہ تمہیں ضرور عنایت فرمائیں گے۔ لیکن میں نے جتنا بھی سوچا میرے ذہن میں کچھ بھی نہیں آ رہا تھا۔ آخر کار اس نے خود مشورہ دیا کہ آنحضرت سے کربلا کی زیارات کی فرمائش کرو۔ میں نے اس کی بات مانتے ہوئے آقا سے یہی درخواست کی ہے۔ کیا دیکھتا ہوں کہ میرے والد نے اپنی جیب سے ایک پاسپورٹ بنام احمد نقی زادہ نکال کر مجھے دیا۔

میں نے کہا: یہ پاسپورٹ آپ نے کیسے حاصل کیا ہے؟

انہوں نے کہا: میرے بیٹے! ایک دفعہ وزیر اعظم کسی مشکل میں پھنس گیا تھا۔ وہ جہاں

بھی گیا اس کی وہ مشکل حل نہ ہو سکی۔ اسے مشورہ دیا گیا کہ فلاں شخص کے پاس جاؤ شاید آپ کی مشکل حل ہو جائے۔

وہ اس شخص کے پاس گیا۔ اس نے وزیراعظم کی مشکل حل کر دی۔ وزیراعظم نے اس شخص سے کہا: اس زحمت کے عوض جتنے پیسے مانگو گے دینے کے لئے تیار ہوں، لیکن اس شخص نے پیسے لینے سے انکار کر دیا، حالانکہ اسے پیسوں کی ضرورت تھی۔

اس نے کہا: میں پیسے نہیں لوں گا لیکن کربلا معلّی کے لئے بارہ عدد پاسپورٹ بنوا دو۔

وزیراعظم نے کہا: کوئی مشکل نہیں ہے۔ ان کے نام دو۔ کل تمہیں پاسپورٹ مل جائیں گے۔ اس شخص نے تہران کے مشہور گیارہ تجار کے نام لکھے۔ بارہواں نام اس کے ذہن میں نہیں آ رہا تھا۔ اچانک تیرا نام احمد نقی زادہ اس کے دل میں آیا۔ پس اس نے بارہ افراد کی لسٹ مکمل کر کے وزیراعظم کو دے دی، حالانکہ وہ شخص آپ کو جانتا تک نہیں تھا۔ بہرحال وزیراعظم کے حکم سے پاسپورٹ بن گئے۔ اس شخص نے پاسپورٹ اٹھائے۔ جن جن کے تھے ان کے پاس گیا، انہیں پاسپورٹ دیئے اور اچھی خاصی رقم ان سے وصول کی، لیکن بارہواں پاسپورٹ ان کے ہاتھ میں تھا۔

اس نے تاجروں سے پوچھا: کیا احمد نقی زادہ نام کا کوئی شخص ہے؟

اسے بتایا گیا کہ نقی زادہ تو ہے لیکن یہ معلوم نہیں ہے کہ اس کا نام احمد ہے۔ اسے میرے پاس بھیجا گیا۔

اس نے مجھ سے پوچھا: تمہارا نام کیا ہے؟

میں نے کہا: حسین نقی زادہ۔

اس نے کہا: کیا آپ میں سے کسی کا نام احمد بھی ہے؟

میں نے کہا: میرے بیٹے کا نام احمد ہے۔

جو اس وقت زیارت کے لئے مشہد مقدس گیا ہوا ہو۔

## (53) معجزہ: آیت اللہ وحید خراسانی کی صحت یابی

آیت اللہ وحید خراسانی فرماتے ہیں: میں بیس سال تک مشہد میں مدرسہ حاج حسن میں رہا۔ یہ مدرسہ مرحوم حاج شیخ حبیب اللہ گلپائگانی کی زیر سرپرستی تھا۔ یہ مسجد گوہر شاد میں کئی سالوں تک امام جماعت کے فرائض بھی انجام دیتے رہے۔

انہوں نے ایک دن مجھے فرمایا کہ میں مریض ہو گیا تھا۔ کافی عرصہ تہران ہسپتال میں داخل رہا۔ بیماری سے تھک چکا تھا۔ ایک دن میں حضرت رضا علیہ السلام سے مخاطب ہوا اور عرض کیا: اے آقا و مولی! میں چالیس سال تک صحن کے دروازے کے پیچھے مصلی بچھا کر نماز شب اور دیگر نوافل پڑھتا رہا ہوں۔ میں نے گرمی سردی کی کوئی پرواہ نہیں کی ہے۔ اب میں ہسپتال میں داخل ہوں مجھے شفاء مرحمت فرمائیں۔

اچانک حالت بیداری میں اپنے آپ کو حضرت رضا علیہ السلام کے سامنے ایک باغ میں دیکھتا ہوں۔ انہوں نے باغ میں سے ایک پھول توڑ کر مجھے عطا کیا۔ میں نے اس کی خوشبو سونگھی تو میری حالت بہتر ہو گئی۔

میرا وہ ہاتھ جس میں آنحضرت نے پھول دیا تھا اس قدر بابرکت ہو گیا تھا کہ جس مریض پر پھیرتا وہ ٹھیک ہو جاتا تھا۔

آقا وحید فرماتے ہیں: کہ آقا گلپائیگانی فرماتے ہیں: ابتداء میں صرف ایک دفعہ ہاتھ پھیرنے سے صعب العلاج مرض ٹھیک ہو جاتا تھا لیکن چونکہ بعد میں اس ہاتھ کے ساتھ لوگوں سے مصافحہ کرتا تھا وہ برکت ختم ہو گئی ہے۔ اب اس کے ساتھ کچھ اور دعائیں پڑھنا پڑھتی ہیں تب جا کر مرض سے شفا ملتی ہے۔

آقا وحید فرماتے ہیں: بہت سے سرطانی اور دیگر امراض میں مبتلا لوگوں کو آپ کے دست مبارک سے شفا ملی ہے۔

### معجزہ صرف مریض کے لئے نہیں

میں (مؤلف کتاب) نے ایک دن حضرت رضا علیہ السلام کی کرامات کے بارے میں گفتگو کی۔ تقریر ختم ہونے کے بعد ایک شخص نے کہا: آقا خسروی! میں بھی آپ کے سامنے ایک کرامت و معجزہ نقل کرنا چاہتا ہوں۔

اس نے کہا: میں ہائی سکول کا ہیڈ ماسٹر ہوں۔ ہم نے سال کے آخر میں طالب علموں کے نتیجہ کا اعلان کیا۔ دو بچے دفتر میں آئے انہوں نے اپنا نتیجہ مانگا۔

میں نے کہا: آپ لوگوں کے دو دو نمبر کم ہیں۔ ان دونوں نے گریہ کرنا شروع کر دیا۔

میں نے کہا: آپ میرے سامنے کیوں رو رہے ہیں۔ حضرت رضا علیہ السلام کے پاس جائیں ان کے سامنے اپنی مشکل بیان کریں وہ دونوں دفتر سے باہر نکل گئے۔

اتفاق سے تھوڑی دیر کے بعد ان سے مربوط استاد آ گیا۔ میں نے ان میں سے ایک طالبعلم کی فائل اس کے سامنے رکھی اور اسے کہا: اس کے صرف دو نمبر کم ہیں۔ اس نے فائل پر نگاہ ڈالی اور دو نمبر دے دیئے۔ اس کے بعد دوسرے طالب علم کی فائل رکھی تو اس نے کہا: اسے نہیں دوں گا۔ میں نے اصرار کیا۔ زیادہ اصرار مناسب نہیں سمجھا۔

اگلے دن دونوں میں ایک کا سرپرست آیا اور کہتا ہے: میرا بیٹا کل رات تک حرم مطہر میں گریہ وزاری کرتا رہا ہے۔ رات کو بڑی مشکل سے اسے گھیر کر لے آیا ہوں۔ اس کا نتیجہ کیسا ہے؟ جب اس نے نام پوچھا تو معلوم ہوا یہ وہی شاگرد ہے جسے کل دو نمبر دیئے گئے تھے۔

اس بات کی طرف متوجہ ہوں حضرت رضا علیہ السلام کی بارگاہ صرف مریضوں کے لئے پناہ گاہ نہیں، بلکہ ہر قسم کی مشکل میں گرفتار شخص ان کی پناہ میں آ سکتا ہے۔

کتاب کے آخر میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام سے فیقا توفیقات میں اضافے کے لئے دعا گو ہوں اور امیدوار ہوں کہ علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کی مہر و محبت کے متلاشی زائرین کرام اپنی نیک دعاؤں میں مجھے فراموش نہیں فرمائیں گے۔ اس بات کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ حضرت رضا علیہ السلام کے معجزات و کرامات مذکورہ اور وقائع منحصر نہیں ہیں۔ میں نے بعض کا ذکر کیا ہے جو بندہ حقیر کی نظر سے گذرے ہیں۔ آپ کے بہت سے ایسے معجزات بھی ہیں جو ہم تک نہیں پہنچے ہیں اور بہت سی ایسی کرامات بھی ہیں جن کا لوگ اظہار نہیں کرتے ہیں۔

والسلام

موسیٰ خسروی